تلاشِ علم



شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا محمد شریف ہزاروی

Talash e Ilm

By

Maulana Mohammad Shareef Hazarvi

ISBN: 969-8793-15-1

نام کتاب	تلاش علم
تالیف	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ
ترجمہ	مولانا محمد شریف ہزاروی
اشاعت اوّل	اپریل ۲۰۰۳ء
اشاعت دہم	ستمبر ۲۰۱۵ء
ناشر	محمد ریاض درانی
مطبع	اشتیاق اے مشتاق پریس، لاہور
قیمت	/- روپے
باہتمام	مفتی محمد بلال درانی (0300-4471311)
قانونی مشیر	سید طارق ہمدانی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

فہرست

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

چھٹا باب

ساتواں باب

آٹھواں باب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

الحمدلله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى، اما بعد

نبی آخر الزمان ﷺ کی خدمت عالیہ میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے محبت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے۔ اس صحابی نے پھر یہی کہا کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ حضور ﷺ نے پھر سابقہ ارشاد دہرایا اور صحابی نے پھر یہی عرض کیا کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو فقر کے اوڑھنے اور بچھونے کے لیے تیار ہو جاؤ، اس لیے کہ مجھ سے محبت رکھنے والے کی طرف فقر ایسے زور سے دوڑتا ہے جیسا کہ پانی ڈھلان کی طرف دوڑتا ہے۔

جب حضور ﷺ سے صرف محبت کے دعویٰ پر فقر اور تکالیف لازم ہیں تو جو افراد حضور ﷺ کی جانشینی کے حصول کے لیے آپ کی وراثت ''علوم'' کو حاصل کرنا چاہیں گے ان کو کن کن تکالیف اور مصائب سے گزرنا ہوگا۔ اس کا تصور خود ہی کیجیے۔ یاد رکھئے! جتنا اونچا منصب ہوتا ہے اتنی ہی آزمائش بڑی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ خاتم النبیین کے منصب پر تھے اور سردار انبیاء تھے اس لیے سب سے زیادہ آزمائش و ابتلاء میں آپ کو مبتلا کیا گیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ درجہ بہ درجہ ان مصائب و آلام کی بھٹی سے گزارے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ سے لے کر اب تک ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو اہل علم حصول دین اور اشاعت دین کے سلسلے میں سخت مصائب سے گزرے اور عجیب بات یہ ہے کہ اہل علم نے ان تمام مشکل مراحل کو رضا کارانہ طور پر رضاء الٰہی کے حصول اور حضور ﷺ سے محبت و عقیدت اور حصول علم میں لذت اور علوم میں اضافہ کی غرض سے قبول کیا۔ ورنہ اگر وہ چاہتے تو سہل پسندی اور آسانی کا راستہ اختیار کر کے راہ فرار اختیار کر سکتے تھے۔

ہمارے مخدوم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ جن سے میں تصانیف کی حد تک تو واقف تھا

اور امام اعظم ابوحنیفہ ﷫ کے دفاع اور مسلک حنفی کی ترویج واشاعت کے لیے ان کی گراں قدر خدمات پر تہہ دل سے ان کا معترف تھا مگر ملاقات نہ تھی اتفاقاً مکۃ المکرمہ میں مولانا سیف الرحمٰن درخواستی کی معیت میں ان کے صاحبزادے کے گھر پر ملاقات ہوئی جہاں ان کو علم وعمل کا بہترین مرقع پایا اور ان کے چہرہ کی نورانیت اور ان کی سنت سے پر زندگی سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ وہ ظاہر و باطن ہر اعتبار سے کامل تھے اور علمی طور پر بہت بلند تر! انہوں نے چونکہ حصول علم اور اشاعت علم کے سلسلے میں اکابر علماء دیوبند کے طرز پر سخت مصائب کا سامنا کیا اور جلاوطن ہونے کے ساتھ ساتھ کئی مرتبہ موت میں جانے سے بچے۔ اس لیے ان کو علم کی بہت زیادہ قدر تھی اور خواہش رہتی تھی کہ کس طرح طلباء علوم دینیہ آپ کے اسلاف کے طرز پر علم کی گہرائی اور عمل کے زیور سے آراستہ ہوں۔ اس سلسلے میں انہوں نے اکابر علماء کرام کی حصول علم کے سلسلے میں آزمائش وابتلاء کے واقعات کو ایک جگہ جمع کیا جس کو ہمارے عزیز مولانا محمد شریف ہزاروی نے جو کہ اہل علم سے گہری محبت وعقیدت رکھتے ہیں، اُردو کے قالب میں ڈھالا اور ہمارے عزیز حافظ ریاض درانی اس کو خوبصورت انداز میں طبع کرانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

ان دونوں حضرات کی خواہش پر چند جملے پیش خدمت ہیں، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، ان دونوں حضرات اور ان حضرات کے معاونین کی ان خدمات جلیلہ کو قبولیت سے سرفراز فرمائے اور علماء کرام، طلباء علوم دینیہ اور عامۃ المسلمین کے لیے اس کتاب کو نافع بنائے۔ آمین یارب العالمین

ترجمان علماء حق شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا ابوزاہد محمد سرفراز خان صاحب صفدر زید مجدہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

الحمدللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد:

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا الذین آمنوا تقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ ﷫ ہمارے ان مخدوم اور برگزیدہ بزرگوں میں سے ہیں جن سے محبت وعقیدت ہونا فطری امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اعتبار سے محبت وعقیدت کا محور بنانے کے انتظامات کیے تھے۔ علم کی دولت سے اس طرح سرفراز فرمایا کہ محدث العصر مرشد کامل حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود اور مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ آپ کی علمی صلاحیت کے معترف تھے اور جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی، امام اہل سنت مفتی احمد الرحمٰن، مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہم اللہ اور مجھ جیسا بے بضاعت فرد ان کی رفاقت اور شفقت پر ناز کرتا ہے۔ علماء کرام سے محبت وعقیدت اور اتنی عظیم علمی صلاحیت کے باوجود تواضع وانکساری ان کا امتیاز تھی۔ عمل اور تقویٰ تو ہمارے اکابر کی خصوصی زینت ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ ﷫ سے گہری عقیدت ومحبت اور مسلک حنفی سے گہری وابستگی ان کا خصوصی افتخار تھا۔ دیار عرب میں انھوں نے مسلک حنفیہ کی اس وقت تائید کی جب یہ چیز وہاں حرام سمجھی جاتی تھی۔ حنفیت کی اسی تائید کی وجہ سے مصائب وآلام میں مبتلا کیے گئے مگر کسی صورت میں حق کو چھوڑنا گوارہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری وجاہت بھی ایسی عطا فرمائی تھی کہ ایک نگاہ سے آدمی گرویدہ ہو جاتا اور بے دام غلام بن جاتا۔ آپ کی تصانیف گراں قدر علمی خزانہ ہیں جس پر پوری دنیا کے علماء کرام نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ آپ کا یہ علمی خزانہ قیامت تک ان کے لیے صدقہ جاریہ اور علماء کی طرف سے خراجِ تحسین کا باعث بنا رہے گا۔

ہمارے مخدوم بزرگ نے علماء کرام کے صبر آزما حالات پر ایک گراں قدر کتاب تالیف فرمائی جس میں چیدہ چیدہ علماء کرام کے صبر آزما حالات ذکر فرمائے تاکہ موجودہ دور کے سہل پسند حالات اور راہ فرار کے معاشرہ میں اہل علم، علماء اور مہمانان رسول علم کی اہمیت اور اس کے حصول کی افادیت اور اس کی راہ کی مشکلات سے آگاہ ہوں اور سہل پسندی اور رُخصت کے راستہ کے بجائے عزیمت کا راستہ اختیار کریں۔ اپنا رشتہ علماء حق سے جوڑ کر ان کی جانشینی کا فریضہ انجام دیں۔ علم کو رضاء خداوندی، فکر آخرت، عشق رسول ﷺ اور عظمت صحابہؓ کے جذبے سے حاصل کریں تاکہ "راسخین فی العلم" کی صف میں شامل ہوں۔

عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے آپ کی گراں قدر تالیف سے استفادہ طلباء علوم دین اور عام مسلمانوں کے لیے مشکل تھا۔ اس لیے اُردو کے قالب میں ڈھالنا وقت کی اہم ضرورت تھی۔ محترم مولانا محمد شریف ہزاروی حضرات علماء کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی کامل کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ اس طرح اس تالیف کی اشاعت کے ثواب کے ساتھ ساتھ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی نسبت انشاء اللہ نجات کا باعث اور ذخیرہ آخرت ہوگا۔ محترم مولانا حافظ ریاض درانی صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے خوبصورت انداز میں اس کی طباعت کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اُمت کے لیے اس کو نافع بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ رسولہ الکریم

(ڈاکٹر مولانا) عبدالرزاق اسکندر (زیدمجدہم)

رئیس جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

عرضِ ناشر

ہمارے والد گرامی حضرت مولانا مہابت خان رحمہ اللہ اپنے زمانہ طالب علمی کے واقعات مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے کہ فلاں کتاب پڑھنے کے لیے کئی دن پیدل سفر کیا اور فلاں اُستاد کی خدمت میں حاضری کے لیے اتنے دن بھوکا رہنا پڑا اور کتنے ماہ دن کے وقت استاد کی بکریاں چرائیں اور رات کو اپنا سبق یاد کیا۔ اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں جو والد گرامی کی زبان سے ہم نے سنے۔

کم عمری اور کم عقلی کی وجہ سے ان واقعات کی اہمیت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ آج جب حضرت عبدالفتاح ابوغدہؒ کی یہ کتاب شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے تو حضرت والد کے سنائے ہوئے واقعات کی اہمیت کا اندازہ ہو رہا ہے کہ ہمارے اباؤ اجداد نے کیسی کیسی مشکلات جھیل کر علم کی دولت آئندہ نسلوں کو منتقل کی ہے۔

آج جبکہ ہر قسم کے تعلیمی وسائل میسر ہیں اور طلباء اس قدر نازک کہ مدرسہ کے مطبخ میں "نمک" کم ڈالنے اور شوربا پتلا ہو جانے پر ہڑتال کر دی جائے۔ ماضی کی ان مشکلات کا تصور کرنا بھی محال ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس دور انحطاط میں اگر علم کی شمع روشن ہے تو اس میں بھی انہی اکابرین کی "بھوک اور افلاس" کا پورا پورا دخل ہے۔

ہم برادرِ مکرم حضرت مولانا محمد شریف ہزاروی کے ممنون ہیں کہ انہوں نے حضرت شیخ ابوغدہ کی کتاب کا اُردو ترجمہ "تلاشِ علم" کے نام سے کیا اور اس کی اشاعت کے لیے جمعیۃ پبلی کیشنز کو منتخب کیا۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ہم اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھیں اور مولانا کے اعتماد پر پورا اُتریں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ دین حقہ کی اشاعت کی توفیق عطا کر دے۔ آمین

محمد ریاض درانی

مسجد مہابت خان پائلٹ سیکنڈری سکول وحدت روڈ، لاہور

0300-8480934

اظہارِ تشکر

کتاب ''تلاشِ علم'' کا دوسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے۔ یہ کتاب حضرت اقدس شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کی عربی کتاب ''صفحات من صبر العلماء علی شدائد العلم والتحصیل'' کا ترجمہ ہے۔ میں نے اپنی حیثیت کے مطابق اسے اُردو کے قالب میں ڈھالنے کی سعی کی۔ اس میں مجھے چند ایک دشواریاں درپیش تھیں۔ ایک تو اپنی کم علمی، دوسرا صحیح اُردو سے عدمِ واقفیت اور تیسرا یہ کہ موجودہ وقت میں اساطین علم کی تصانیف کی وافر دستیابی میں میری ''پٹھانی اُردو'' والی کتاب کون پڑھے گا۔ خدا بھلا کرے برادرم محمد ریاض درانی صاحب کا جب ان سے اس کتاب کا تذکرہ ہوا تو انھوں نے جمعیۃ پبلی کیشنز کے تحت طباعت کی ذمہ داری قبول کی جس سے مجھے بے حد مسرت ہوئی۔

کتاب کی کمپوزنگ کے مراحل میں بار بار پروف ریڈنگ کی گئی لیکن بوجوہ اس میں کچھ خامیاں رہ گئیں لیکن اس کے باوجود علماء اور طلباء میں جس طرح اس کتاب کو پذیرائی حاصل ہوئی کہ ہفتوں میں کتاب کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا۔ موجودہ ایڈیشن میں حتی الامکان غلطیوں کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ اس میں مجھے برادرم مفتی محمد نعیم صاحب اور برادرِ محترم قاری محمد ادریس عباسی صاحب کی خصوصی معاونت حاصل رہی ہے۔ اللہ پاک ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میری ایک گزارش ہے اور مجھے اُمید ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے نظر انداز نہیں فرمائیں گے۔ وہ یہ کہ میرے والدین، اساتذہ و مشائخ کے لیے دعا مغفرت اور میرے اور میرے بچوں کے لیے اکابر علماء دیوبند کے ساتھ وابستگی، دین کی خدمت اور صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے اور خاتمہ بالایمان کی دعا سے محروم نہیں رکھیں گے۔

اللہ آپ کو اس کی بہتر جزاء دے۔

محمد شریف ہزاروی
جامع مسجد دارالسلام اسلام آباد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ واھل بیتہ وعلی من تبعہ الیٰ یوم الدین اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ

آیت کریمہ کا عام طور پر یہ مفہوم تصور کیا جاتا ہے کہ تمہارے لیے نبی اکرم ﷺ کی زندگی اور آپ کے اعمال مبارکہ وسنت حسنہ کو نمونہ بنایا گیا تاکہ ان کی اتباع کے ذریعہ فلاح حاصل کرسکو لیکن اگر اس آیت کریمہ کے مافی الضمیر اور حقائق کو گہری اور عمیق نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ زندگی کے ہر گوشہ کی رہنمائی کے لیے حضور ﷺ کی عملی زندگی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں میں ہر طبقہ زندگی کے لوگ شامل ہیں اور خاص طور پر ابتدا میں بعض مخصوص فضل یافتہ افراد کے علاوہ زیادہ تر غریب اور کچلے اور پسے ہوئے لوگوں یا ان اہل علم طبقہ نے آپ کی حکومت کو قبول کیا جن کو اپنی فراست اور علمی بصیرت کی وجہ سے آپ کی معرفت حاصل ہوئی۔ فطری بات ہے کہ یہ دونوں طبقے ہمیشہ طاقتور لوگوں کی راہ میں رکاوٹ ہوتے ہیں۔ اس لیے طاقتور طبقہ ان کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بناتا رہتا ہے۔ اب اگر ایسے لوگوں کے لیے کوئی اسوہ اور نمونہ نہ ہوتا تو لامحالہ ایسے لوگوں کے لیے دین پر قائم رہنا اور آئندہ دین کی طرف متوجہ ہونا بہت مشکل تھا۔ اسی بنا پر ہم جب ان دونوں صورتوں میں اسوہ نبوی ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نبی آخر الزمان ﷺ کی زندگی اعلانِ نبوت سے لے کر ہجرت تک مصائب، ایذاؤں اور تکالیف سے پُر نظر آتی ہے۔ جبکہ ہجرت کے بعد مدنی زندگی جدوجہد اور محنت وابتلاء سے عبارت نظر آتی ہے۔ آپ کو اتنی سخت تکالیف دی گئیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ جاری ہو گئے:

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنی تکالیف میں میں مبتلا کیا گیا ہوں یا جتنا ستایا گیا ہوں اتنا کوئی دوسرا نہیں ستایا گیا۔''

یہ ایذا اور تکلیف رسانی صرف زبانی کلامی نہیں کہ زبان کا نشتر تیر کے نشتر سے بھی سخت ہوتا ہے۔ اندازہ کیجیے کہ قریش مکہ کے سب سرخیل اور معزز خاندان کا فرد چالیس سالہ زندگی میں امانت و دیانت کا اتنا اعلیٰ معیار قائم کرتا ہے کہ صادق و امین کے الفاظ سے شہرت پاتا ہے۔ اس فرد کا انتخاب رب کائنات نبی آخر الزمان ﷺ کی حیثیت سے فرماتا ہے اور لفظ اقرأ کے ذریعے پہلی وحی عطا فرماتا ہے تو وہ حکم خداوندی کی تعمیل اور اپنی قوم کو جہنم سے نجات دلانے اور مخلوق کو مخلوق کی غلامی سے نجات دلا کر خالق کی غلامی میں دینے کے لیے فلاح و کامیابی کی طرف اس ارشاد ''قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحون'' سے بلاتا ہے، تو صرف قوم ہی نہیں عزیز ترین رشتہ دار اور محبوب رکھنے والے چچا تک طعنہ زنی کرتے ہوئے واپس لوٹتے ہیں۔ تو اندازہ کیجیے کہ آپ کو کتنا دلی صدمہ اور کتنی تکلیف پہنچی ہوگی۔ مگر یہ تو آغاز تھا اس عملی زندگی کا جو حضور ﷺ کو ملنے والی تھی۔ پھر کیا ہوا؟ آپ پر تکالیف کے پہاڑ توڑے گئے، آپ کو گھاٹی میں تین سال قید کر کے معاشی تنگی میں مبتلا کیا گیا۔ بیت اللہ شریف جیسی پرامن جگہ پر سجدہ کی حالت میں آپ کو اُونٹ کی اوجھڑی کے بوجھ تلے دبا کر مارنے کی کوشش کی گئی۔ طائف میں آپ کے پیچھے بچوں کو لگا دیا گیا جنہوں نے آپ پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ کے جوتے خون سے بھر گئے۔ اس حالت میں آپ نے رب کعبہ سے جو دعا کی اس سے آپ حضور ﷺ کی پُر اذیت حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں:

''اے اللہ! میں تجھ سے ہی شکایت کرتا ہوں اپنی کمزوری اور بے کسی کی اور لوگوں میں اپنی ذلت اور رُسوائی کی! اے ارحم الراحمین تو ہی ضعفاء کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے؟ کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا؟ اے اللہ! اگر تو راضی ہے تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ تیری حفاظت میرے لیے کافی ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کے طفیل جس

سے تمام اندھیریاں روشن ہوگئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو۔ تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو جائے۔ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت!''

مکہ کی سرزمین آپ پر تنگ کر دی گئی۔ آپ پر گھروں کی چھتوں سے گندگیاں پھینکی گئیں۔ راستہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے قتل کی سازش تیار کی گئی۔ تمام قبائل کے افراد کو جمع کر کے آپ کے گھر کو چاروں طرف سے گھیرا گیا کہ آپ رات کو جب بیت اللہ میں عبادت کے لیے گھر سے نکلیں تو بیک وقت بہت سے مسلح افراد آپ جیسے نہتے شخص پر حملہ آور ہو کر آپ کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں لیکن رب کعبہ نے حفاظت کی اور آپ ان کے درمیان سے سورۃ یٰسین کی آیت وجعلنا من بین ایدیھم سدًا ومن خلفھم سدًا فاغشیناھم فھم لا یبصرون پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ کے لیے ہجرت کرتے ہوئے ایسے نکلے کہ دشمن سب کے سب اندھے ہوگئے۔

آپ کی دل شکستگی اور ضبط و مجبوری کا اندازہ ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے جو بوقت ہجرت آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے:

''اے مکہ تو مجھے بہت عزیز ہے اور میں تجھے کسی صورت میں چھوڑنا گوارہ نہیں کرتا۔ مگر تیری قوم نے اس مقدس سرزمین میں میرے لیے جینا دوبھر کر دیا ہے اور زمین تنگ کر دی ہے، اس لیے فراق کے غم کے ساتھ تجھ سے رُخصت ہو رہا ہوں۔''

ایذاؤں اور تکالیف کے اس شدید ترین طوفان کے ساتھ ترغیب اور لالچ کا کوئی راستہ ایسا نہ تھا جس کو اہل مکہ نے دین اسلام کا راستہ روکنے کے لیے استعمال نہ کیا ہو۔ کفار قریش کا ایک وفد آپ کے ہمدرد چچا ابو طالب کے پاس آتا ہے اور پیشکش کرتا ہے کہ اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو کہہ دو کہ اگر وہ سرداری چاہتا ہے تو ہم اسے متفقہ طور پر اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ اگر اس کو دولت مطلوب ہے تو ہم اس کے قدموں میں خزانوں کا ڈھیر لگا کر اس کو قریش کا سب سے امیر

ترین فرد بنا دیں گے۔ اگر شادی کا خواہش مند ہے تو مکہ کی خوبصورت ترین عورتوں کو اس کے قدموں میں نچھاور کر دیں گے۔

نبی آخر الزمان کا جواب ملاحظہ فرمائیں

''اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج رکھ دیں اور دوسرے ہاتھ میں چاند تب بھی میں دینِ اسلام کی اشاعت کے فریضہ سے رک نہیں سکتا۔''

نبی اکرم ﷺ کا یہ اسوہ عملی طور پر رب کائنات نے اُمت محمدیہ کو اسی لیے عطا فرمایا کہ حضور ﷺ کی موجودگی سے لے کر قیامت تک اہل ایمان، اہل علم و عمل، اہل دعوت و تبلیغ، اہل تزکیہ و طہارت اور اہل عزم و جہاد غرض اُمت کے ہر طبقہ کو اس سے دوچار ہونا ہوگا۔ خصوصاً اہل علم کے لیے تو یہ کٹھن اور پر پیچ راستہ طے کیے بغیر حصولِ علم ناممکن ہی ہوگا۔ کیونکہ حدیث مبارکہ کے مطابق قیامت تک انبیاء و رسل کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد اب علمی وراثت اور دینی جانشینی کا ترکہ علماء کرام کی طرف اس حدیث کے مطابق منتقل ہو گیا ہے کہ انبیاء کرام کا ترکہ دراہم و دنانیر نہیں ہوتے بلکہ وہ علمی میراث اُمت کے حوالے کر کے جاتے ہیں۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ علمی اور روحانی رشتہ سے جو حضور ﷺ کے جتنا قریب ہوگا، اس کو اتنی ہی زیادہ تکالیف اور ایذاؤں یا بالفاظ دیگر امتحانات اور ابتلاء کا سامنا کرنا پڑے گا۔

خلیفہ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو آپ کے سفر و حضر و قبر کے ساتھی اور رفیق تھے۔ سب سے زیادہ تکلیف اور ایذاؤں میں مبتلا کیے گئے۔ ابتدائے اسلام میں کفار کے ظلم و ستم سے بچانے کے لیے اسلام کو خفیہ رکھنے کی ہدایت کی گئی۔ جب ۳۹ افراد مسلمان ہو گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اعلانیہ تبلیغ کی اجازت چاہی حضور ﷺ نے منع فرمایا مگر صدیق اکبرؓ کا اصرار دیکھ کر آپ اعلانیہ تبلیغ دین پر آمادہ ہو گئے۔ آپ تمام مسلمانوں کو لے کر کعبۃ اللہ تشریف لے گئے (اس وقت تک حضرت عمرؓ اور سید الشہداء حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ حضرت حمزہؓ اسی دن اور حضرت عمرؓ اس کے تین دن بعد مشرف بہ اسلام ہوئے)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کا اعلان کر کے تبلیغی عمل شروع کیا ہی تھا کہ کفار چاروں طرف سے

آپ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خاندانی وجاہت اور ذاتی شرافت و عظمت کا لحاظ کیے بغیر اتنا پیٹا کہ آپ لہولہان ہو گئے۔ ظالموں نے آپ کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قبیلے والوں کو اطلاع ہوئی تو بڑی مشکل سے چھڑا کر لائے اور اعلان کیا کہ اگر ابوبکر شہادت پا گئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ سے بدلہ لیں گے۔ کیونکہ وہ یہ سرکشوں اور دشمنوں کی قیادت کر رہا تھا۔ بڑی مشکل سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جان بچی۔

یہی صورت حال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آئی کہ آپ نے اسلام قبول کیا اور بیت اللہ شریف میں آ کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کفار چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اتنا مارا اتنا مارا کہ آپ مرنے کے قریب ہو گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر جان بچائی کہ اگر یہ مر گئے تو قبیلہ غفار سے لڑائی کی وجہ سے تمہارا شام کا تجارتی راستہ بند ہو جائے گا۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جو غلام تھے اسی لیے ان پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے گئے۔ آپ کو مکہ کی گرم ترین سرزمین میں تپتی ریت پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تاکہ آپ ہل نہ سکیں اور ریت آپ کی کمر کو جھلس کر رکھ دے۔ انگاروں پر لٹا دیا جاتا۔ انگارے آپ کی کمر کی چربی سے بجھتے۔ مکہ کے لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جاتا جو آپ پر پتھروں کی بارش کرتے۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ بھی غلامی کی وجہ سے سخت تکالیف میں مبتلا کیے گئے۔ لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا۔ ریت اور انگاروں پر لٹانے کی وجہ سے کمر کا گوشت گل سڑ گیا تھا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں آپ سے مظالم کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپ نے اپنی کمر ننگی کر کے دکھا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسی کمر تو کسی کی نہیں دیکھی! تو مظالم کی تفصیل بتائی۔

مدینہ پہنچ کر بھی تکالیف کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا اور کفار قریش اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے پہلے بدر اور پھر اُحد کے میدان میں جمع ہوئے اور یہ سلسلہ فتح مکہ تک جاری رہا۔ فتح مکہ کے بعد تکالیف کا سلسلہ بند ہوا اور معمولی سی فتوحات شروع ہوئیں تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غم میں روتے تھے کہ کہیں تکالیف اور ایذاؤں کا بدلہ خدانخواستہ دنیا میں ہی نہ دے دیا جائے۔

ہجرت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ایک طرف مسلمانوں کو کفار کی ان ایذاؤں سے بچانے کے لیے جدوجہد شروع کی تو دوسری طرف اسلامی ریاست قائم کر کے مسلمانوں کو تحفظ فراہم کرنے کے اقدامات کیے۔ تیسری طرف قرآن وحدیث کے علوم کی ترویج واشاعت کے لیے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اہمیت کے ساتھ اس شرط کے ساتھ متوجہ کیا کہ اس راہ میں مشکلات ہی مشکلات ہوں گی۔ اس راہ میں مشکلات کے باوجود آپ کے قائم کردہ پہلے مدرسے ''صفہ'' میں ۷۰ سے زائد طلبہ حصولِ علم کے لیے داخل ہوئے جن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جیسے جید علماء کرام شامل تھے۔

محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی سالانہ اسباق کی افتتاحی تقریب میں طلباء علومِ نبویہ، مہمانانِ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے دو باتوں کی بہت اہمیت کے ساتھ تلقین فرماتے تھے۔ ایک اصلاح نیت کی کہ علوم قرآن وحدیث کے حصول کا مقصد صرف اور صرف رضائے خداوندی اور اشاعت دین ہونا چاہیے ورنہ آج ہی اس مدرسہ سے رُخصت ہو جایئے۔ کیونکہ دینی علوم کو دنیاوی اغراض کے لیے حاصل کرنے والے بدبختوں کی فہرست میں پہلے نمبر پر ہیں اور دوسری بات جس کی بہت زیادہ تلقین فرماتے اور اس سلسلے میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قصہ بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ سنایا کرتے تھے یہ کہ اس راہ میں مشکلات اور مصائب کا سامنا بھی کرنا پڑے گا اور رکاوٹیں ہی رکاوٹیں آئیں گی۔ ان پر صبر کیے بغیر علوم نبویہ کا حصول ناممکن ہے اور ''لکل شئ آفة وللعلم آفات'' کہتے ہوئے آفات کے الف کو دس پندرہ الف کے مد کے برابر طویل فرماتے کہ ہر قدم پر مشکل ہی مشکل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تعلیم کے دوران بار بار ایسا ہوا کہ بھوک کی وجہ سے آپ چلتے چلتے نقاہت کی بنا پر بے ہوش ہو گئے

اور لوگوں نے سمجھا کہ آپ پر مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے اور وہ آپ کو جوتا سنگھا کر ہوش میں لانے کی کوشش کرتے۔ ایک مرتبہ تین دن گزر گئے اور سوائے پانی کے آپ کے حلق سے غذا کا ایک ذرہ نہیں اُترا تو آپ مجبور اور پریشان ہو کر ''صفہ'' سے باہر نکلے کہ کوئی ساتھی مل جائے تو اس سے کچھ کھانے کی چیز لے لوں۔ اتنے میں دیکھا کہ خلیفہ اوّل رفیق غار سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے بڑھ کر سلام کیا اور ان سے چلتے چلتے مسائل پر گفتگو شروع کر دی کہ اس بہانہ گھر تک پہنچ جائیں (صاف صاف کھانا مانگنا غیرت کے خلاف تھا) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو توجہ نہیں ہوئی یا آپ کے گھر میں بھی کچھ نہیں تھا اس لیے آپ نے ساری گفتگو گھر سے باہر ہی ختم کر کے رُخصتی مصافحہ کیا۔ آپ مایوس واپس ہوئے۔ اتنے میں دیکھا کہ خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے ان سے مصافحہ کیا اور چلتے چلتے مسائل پر گفتگو شروع کر دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی طرح گھر لے جانے کی بجائے باہر ہی سے رُخصت کر دیا، جس کی وجہ سے کچھ ملنے کی اُمید بھی ختم ہو گئی۔ آپ مایوسی سے واپس ہو رہے تھے کہ محبوب رب العالمین شفیع المذنبین ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ حضور ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی مسکرانے لگے اور فرمایا ابوہریرہ! معلوم ہوتا ہے بھوک کی شدت سے بے تاب ہو؟ آپ نے اثبات میں سر ہلایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا آؤ میرے ساتھ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے گھر میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ اندرون خانہ تشریف لے گئے اور گھر والوں سے پوچھا کچھ کھانے کے لیے ہے؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ ایک پیالہ دودھ کا آپ کے لیے ہدیہ کے طور پر کسی نے بھیجا ہے۔ آپ نے وہ پیالہ لیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ دودھ کے پیالہ پر نظر پڑتے ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جان میں جان آئی کہ ان کا رزق نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک سے مل رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا صفہ میں سے اپنے ساتھیوں کو بلا لاؤ۔ اس وقت صفہ میں مہمانانِ رسول ﷺ کی تعداد ستر تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا ارشاد سن کر طبیعت پر گرانی ہوئی کہ ایک پیالہ دودھ کا ہے جو

اس حالت میں میرے لیے بھی کافی نہیں ہوگا۔ چہ جائیکہ ستر افراد کے لیے کیا کفایت کرے گا؟ لیکن حضور ﷺ کے حکم کے سامنے جاں نثار صحابہ کرامؓ سر تسلیم خم کرنے کے سوا کچھ اور نہیں کرتے تھے۔ اس لیے فوری طور پر آپ اصحاب صفہ کو بلانے کے لیے گئے اور دل ہی دل میں اپنے آپ کو تسلی دیتے رہے کہ چونکہ میری حالت سب سے زیادہ ابتر ہے اس لیے سب سے پہلے مجھے دودھ پلائیں گے۔ بہرحال تمام مہمانانِ رسول حضور ﷺ کے حکم پر آ گئے۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ابو ہریرہ مہمانوں کو دودھ پلاؤ۔ آپ نے حکم کی اتباع میں ایک ایک ساتھی کو دودھ پلانا شروع کیا۔ ہر ساتھی سیر ہو کر دودھ پیتا رہا یہاں تک کہ ستر کے ستر اصحاب سیر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ دودھ پیو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور پیو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور پیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اور پیو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور پیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت اب بالکل گنجائش نہیں ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے باقی ماندہ دودھ نوش فرمایا۔

یہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تو کوئی باغ لگاتا تھا اور نہ بازار میں مال بیچتا تھا۔ میں تو حضور ﷺ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مل جائے۔ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ ایک ایک حدیث کے لیے میں دنوں اور راتوں کو پیدل چلا ہوں جب کہیں جا کر گوہر مقصود حاصل ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی تھے اور قرآن کریم کے علوم پر مہارت رکھتے تھے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی آمد پر کھڑے ہو کر استقبال فرماتے۔ ایک دفعہ کسی صحابی نے سوال کیا کہ آپ بڑے بڑے صحابہ کے لیے نہیں کھڑے ہوتے مگر ابن عباسؓ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں ان کے علم کی وجہ سے ان کا احترام کرتا ہوں۔ ان تمام اوصاف کے باوجود وہ فرماتے ہیں کہ میں بعض انصاری صحابہؓ کی خدمت میں حدیث شریف کے حصول یا مسئلہ معلوم کرنے جاتا تو معلوم ہوتا کہ ان کے آرام کا وقت ہے تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر ڈال کر انتظار میں بیٹھ جاتا۔

ہوا کی وجہ سے منہ اور بدن پر مٹی پڑتی رہتی مگر میں بیٹھا رہتا۔ جب وہ اُٹھتے تو میں حدیث شریف حاصل کرتا یا مسئلہ معلوم کرتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ تم حضور ﷺ کے چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے قابل احترام ہو۔ تم خود کیوں آئے ہو، ہمیں بلا لیتے۔ میں جواب دیتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں اس لیے میں حاضر ہونے کا زیادہ مستحق ہوں۔ بعض حضرات سوال کرتے کہ کب سے بیٹھے ہو؟ میں جواب دیتا کہ بہت دیر سے۔ وہ کہتے کہ تم نے بہت برا کیا، ہمیں اُٹھا لیا ہوتا۔ میں جواب دیتا کہ میرے دل نے گوارا نہیں کیا کہ طالب علم ہو کر آپ کو تکلیف دوں اور آپ اپنی ضروریات ترک کر کے میرے لیے آئیں۔

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین اور تبع تابعین سے علوم کا جو یہ سلسلہ چلا اس کی تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن اکابر علماء کرام نے حصول علم کے لیے تکالیف کا راستہ اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کی دولت سے مالا مال کیا۔ اسی لیے کہا گیا ہے:

من طلب العلی من غیر جهد اضاع العمر فی طلب المحال

جو بغیر محنت و کوشش اور جد و جہد کے بلندی کا طلب گار ہوتا ہے وہ اپنی زندگی کو ایک محال چیز کی جستجو میں ضائع کرتا ہے۔ اسی طرح کہا گیا:

من طلب العلی سهر اللیالی

''جو سر بلندی چاہتا ہے وہ سحر خیر گزی کو وطیرہ بنا لیتا ہے''

ہم اپنے اکابرین حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، فقیہ الامت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود اور محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان کی زندگیاں حصول علم کے سلسلے میں جاں فشانی، تنگ دستی اور مصائب سے پر نظر آتی ہیں۔ حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے حصول علم کے لیے کتنی زیادہ تکلیفیں برداشت کیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر جب اپنے طالب علمی کے حالات سناتے ہیں تو رونگٹے

کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ان حضرات نے علوم کے حصول کے لیے کتنی قربانیاں دی ہیں۔ ان اکابر کی زندگیاں مستقبل میں آنے والے علماء کرام کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اسی بنا پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ جو کہ شیخ زاہد الکوثریؒ کے شاگرد خاص تھے اور امام ابوحنیفہؒ سے گہری عقیدت و محبت اور آپ کے مسلک پر سختی سے کاربند رہنے والے اور اکابر علماء دیوبند سے خصوصی تعلق خصوصاً حضرت اقدس محدث العصر حضرت علامہ محمد سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ سے عشق کی حد تک محبت رکھنے والے تھے اور حصول علم کے بعد شام میں اپنے استاذ محترم کے ساتھ دینی خدمات انجام دے رہے تھے کہ لادین حکومت کے انتقام کا نشانہ بن کر سخت مصائب میں مبتلا کیے گئے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر سعودی عرب پہنچے اور دینی خدمات انجام دینا شروع کیں۔ یہاں بھی غیر مقلد حاسدین کی سازشوں کا نشانہ بنتے رہے۔ ان تمام مصائب و آلام کے باوجود اپنا علمی سفر جاری رکھا اور کئی کتابوں کی تصنیف کے ساتھ تدریسی عمل میں مشغول رہے۔ طالب علم اور مہمانانِ رسول ﷺ کے ساتھ تو خصوصی محبت کی وجہ سے ہمیشہ ہی خواہش مند رہتے کہ طلباء شوق و ذوق سے تعلیمی عمل میں مصروف ہوں اور اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلیں خصوصاً عرب نوجوانوں کی علوم دینیہ سے بے رغبتی ان کو ہمیشہ فکر مند رکھتی اس لیے انھوں نے ان میں ترغیب پیدا کرنے کے لیے اہل علم اور محدثین و فقہاء کے صبر آزما حالات کو جمع کیا جس نے عربوں میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی اور اہل علم نے اس کتاب کی تصنیف پر شیخ، کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

بہت عرصے سے ضرورت اس بات کی محسوس کی جا رہی تھی کہ اس کو اُردو کے قالب میں اسی خوبصورت انداز میں ڈھالا جائے، لیکن کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اللہ بھلا کرے ہمارے مخدوم بزرگ مولانا محمد شریف ہزاروی صاحب کا جن کو اللہ تعالیٰ نے علمی صلاحیت و اہلیت کے ساتھ تحریر کا ملکہ خصوصی طور پر ودیعت فرمایا ہے۔ بٹ گرام کے دینی علاقے میں آپ نے آنکھ کھولی۔ اگرچہ والد محترم عالم دین نہیں تھے لیکن علماء سے محبت و عقیدت رکھتے تھے اس لیے انھوں نے بیٹے کی پیدائش پر فیصلہ کر لیا کہ اس کو علم کی دولت سے سرفراز کرنے کے

لیے وقف کر دیں گے۔ لہٰذا سمجھداری کی عمر کو پہنچتے ہی مکتب میں قرآن کریم کی تعلیم کی طرف لگا دیا اور اس کے بعد رفتہ رفتہ علاقے کے اہل علم سے ابتدائی کتابیں پڑھیں اور دستور کے مطابق سوات اور اردگرد کے علاقوں کے علماء کرام کے خصوصی درس میں شرکت کی۔ صرف و نحو میں مہارت کے بعد منطق و فلسفہ اور علم بلاغت و فصاحت کی منازل طے کیں۔ اساتذہ کرام کی شفقت اور ذہنی استعداد اور والدین کی دُعاؤں سے جلد ہی موقوف علیہ تک کی کتابوں پر عبور حاصل کیا تو احادیث نبویہ کی اعلیٰ کتب کی تعلیم کے لیے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے قائم کردہ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کا انتخاب کیا۔ جہاں پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کے فاضل ولی کامل محدث کبیر مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کے ہم عصر اور فیض یافتہ بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب مسند حدیث پر رونق افروز امام بخاریؒ کے جمع کردہ جواہر پاروں کی تشریح و تدریس میں مصروف عمل تھے اور طالبان علوم حدیث ان کی شاگردی کو اپنے لیے سرمایہ افتخار و باعث نجات تصور کرتے تھے۔ مولانا محمد شریف صاحب بھی ان مہمانانِ رسول ﷺ میں شامل ہو کر امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امیر المومنین حضرت امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام مالکؒ، امام محمدؒ، امام نسائی اور دیگر ائمہ حدیث کے جواہر پاروں کو نہ صرف اپنے سینے میں منتقل کر رہے تھے بلکہ امام اعظم امام ابو حنیفہؒ اور دیگر ائمہ ثلاثہ کی فقہ کو احادیث نبویہ ﷺ کے مطابق مدلل و مدون اپنی آنکھوں سے ملاحظہ اور کانوں سے سماعت کر رہے تھے۔ ایک ایک دن میں سینکڑوں مرتبہ ''صلی اللہ علیہ وسلم''، ''رضی اللہ عنہم'' اور ''رحمہم اللہ'' کے مبارک الفاظ کے نغمے میں مولانا محمد شریف ہزاروی وراثت رسول اللہ کو سمیٹتے ہوئے جانشین رسول کے منصب کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اور آخرکار سات شعبان المبارک کو جب وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا امتحان سالانہ تکمیل کو پہنچا تو ۷۰ء، میں استاذ محترم کی گواہی پر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کی دعوت پر آئے ہوئے اکابر علماء کرام نے دستار فضیلت حدیث سر پر رکھی تو احساس ذمہ داری نے مولانا محمد شریف کے دل میں خدمت دین کا جذبہ بیدار کر دیا اور جب شوال میں اعلیٰ درجہ

کی کامیابی کے ساتھ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر مفکر اسلام مولانا محمد ادریس میرٹھی، مفتی احمد الرحمٰن، مولانا سلیم اللہ خان، شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر خان اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کی دستخطوں سے سند حدیث جاری ہوئی تو آپ تدریس کے منصب پر رونق افروز ہو کر اختیاری فقر و فاقہ کے ساتھ اکابر کی سنت کے مطابق امانت علوم دینیہ کی تقسیم کے منصب پر فائز ہو چکے تھے۔ شہید اسلام مولانا محمد عبداللہ کے جامعہ فریدیہ، علوم شرعیہ اور شاہ فیصل مسجد میں قائم مدارس میں تدریسی مراحل طے کرتے ہوئے ایم اے اسلامیات کی ڈگری حاصل کر کے ثابت کر چکے تھے کہ اکابر دیوبند کے مرتب کردہ درس نظامی کے سامنے ''ایم اے اسلامیات'' کی ڈگری کی ایک کاغذ کے پرچہ کی طرح سہل ہے۔ بنات اسلام میں تعلیم کا شوق دیکھتے ہوئے اور اس راستہ کے ذریعہ گمراہی کو پھیلتا دیکھ کر مدرسہ فاطمۃ الزہراء کے نام سے مدرسہ قائم کیا جہاں آج کل تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی اور امام اہل سنت مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ کی خصوصی رفاقت کی وجہ سے ہر مذہبی تحریک میں پیش پیش رہے۔ جبکہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی سے متاثر ہو کر تحریر و تصنیف کی طرف توجہ دی اور ''روزنامہ اوصاف'' کے علاوہ بہت سے اخبارات اور جرائد میں مختلف موضوعات پر مضامین تحریر فرمائے۔ ''روزنامہ اوصاف'' میں مسائل کا کالم شروع کرا کر مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے طرز پر عوامی سطح پر دینی رہنمائی کا کام شروع کیا۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ سے عقیدت و محبت کی وجہ سے قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے خصوصی تعلق ہے۔ اس لیے مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے علمی خزانوں کی اشاعت کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں اور اب حضرت مفتی محمودؒ صاحب کی شرح ترمذی کے طبع ثانی کے لیے خصوصی طور پر نظر ثانی اور تصحیح کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے رسالہ ''عصر حاضر...... احادیث نبویہ کے آئینہ میں'' جو ایک مختصر تالیف ہے اس کی احادیث کے سلسلے میں دیگر روایات اور اہل علم کے اقوال جمع کر کے اس کی تشریح مزید پر کام کر رہے ہیں جو

ماہنامہ ''بینات'' میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ سے آپ کا تعلق ان کی تصانیف کے ذریعے ہوا۔ اس کتاب کی علماء میں مقبولیت اور طلباء میں ضرورت کے پیش نظر نہایت آسان فہم اور سلیس زبان میں ترجمہ کیا۔ جو ہر اعتبار سے بہت ہی بہترین ہے۔ ترجمان علماء حق شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کی تقریظ اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے رئیس ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کی پیش لفظ سے ہی کتاب کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ برادرم حافظ ریاض درانی جن کو اللہ تعالیٰ نے اکابر علماء کرام کے علمی خزانوں اور شہ پاروں کو منظر عام پر لانے کی سعادت سے سرفراز فرمایا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے والد محترم کے اخلاص و للہیت اور حافظ صاحب کی مفتی محمود صاحبؒ سے عقیدت و محبت کا ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان تصانیف کی خدمات کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مولانا محمد شریف ہزاروی اور حافظ ریاض درانی صاحب کو اپنی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

آمین بجق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(حضرت مفتی) محمد جمیل خان (شہید)

خاک پائے شہید اسلام حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

باب اول

علم کے لئے مشقت اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بیان میں

پہلے انسان کا پہلا کام

(۱) امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا فرمایا ان کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا۔ جب پیدا کر چکے تو فرمایا جا کر اس جماعت کو سلام کرو (وہ فرشتوں کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی)۔ وہ جو حد یہ تم کو دیں وہ سن لو۔ وہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا حد یہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو السلام علیکم کہا' انہوں نے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہا' فرشتوں نے ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ کیا' پس جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم کی صورت پر ہوگا' اس کے بعد سے مسلسل لوگوں کے قد اب تک کم ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

علماء نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ حدیث کے یہ الفاظ'' کہ جا کر اس جماعت کو سلام کریں اور جو حد یہ دیں وہ سن لیں'' میں اس بات پر دلالت ہے کہ فرشتوں کی وہ جماعت حضرت آدم علیہ السلام سے دور تھی۔ اور اس میں طلب علم کے لئے سعی کرنے کی دلیل ہے اور یہ کہ طلب علم کے لئے سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام نے سعی کی۔

حصول علم سے استغناء نہیں

(۲) امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حر بن قیس فزاری کا صاحب موسیٰ کے بارے میں اختلاف ہوا کہ وہ کون تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ان پر گذر ہوا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ میرا اور میرے ساتھی کا صاحب موسیٰ کے بارے میں اختلاف ہوا ہے' جن کی ملاقات کے لئے حضرت موسیٰ نے راہنمائی طلب کی تھی' کہ وہ کون تھے؟ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے' انہوں نے کہا کہ ہاں' میں نے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ ارشاد فرمارہے تھے' کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ آپ سے کوئی بڑا عالم ہے۔ حضرت موسیٰ ؑ نے جواب میں فرمایا کہ نہیں' اللہ کریم نے حضرت موسیٰ ؑ کو بذریعہ وحی ارشاد فرمایا کہ ہاں ہمارا بندہ خضرؑ تم سے بڑا عالم ہے' حضرت موسیٰ نے ان تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ دریافت کیا' اللہ نے مچھلی کو ان کے لئے علامت مقرر فرمایا اور فرمایا کہ جہاں یہ مچھلی تم سے گم ہو جائے' اس جگہ کی طرف واپس آ جانا وہ تم کو وہاں مل جائیں گے' یہ دریا میں مچھلی کا نشان دیکھتے رہے تو موسیٰ کے ساتھی جوان نے کہا دیکھئے جب ہم چٹان کے پاس آرام کے لئے ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا اور شیطان نے مجھ کو بھلا دیا اس نے سمندر میں اپنی راہ لی تھی۔ اچنبھا ہے' حضرت موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے۔ وہاں سے اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس پلٹے۔ ان دونوں نے حضرت خضر کو پالیا' پھر ان میں وہ مکالمہ اور معاملہ ہوا جو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا' کہ یہ باب طلب علم کے لئے مشقت برداشت کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جو چیز انسان کو قابل رشک بنائے اس کے حصول کے لئے مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے' سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیادت اور آپ کے مقام رفیع نے آپ کو طلب علم اور اس کے لئے بحر و بر کا سفر کرنے سے نہیں روکا۔

حدیث میں صرف طلب علم کے لئے بحری سفر اختیار کرنے کا ذکر ہی نہیں آیا بلکہ علم میں اضافہ کے لئے بحری سفر اختیار کرنے کا ذکر ہے۔ سفر میں سفری اخراجات ساتھ لے جانے کی مشروعیت کا ذکر بھی ہے' اور ہر حال میں تواضع لازم ہے' اور یہ کہ کوئی بڑا آدمی بھی جب کسی سے تعلیم حاصل کرتا ہے تو اس کو بھی عاجزی اختیار کرنی چاہئے' اسی وجہ سے حضرت موسیٰ نے حضرت خضر کے ساتھ ملاقات اور ان سے حصول علم کے اشتیاق کا اظہار کیا تھا۔ اس میں قوم کے لئے تعلیم ہے کہ وہ ان کے طریقہ کو اپنائیں اور اس میں تزکیہ نفس والوں کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ تواضع کا راستہ اختیار کریں' اس میں اضافہ علم کی فضیلت ہے اگرچہ اس کے لئے مشقت

کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔

خطیب البغدادی نے اپنی کتاب "الرحلة فی طلب الحدیث" میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے' کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سفر کی جو مشقت اٹھائی۔ اور اس مشقت پر جو صبر کیا' اور حضرت خضر کے ساتھ جس طرح عاجزی سے پیش آئے' جبکہ حضرت خضرؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصد سے ان کے مقام اور ان کے شرف نبوت کا علم بھی ہو گیا تھا' اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ اہل علم کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے اور یہ کہ جس سے علم حاصل کیا جائے اس کے سامنے تواضع اور عاجزی ہی بہتر ہے۔

درجہ اور مقام کی بلندی کی وجہ سے اگر شاگرد استاد کے سامنے تواضع سے مستغنی ہوتا تو وہ حضرت موسیٰ ؑ ہی ہوتے' لیکن جب انہوں نے اہتمام اور کوشش کا اظہار کیا' اور جو علم ان کے پاس نہ تھا اس کے لئے وطن سے نکل جانا منظور کر لیا تو اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ مخلوق میں کوئی بھی ایسا نہیں جو تواضع کے بغیر اس حال میں بلند ہوا۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "مفتاح دار السعادہ" میں اہل علم کی فضیلت میں چونتیسویں وجہ یہ لکھی ہے' کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لئے اپنے برگزیدہ کلیم اللہ جن کے لئے اللہ نے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی تھی کا واقعہ حصول واز دیاد علم کے لئے ایک عالم شخص کی طرف سفر کرنے کا ذکر فرمایا۔

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا "جب موسیٰ نے اپنے جوان کو کہا میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا' یا چلتا جاؤں قرنوں" حضرت موسیٰ کو اس عالم سے ملاقات کی اتنی شدید حرص تھی اور ان سے سیکھنے کی اتنی خواہش' پھر جب ان سے ملاقات ہو گئی تو وہ ان کے ساتھ ایسے پیش آئے جیسے ایک طالب علم اپنے استاد کے ساتھ پیش آتا ہے "موسیٰ علیہ السلام نے ان [illegible] کہئے تو میں تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ مجھ کو سکھلا دے جو کچھ تجھ کو سکھلائی گئی ہے بھلی راہ' سلام کرنے کے بعد انہوں نے حضرت خضر کے ساتھ رہنے کی اجازت طلب کرنے سے بات کی ابتداء کی' کہ آپ کے ساتھ رہنا آپ کی اجازت سے ہو گا اس لئے کہا کہ جو بھلی راہ آپ کو سکھلائی گئی ہے آپ مجھ کو سکھلا دیں" اور یہ کہ وہ علم سیکھنے اور علم میں اضافہ کے

لئے آئے ہیں کسی امتحان اور عیب کی تلاش کے لئے نہیں۔

علم کے شرف وفضیلت کے لئے یہ بات کافی شافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور کلیم علیہ السلام نے جب ایک عالم شخص کے بارے میں سنا تو آپ کو اس وقت تک قرار نہ آیا جب تک آپ نے ان سے مل کر ان کے ساتھ رہنے کی اجازت ان سے طلب نہ کر لی۔ یہ طویل سفر اور سفر کی صعوبتیں آپ نے صرف تین مسئلوں کے لئے برداشت کی۔

صحابہ کے طلب علم کے لئے سفر کے واقعات

پر خطر مقامات کے لیے رخت سفر:

(۳) امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب المناقب'' میں قصہ زمزم اور اسلام ابوذر کے باب میں اور امام مسلم نے فضائل ابوذر رضی اللہ عنہ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے' کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہوا' تو آپ نے اپنے بھائی انیس کو کہا کہ آپ اس وادی میں جا کر اس شخص کے بارے میں مجھے معلومات فراہم کر دیں جو یہ کہتا ہے کہ مجھ پر آسمانی خبریں آتی ہیں۔

انیس مکہ مکرمہ آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سنی اور واپس جا کر حضرت ابوذر کو کہا کہ وہ اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور ایسا کلام پیش کرتے ہیں جس کا اشعار وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ میں چاہتا تھا تیری حاصل کردہ معلومات سے مجھ کو اس میں کوئی تسلی تشفی نہیں ہوئی۔

حضرت ابوذرؓ نے سفر کی تیاری کی زادراہ اور پانی کا مشکیزہ ساتھ لیا اور مکہ مکرمہ وارد ہوئے اور مسجد حرام میں آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کی۔ لیکن خود تو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا یہاں تک کہ رات ہوگئی اور آپ لیٹ گئے' حضرت علیؓ آپ کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ کوئی مسافر ہے ان کو گھر لے جانے کی دعوت دی اور گھر لے گئے' لیکن ایک دوسرے سے کوئی بات چیت نہ کی یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

حضرت ابوذرؓ اپنا سامان لے کر پھر مسجد آ گئے یہ دن بھی گذر گیا اور آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا' پھر جب شام ہوگئی اور آپ لیٹنے کے لئے جانے لگے تو حضرت علیؓ کا پھر گذر ہوا' تو فرمایا کہ شاید آپ کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر اٹھا کر اپنے ساتھ گھر لے گئے' پھر بھی ایک دوسرے سے کوئی بات نہ پوچھی۔ یہاں تک کہ تیسرا دن ہوگیا۔ تو حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں اپنے آنے کا مقصد بیان نہیں کرتے' حضرت ابوذرؓ نے کہا

کہ تم پکا وعدہ کرو کہ میری صحیح راہنمائی کرو گے تو میں اپنا مدعا بیان کر دیتا ہوں' حضرت علیؓ نے وعدہ کیا تو انہوں نے اپنا مدعا بیان کر دیا' حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ بالکل سچ ہے اور وہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

صبح آپ میرے پیچھے پیچھے چلتے رہیں۔ اگر میں راستہ میں تمہارے بارے میں خطرہ محسوس کروں تو میں دیوار کی اوٹ میں پیشاب کرنے کے بہانے ہو جاؤں گا' تم چلتے رہنا اور اگر میں چلتا رہوں تو تم بھی میرے پیچھے چلتے رہنا تا کہ ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ چلتے رہے اور میں بھی پیچھے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں داخل ہو گئے اور حضرت ابوذرؓ بھی اندر داخل ہو گئے' حضرت ابوذرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی اور وہیں مسلمان ہو گئے۔

حصول مقصد کے لیے طویل انتظار:

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے واقعہ کی ایک دوسری روایت ہے جس کے راوی ان کے بھتیجے عبداللہ بن الصامت الغفاریؒ ہیں۔ امام مسلمؒ نے اس کو اپنی صحیح میں ذکر کیا' جس کا خلاصہ یہ ہے' حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ہمارا قبیلہ غفار اشھر حرم کو حلال سمجھتے تھے' میں اور میرا بھائی انیس اور ہماری والدہ ہم اپنے قبیلے سے نکل کر مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ اتر گئے' میرا بھائی کسی کام کی غرض سے مکہ مکرمہ چلے گئے' واپس آنے میں انہوں نے تاخیر کر دی' واپسی پر میں نے تاخیر کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگے کہ مکہ مکرمہ میں میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے کہا کہ لوگ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں' اس نے کہا کہ لوگ ان کو شاعر کاہن اور جادوگر کہتے ہیں۔ انیس خود بھی شاعر تھے' انیس کہنے لگے کہ میں نے کاہنوں کی باتیں سنیں ہیں' لیکن ان کا کلام کاہنوں کی طرح نہیں' اور بڑے بڑے شعراء کے کلام کے مطابق میں نے ان کے کلام کو پرکھا۔ لیکن ہر بڑے شاعر کے کلام میں سے میں نے ان کے کلام کو فائق پایا ان کا کلام شعر نہیں۔ اللہ کی قسم وہ سچے اور باقی لوگ جھوٹے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ نے اپنے بھائی کو کہا کہ پھر میں جاتا ہوں تم میرا انتظار کرو' تا کہ میں ان کا معاملہ دیکھ لوں' کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ آ گیا اور لوگوں میں ایک ضعیف اور کمزور شخص کو تلاش کیا' اور اس سے پوچھا ''اس لئے کہ ضعیف آدمی سے اکثر و بیشتر شر کا خطرہ کم ہوتا ہے'' کہ تم جس شخص کو صابی کہتے ہو وہ کہاں ہے؟ اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ صابی ہے۔ اس کے کہنے سے تمام بستی والے پتھروں' ڈھیلوں اور ہڈیوں سے مجھ پر پل پڑے۔ اور میں بے ہوش ہو کر گر گیا۔ مجھ کو جب ہوش آیا تو زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے میں سرخ بت کی طرح تھا (اہل جاہلیت پتھروں کے بتوں کے پاس جانور ذبح کرتے تھے اور خون ان پر ڈال دیتے تھے جس کی وجہ سے وہ سرخ ہو جاتا تھا)۔

فرماتے ہیں کہ میں زمزم کے کنویں کے پاس آیا' اپنے جسم سے خون دھویا اور زمزم کا پانی پیا' حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میرے بھتیجے مجھے اسی حالت میں تیں دن ہو گئے' میرے کھانے پینے کے لئے زمزم کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی' لیکن زمزم کے پانی کے ساتھ میں اتنا موٹا تازہ ہو گیا کہ میرے پیٹ میں سلوٹیں پڑ گئیں' اس عرصہ میں مجھے بھوک کا اثر اور کمزوری محسوس نہیں ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ ایک چاندنی رات میں تمام اہل مکہ سو گئے۔ کعبہ کے گرد طواف کرنے والا کوئی بھی نہ تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے حجر اسود کا استیلام کیا بیت اللہ کا طواف کیا اور نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے حاضر ہو کر سلام کیا۔ آپؐ نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کی قبیلہ غِفار سے ہوں' آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنی پیشانی پر رکھا میں نے دل میں سوچا کہ میری قبیلہ بنو غِفار کی طرف نسبت کرنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند سمجھا' میں نے آپ کے ہاتھ مبارک کو پکڑنا چاہا کہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ کو روکا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مجھ سے زیادہ جاننے والے تھے' انہوں نے مجھ سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بدشگونی دور کرنے کے لئے ایسا کیا۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر مبارک اٹھا کر مجھ سے پوچھا کہ تم کب سے یہاں ہو؟ میں نے عرض کی تیں دن سے' آپ نے پوچھا تم کو کھانا کون دیتا ہے۔ میں نے کہا زمزم

کے پانی کے علاوہ میرا کوئی کھانا نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ میں اتنا موٹا تازہ ہو گیا ہوں کہ میرے پیٹ میں سلوٹیں پڑ گئیں اور میں اپنے جگر میں بھوک کا اثر بھی محسوس نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ یہ مبارک پانی کھانے کا کھانا اور بیمار کے لئے شفا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ حضرت آج ان کے کھانے کے لئے مجھے اجازت دے دیجئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ چل پڑے میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا حضرت ابو بکرؓ نے دروازہ کھولا اور مٹھیاں بھر بھر کر طائف کی کشمش ہمارے لئے لاتے رہے یہ پہلا کھانا تھا جو میں نے مکہ مکرمہ میں کھایا۔

تحصیل علم کے لیے باری مقرر کرنا:

(۵) امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کتاب العلم میں نقل کیا ہے' اور کتاب النکاح میں آدمی کا بیٹی کو نصیحت کرنے کے باب میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی جو کہ عوالی میں میرا پڑوسی تھا' نے باری مقرر کی تھی ایک دن وہ مدینہ جاتے اور واپس آ کر اس دن کی خبر اور وحی کا حال مجھ کو بتا دیتے اور ایک دن میں جاتا اور آ کر اس دن کی خبر اور وحی کا حال ان کو بتلاتا۔

اس کے بعد امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے جو کہ بہت ہی اچھی اور عجیب ہے۔

ایک حدیث کے لیے مہینہ کا سفر:

(۶) امام بخاری نے صحیح بخاری کتاب العلم میں ''علم کے لئے نکلنے کے باب'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سیکھنے کے لئے ایک مہینہ کا سفر کیا۔

اسی حدیث کی طرف امام بخاری نے اپنی کتاب ''ادب المفرد'' کے باب المعانقہ میں اشارہ کیا ہے کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے بارے میں سنا کہ انہوں

نے ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ میں نے ایک اونٹ خریدا اور رخت سفر باندھا ایک مہینہ تک میں نے سفر کیا اور عبداللہ بن انیس کے پاس شام پہنچا میں نے ان کے دربان کو کہا کہ عبداللہ بن انیس کو کہو کہ جابر دروازے پر ہے' اس نے کہا کہ جابر بن عبداللہ' میں نے کہا ہاں! عبداللہ بن انیس باہر نکلے میرے ساتھ معانقہ کیا میں نے ان کو کہا کہ مجھے ایک حدیث کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے' مجھے یہ ڈر محسوس ہوا کہ کہیں مجھے یا آپ کو اس کے سننے سے پہلے موت نہ آ جائے (اس لئے میں نے یہ سفر اختیار کیا) عبداللہ بن انیس نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے کہ ننگے بدن اور غیر مختون ہونگے اور ان پر کچھ بھی نہ ہوگا اللہ کریم اس موقعہ پر ایسی آواز سے پکاریں گے کہ دور والے بھی اسی طرح سنیں گے جس طرح قریب والے' فرمائیں گے کہ میں بادشاہ ہوں اور میں ہی بدلہ لینے والا ہوں' جو جنتی کسی جہنمی کو کسی انصاف میں مطلوب ہو اس کے لیے جنت کا داخلہ نہیں۔ اور جو جہنمی کسی جنتی کو انصاف میں مطلوب ہو اس کے ئے جہنم میں داخلہ نہیں۔ یعنی جنتی جنت میں' اور جہنمی جہنم میں بغیر حساب کے تصفیہ کے داخل نہ ہو سکیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ کیسے ہو سکے گا جب ہم اللہ کے پاس ننگے حالت میں جائیں گے' اور حساب و کتاب تو نیکیوں اور برائیوں سے ہوگا۔

خطیب بغدادی نے حدیث جابرؓ کو اپنی کتاب ''الرحلۃ فی طلب الحدیث'' میں مختلف طرق سے نقل کیا ہے' اور خطیب بغدادی کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث کا اس حدیث کو ان صحابہ کی احادیث میں ذکر کیا ہے جنہوں نے صرف ایک حدیث کی سماع کے لئے سفر کیا' خطیب بغدادی کی کتاب ''الرحلۃ'' ایک نافع اور علم کے لئے سفر اختیار کرنیوالوں میں تحریک اور داعیہ پیدا کرنے والی کتاب ہے آپ اس کو ضرور پڑھیں تاکہ آپ بھی حصول علم کے لئے سفر اختیار کریں۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حدیث جابرؓ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حصول علم کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اتنی حرص تھی جو اس سفر سے ثابت ہو رہی ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص طلب علم کے لئے سفر کرتا ہے تو کیا وہ ایک بڑے عالم کے پاس مستقل رہ جائے یا برابر سفر کرتا رہے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ وہ سفر برابر اختیار کئے رکھے اور مختلف علاقوں کے علماء سے کتابت علم کرتا رہے۔ لوگوں کے قریب ہوتا رہے اور ان سے علم حاصل کرتا رہے۔

مسلسل سفر اختیار کرنا:

(۷) حافظ عراقی کی ''شرح الالفیہ'' اور حافظ سخاوی کی ''فتح المغیث'' میں ہے کہ عبداللہ بن احمد حنبل نے اپنے والد سے پوچھا کیا طالب علم پر لازم ہے کہ وہ ایک ہی صاحب علم کی صحبت کو ہمیشہ اختیار کئے رکھے اور اسی سے علم حاصل کرتا رہے اور لکھتا رہے یا مختلف جگہوں (جہاں پر علماء موجود ہوں) کا سفر کرتا رہے اور ان سے سماع کرے انہوں نے فرمایا کہ اس کو سفر کرتے رہنا چاہئے اور علماء کوفہ' علماء بصرہ' اہل مدینہ اور اہل مکہ سے کتابت علم کرنا چاہئے۔ اس کو لوگوں کے قریب ہو کر سماع کرنا چاہئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آدمی کو طلب علم کے لئے سفر کرنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا ہاں سخت قسم کا سفر اختیار کرنا چاہئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ علقمہ بن قیس النخعی اور اسود بن یزید النخعی دونوں اہل کوفہ میں سے ہیں۔ یہ عراق میں ہوتے تھے ان کو حضرت عمرؓ کی مروی حدیث پہنچتی تو یہ صرف اس پر اکتفاء نہ کرتے بلکہ یہ دونوں حضرات مدینہ کا سفر اختیار کرتے اور خود سیدنا عمرؓ سے سماع کرتے۔

کثرت مشائخ سے علم میں کمال آتا ہے:

(۸) مشہور فلسفی علامہ قاضی فقیہ' مؤرخ' ماہر عمرانیات وعلوم معاشرت' عبدالرحمان بن محمد بن خلدون رحمہ اللہ (۷۳۲ھ۔ ۸۰۸) نے مقدمہ ابن خلدون میں فرمایا کہ علم کے لئے سفر اور مشائخ کے ساتھ ملاقات سے علم میں کمال پیدا ہوتا ہے اس وجہ سے کہ انسان' معارف و اخلاق اور مذاہب کی اعلیٰ اقدار اور فضائل کبھی تو علم تعلیم اور ملاقات سے حاصل کرتا ہے' اور کبھی اس کے سامنے بیان کرنے سے' ہاں مباشرۃً تلقین سے جو ملکہ اور استعداد پیدا ہوتی ہے'

اس میں استحکام اور رسوخ زیادہ ہوتا ہے۔ پس ملکات اور ان میں رسوخ کا دارومدار کثرت شیوخ پر ہے۔

تعلیم علوم میں اصطلاحات کا استعمال علم کے ایک جزء کے طور پر ہمیشہ رہا ہے لیکن اصطلاحات کی سمجھ طالب علم پر مشتبہ ہی رہتی ہے۔ اس لئے کہ معلمین کا طریقہ اس میں مختلف ہوتا ہے' مختلف اساتذہ سے بالمشافہ اخذ علم سے یہ اشتباہ دور ہو جاتا ہے۔

پس اہل علم سے ملاقات اور مشائخ کی کثرت اصطلاحات میں کثرت طرق کی اشتباہ میں تمیز کا فائدہ دیتا ہے ورنہ علم ان اصطلاحات کے فوائد سے خالی ہوگا۔ اور یہ بات بھی جان لینی چاہئے کہ یہ اصطلاحات بھی تعلیم کا ایک گوشہ اور مقصود تک وصول کا طریقہ ہے۔ ملکہ میں استحکام اور رسوخ کے لئے اس کی قوتیں بلند ہو جاتی ہیں۔ اس کے معارف صحیح اور دوسروں سے ممیز ہو جاتے ہیں۔ جبکہ ملکہ میں تقویت بالمشافہ اخذ علم تلقین اور تکثیر مشائخ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ کام اس شخص کے لئے ہے جس کے لئے اللہ کریم نے علم وہدایت کے طریقے آسان کر دیے ہیں۔ طلب علم کے لئے سفر کرنا ضروری ہے تا کہ مشائخ کی ملاقات اور لوگوں کے میل جول کی وجہ سے یہ فوائد اور کمال حاصل ہو جائے۔ واللہ یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

اوائل عمر میں تحصیل علم کرے:

(۹) امام ابن جماعہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''النافع البدیع'' کے باب ''تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم'' میں طالب علم کے لئے آداب پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا' تیسری بات یہ ہے کہ وہ اپنی جوانی اور اوائل عمر کے اوقات میں تحصیل علم کے لئے جلدی کرے' اس کو آرزؤں اور امیدوں کے دھوکے میں نہیں رہنا چاہئے' اس لئے کہ عمر کی جو گھڑی گذر جائے اس کا کوئی بدل اور عوض نہیں اور مشغولیتوں والے تعلقات' اعمال خیر سے دور رکھنے والے مشاغل اس کی حصول علم کے لئے کوشش' جدوجہد کی قوۃ' مکمل طلب جس پر اب یہ قادر ہے ختم کر دیں گے۔ کیونکہ یہ مشاغل ڈاکوؤں کی مانند ہیں۔ اسی وجہ سے سلف نے طالب علم کے لئے گھر سے دوری اور اجنبیت کو مستحب سمجھا ہے۔ اس لئے کہ فکر جب منقسم ہو تو وہ حقائق

کے ادراک اور باریکیوں کی تلاش سے قاصر ہو جاتی ہے' اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ علم اپنا بعض حصہ تم کو اس وقت تک نہیں دے گا جب تک تم اپنے آپ کو مکمل اس کے حوالے نہ کر دو۔

علم کے لیے در در پھرنا:

(۱۰) علامہ ابو اسحاق ابراھیم بن عثمان الغزی جو کہ فلسطین کے شہر غزہ میں ۴۴۱ھ میں پیدا ہوئے' خراسان کے شہر مرو اور بلخ کے درمیان فوت ہوئے اور بلخ لے جا کر دفنائے گئے۔ جنہوں نے حصول علم کے لئے اطراف دنیا کو چھان مارا تھا۔ انہوں نے طلب علم' علم کے لیے در در پھرنے' علم کے لیے زمین میں چلنے پھرنے' جس میں اکابر و اشراف گم اور ضائع ہو گئے' کے بارے میں کیا خوبصورت اشعار کہے ہیں۔ ترجمہ اشعار'

فرمایا' جہل کی وجہ سے جو لوگ علم و ادب سے مستغنی ہیں ان کی حالت تم کو دھوکہ میں مبتلا نہ کرے اس لئے کہ نابینا شخص چراغ اور روشنی سے بے نیاز ہوتا ہے۔

تیری سستی تجھ کو تیری پیدائش والی سرزمین پر روکے رکھے گی۔ موتی کی قدر و قیمت گہرے پانی میں نہیں پہچانی جاتی۔

علامہ ابن رشد المغربی البستی (۶۵۷۔۷۲۱) رحمہ اللہ نے علم کے لئے سفر اور وطن سے دوری اختیار کرنے کی تعریف میں فرمایا' ترجمہ اشعار'

فرمایا' علم کے لئے سفر اختیار کر اور اپنے وطن کی پرواہ نہ کر' تو جس چیز میں آرزو رکھتا ہے اور جو تیری حاجت ہو اس میں تجھے کامیابی حاصل ہوگی۔

اگر جدائی نہ ہوتی تو مشک بالوں کی مانگ میں نہ پڑ سکتی' اور اگر جدائی نہ ہوتی تو موتی بادشاہوں کے تاج میں نہ جڑ سکتے۔

"علماء تابعین اور مسلمان حکمرانوں کا علم کے لئے سفر اور مشقت"

ایک کلمہ سیکھنے کے لیے سفر:

(۱۱) ہم جلیل القدر تابعی عابد فقیہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد حضرت مسروق بن اجدع الھمد انی الکوفی (وفات ۶۳ھ) جن کے بارے میں امام شعبیؒ نے فرمایا کہ میں نے ان سے بڑھ کر کوئی طالب علم نہیں دیکھا۔ کے تذکرے سے ابتداء کرتے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبرؒ نے "جامع بیان العلم وفضلہ" میں نقل کیا ہے کہ حضرت مسروقؒ نے ایک حرف یعنی ایک کلمہ کیلئے سفر اختیار کیا' اور ابو سعید یعنی حضرت حسن بصری نے بھی ایک کلمہ کے سیکھنے کے لئے سفر اختیار کیا

علم کے ایک کلمہ کے لئے سفر اختیار کرنا صرف اس زمانہ کے علماء کے ساتھ ہی خاص نہ تھا بلکہ یہ صفت اس زمانہ کے امراء اور حکام میں بھی تھی' امام ابو احمد عسکری' حسن بن عبداللہ نے اپنی کتاب "شرح مایقع فیہ التصحیف والتحریف" میں لکھا ہے کہ مجھے ابو العباس بن عمارہ نے بیان کیا انہوں نے سلیمان بن ابی شیخ سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ حضرت اصمعیؒ نے ایک دن بنو امیہ یا بنو مروان (راوی کو شک ہے) کے علمی شغف کا تذکرہ کیا کہ بعض دفعہ شام میں قیام کے دوران ان کو کسی شعر کے بیت میں شبہ پڑتا۔ یا کسی حدیث میں اختلاف پیدا ہوتا۔ یا عرب کے جنگوں کے تذکرے میں کوئی اختلاف پیدا ہوتا تو اس شبہ کو رفع کرنے کے لئے وہ عراق تک (تقریباً بارہ میل) کا سفر اختیار کرتے۔

ابوبکر بن محمد بن درید کہتے ہیں ابو عثمان نے توزی سے انہوں نے ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ ہم بنو امیہ کی جانب سے روزانہ ایک سوار روانہ کرتے تھے جو حضرت ابو قتادہ کے دروازے پر بیٹھا رہتا تھا۔ اور ان سے کسی نسب' خبر یا کسی شعر کے بارے میں پوچھتا حضرت ابو قتادہ کے پاس لوگ بہت زیادہ جمع ہوتے تھے۔

ابوبکر کہتے ہیں کہ اصمعی کے بھتیجے نے محمد بن سلام جمحی سے نقل کیا کہ عامر بن عبدالملک

المسمعی نے کہا کہ بنومروان کے دو آدمیوں کا شعر کے ایک بیت میں اختلاف ہوا فیصلہ کے لئے انہوں نے حضرت ابوقتادہ کی طرف ایک شخص روانہ کیا۔

کہتے ہیں کہ بنومروان کے خلفاء کی اولاد کی طرف سے ایک شخص حضرت قتادہؓ کے پاس آیا اوران سے پوچھا کہ جنگ قِقہ میں قبیلہ بنوتغلب کے عمرو اور عامر کو کس نے قتل کیا تھا؟ تو انہوں نے کہ ان کو جحدر بن ضبیعہ بن قیس ثعلبہ نے قتل کیا تھا' اس شخص نے وہاں سے کوچ کیا شام واپس آ گیا' پھر لوٹ کر گیا کہ واقعی ان کو جحدر نے قتل کیا تھا' لیکن یہ بتائیں کہ دونوں کو اکٹھا کس طرح قتل کیا تھا' انہوں نے کہا کہ وہ دونوں ان کے ساتھ باری باری لڑے اس نے ایک کو نیزے کے پھل اور دوسرے کو نیزے کے پیچھے کے لوہے سے پس دونوں کو یکے بعد دیگرے گرادیا۔

ان سے سن کر تسلی ہوئی:

(۱۲) خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ''الکفایہ فی علم الروایۃ'' میں جلیل القدر تابعی ابو العالیہ رفیع بن مہران الریاحی البصری (المتوفی ۹۳ھ) سے نقل کیا ہے کہ ہم بصرہ میں رہ کر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کا سماع کیا کرتے تھے۔ لیکن تسلی اس وقت ہوتی جب ہم مدینہ منورہ جا کر خود ان کی زبان سے سن لیتے۔

ایک حدیث کے لیے سفر:

(۱۳) حافظ ابن کثیرؒ نے ''البدایہ والنھایہ'' میں سید التابعین عالم مدینہ حضرت سعید بن المسیب (۱۳۔۹۴) رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا میں کئی دنوں اور راتوں کا سفر ایک حدیث کے لئے کیا کرتا تھا۔

(۱۴) حافظ رامھر مزی نے ''المحدث الفاضل بین الراوی والواعی'' میں جلیل القدر تابعی امام شعبی عامر بن شراحیل کوفی ھمدانی (۱۹۔۱۰۳) سے نقل کیا ہے کہ ان کے سامنے تین احادیث کا ذکر کیا گیا وہ ان کی طلب میں کوفہ سے مکہ مکرمہ کے لئے عازم سفر ہوئے فرمایا کہ شاید میری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے ہو جائے یا اس شخص سے جس نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے ملاقات کی ہو۔

پہلے حفظ پھر کتابت:

(۱۵) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام شعبی عامر بن شراحیل کے احوال میں لکھا ہے کہ ابن شبرؒ کہتے ہیں کہ میں نے آج تک کوئی حدیث بغیر حفظ کئے کبھی کالی سیاہی سے سفید کاغذ پر نہیں لکھی۔ اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی بات مجھے دوبارہ کہی جائے اور مجھے علم کا اتنا حصہ بھول گیا کہ اگر کوئی دوسرا اس کو یاد کر لے تو وہ اس سے بہت بڑا عالم بن جائے۔

وادع الراسبی نے امام شعبی سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ سب سے کم جو چیز نقل کرتا ہوں وہ اشعار ہیں' لیکن اگر میں مہینہ بھر تم کو اشعار سناتا رہوں تو اس میں کوئی شعر مکرر نہیں آئے گا۔

ابن مدینی کہتے ہیں کہ امام شعبی سے پوچھا گیا کہ یہ تمام علم آپ کو کیسے حاصل ہوا تو فرمایا کہ دوسروں پر عدم اعتماد (یعنی خود سفر کر کے صاحب علم کے پاس پہنچ کر اس سے علم حاصل کیا صرف کسی کی نقل پر اعتماد نہیں کیا) اور شہروں کے سفر میں گدھے کی طرح صبر ''یعنی جس طرح گدھا کم خوراک اور ذلت و رسوائی پر صابر شاکر رہتا ہے میں نے بھی صبر کیا'' اور کوے کی طرح صبح جلدی اٹھنے کی وجہ سے یہ علم مجھے حاصل ہوا۔

ایک حدیث کے لیے تین ماہ کا انتظار:

(۱۶) حافظ دارمی نے اپنی سنن' اور خطیب بغدادی ''الرحلۃ فی طلب الحدیث'' میں جلیل القدر تابعی علامہ ابو قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی البصری متوفی ۱۰۴ھ سے نقل کیا ہے' فرماتے ہیں میں نے مدینہ میں تین ماہ صرف اس لئے قیام کیا کہ مجھے ایک شخص کے آنے کے بارے میں معلوم ہوا جن کے پاس ایک حدیث ہے اس کے علاوہ میری اور کوئی حاجت نہیں تھی یہاں تک کہ وہ تشریف لائے اور وہ حدیث انہوں نے مجھ کو بیان کر دی۔

کابل کا باشندہ ملک شام کا امام:

(۱۷) حافظ نے ''تاریخ اسلام'' اور ''تذکرۃ الحفاظ'' میں جلیل القدر تابعی مکحول الشامی اھل شام کے امام اور فقیہ جن کی پیدائش کابل افغانستان میں ہوئی اور ملک شام کے شہر دمشق میں ۱۱۲ھ میں انکا وصال ہوا کے احوال میں لکھتے ہیں'

کہ امام مکحول ابوعبداللہ بن ابی مسلم الھزلی' فقیہ' حافظ' اہل شام کے عالم' ھذیل قبیلہ کی ایک خاتون کے غلام تھے' عبداللہ بن العلاء کہتے ہیں کہ میں نے امام مکحول سے سنا وہ فرمار ہے تھے کہ میں سعید بن العاص کا غلام تھا۔ انہوں نے مجھ کو مصر کی ایک ھذیلی خاتون کو ھبہ کر دیا۔ اس عورت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مصر میں کرم فرمایا۔

یحیٰ بن حمزہ ابو وھب الکلاعی عبداللہ بن عبید سے وہ امام مکحول سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا مصر میں مجھے غلامی سے آزادی ملی ۔ وہاں مجھ کو جو بھی علم ملا اس کو میں نے سمیٹا پھر میں عراق آیا وہاں بھی ایسا کیا۔ پھر مدینہ آیا وہاں بھی ایسا کیا۔ پھر میں شام آیا یہاں میں نے اس علم کو چھانی میں چھانا۔ یہ سب کچھ میں نے پوچھ پوچھ کر نقل کیا۔

یونس بن بکیر ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام مکحول کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے طلب علم میں تمام زمین کا چکر لگایا' سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ امام مکحول نے کہا کہ میں نے جو کچھ سن کر اپنے سینہ میں امانت کیا۔ جب بھی میں نے اس میں سے کسی چیز کا ارادہ کیا تو وہ مجھے اسی وقت مل گئی۔

دیت میں تین سو حدیثیں:

(۱۸) قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ''ترتیب المدارک'' اور ''معالم الایمان'' میں اور ابن ناجی نے ''تکملہ میں'' امام عبداللہ بن فروخ الفارسی القیراونی (ولادت ۱۱۵ھ اندلس وفات ۱۷۶ھ مصر) جو کہ امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام ثوری کے اصحاب میں سے تھے' کے احوال میں لکھا' فرمایا کہ جب میں کوفہ آیا تو میری آرزو یہی تھی کہ میں امام اعمش سلیمان بن مھران سے سماع کروں' میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اھل حدیث سے ناراض ہوتے ہیں'

اور انہوں نے قسم اٹھائی ہے کہ وہ ایک عرصہ تک اھل حدیث کو نہیں پڑھائیں گے۔

فرماتے ہیں کہ میں روزانہ ان کے دروازے پر اس امید سے حاضر ہوتا کہ شاید ان تک میری رسائی ہو جائے' لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ ایک دن میں ان کے دروازے پر اپنی غریب الوطنی اور سماع سے محرومی پر متفکر بیٹھ گیا' کہ ایک لونڈی ان کے دروازے سے نکلی۔ اس نے مجھ کو کہا کہ تم ہمارے دروازے پر کیوں بیٹھے ہو۔ میں نے اس کو کہا کہ میں مسافر آدمی ہوں۔ اور اپنا حال احوال سنایا' اس نے پوچھا کہ تم کس ملک سے ہو' میں نے کہا کہ افریقہ سے' اس پر اس نے مزید دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تم کو ''قیروان'' معلوم ہے۔ میں نے کہا کہ میں ''قیروان'' کا ہوں۔ اس نے کہا کہ تم کو ابن فروخ کا گھر معلوم ہے میں نے کہا کہ میں اسی گھر سے ہوں اس پر اس نے مجھے غور سے دیکھا اور کہا تم عبداللہ ہو؟ میں نے کہا ہاں وہ ہماری لونڈی تھی جس کو ہم نے بچپن میں فروخت کر دیا تھا۔ وہ جلدی سے امام اعمش کے پاس گئی اور کہا کہ میرے وہ مالک جن کے بارے میں اکثر میں آپ کو بتاتی رہتی تھی دروازے پر ہیں۔ انہوں نے مجھ کو اندر آنے کی اجازت دے دی' میں اندر داخل ہوا' انہوں نے اپنے گھر میں اپنے کمرے کے بالمقابل مجھے رہنے کو کمرہ دے دیا۔ انہوں نے حدیثیں بیان کیں میں نے ان سے سماع کیا میں نے اپنی حاجت پوری کر لی اور لوگ محروم رہے۔

مالکی نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بہت پہلے سے سفر اختیار کیا۔ شیوخ اور فقہاء سے ملے۔ امام ابوحنیفہؒ سے انہوں نے بہت سارے ان مسائل کا سماع کیا جو غیر مدوّن تھے کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار تھی' انہوں نے ذکر کیا کہ ابن فروخ نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کے گھر کے اوپر سے ایک اینٹ مجھ پر گری جس سے میرا سر زخمی ہو گیا اور خون نکلا' امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ یا تو مجھ سے دیت لے لو یا تین سو حدیثیں پڑھ لو' میں نے کہا کہ میں احادیث پڑھنا چاہتا ہوں تو انہوں نے احادیث بیان کر دیں۔

''اس کے بعد ہم سید المحدثین امام اھل السنہ' اھل سنت کے علمبردار عابد زاھد ابوعبداللہ احمد بن حنبل (ولادت ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ) رضی اللہ عنہ کے' اسی ضمن کے احوال لکھتے ہیں''

کم عمری سے طلب حدیث کے لیے سفر:

(۱۹) ابوالایمن العلیمی کی کتاب ''المنہج الاحمد'' میں آیا ہے بلکہ انہوں نے اپنی کتاب امام احمد کے احوال سے شروع کی فرمایا' کہ امام احمد رحمہ اللہ نے طلب حدیث سولہ سال کی عمر میں شروع کی ۱۸۳ھ میں آپ نے کوفہ کا سفر کیا یہ امام احمدؒ کا پہلا سفر تھا۔ بصرہ کا سفر آپ نے ۱۸۶ھ میں کیا ۱۸۷ھ میں آپ نے سفیان بن عیینہ سے اخذ علم کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ اسی سال آپ نے پہلا حج بھی کیا' امام عبدالرزاق سے اخذ علم کے لئے آپ نے ۱۹۷ھ میں امام یحیی بن معین کی معیت ورفاقت میں صنعاء یمن کا سفر اختیار کیا۔

اینٹ کا تکیہ:

(۲۰) حافظ ابن الجوزی نے ''مناقب امام احمد'' میں اور فقیہ احمد بن حمدان الحنبلی نے اپنی کتاب ''صفة الفتویٰ والمفتی والمستفتی'' اور حافظ ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے علم اور سنت کے حصول کے لئے سرحدوں' پہاڑوں کی بلندیوں' ساحلوں' مغرب (مراکش)' الجزائر' مکہ' مدینہ' حجاز' یمن' عراق' فارس' اور خراسان وغیرہ کا سفر کیا پھر بغداد واپس آیا۔

فرماتے ہیں کہ میں کوفہ گیا وہاں میں ایک کمرہ میں ٹھہرا میرے سرہانے ایک اینٹ ہوا کرتی تھی' وہاں مجھے سخت بخار ہوا' میں اپنی والدہ رحمہا اللہ کے پاس واپس آ گیا کیونکہ جاتے ہوئے میں نے ان سے اجازت نہیں لی تھی۔ اور اگر میرے پاس ۹۰ درھم ہوتے تو میں جریر بن عبدالحمید کے پاس ریی (آجکل ریی طہران ہے) چلا جاتا' میرے بعض ساتھی تو چلے گئے لیکن میں نہ جا سکا اس لئے کہ میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

ایک کتاب کی ترتیب کے لیے دو مرتبہ کرہ ارض کا سفر:

(۲۱) حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے احوال میں لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا کہ میں نے پانچ حج کئے جن میں تین حج میں نے پیادہ پا کئے

(یعنی بغداد تا مکہ مکرمہ) اور میں نے ایک ایک حج پر تیس تیس درھم خرچ کئے' امام ابن الجوزی نے ''صید الخاطر'' میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے دو مرتبہ دنیا کا چکر لگا کر اپنی مسند مرتب کی۔

(۲۲) حافظ فقیہ' محدث' امام ابو یعقوب' اسحاق بن منصور الکوسج المروزی (وفات ۲۵۱ھ رحمہ اللہ) امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں اور ان سے فقہ کے مسائل کے راوی ہیں۔ مروہ سے بغداد آ کر انہوں نے امام احمدؒ سے حدیث اور فقہ حاصل کی' پھر خراسان واپس لوٹ کر نیشاپور میں سکونت اختیار کی' پھر ان کو خبر پہنچی کہ جو مسائل فقہ تم امام صاحب سے نقل کرتے ہو ان سے امام صاحب نے رجوع کیا ہے' یہ نیشاپور سے بغداد کی طرف چل پڑے تاکہ امام احمد کی رائے ان مسائل میں معلوم کر لیں۔

شیخ کو بھی تعجب:

ابن ابی یعلیٰ نے ''طبقات الحنابلہ'' اور ذھبی نے ''تذکرة الحفاظ'' اور العلیمی نے ''المنہج الاحمد'' میں لکھا ہے کہ امام اسحاق بن منصور الکوسج فقیہ اور عالم تھے۔ انہوں نے امام احمد سے فقہی مسائل مدوّن کئے' حسان بن محمد کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے مشائخ سے سنا وہ بیان کیا کرتے تھے کہ اسحاق بن منصور کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ یہ مسائل جن میں یہ اشتغال رکھتے ہیں سے امام احمد نے رجوع کر لیا۔ تو امام اسحاق بن منصور نے ان مسائل کو ایک تھیلے میں ڈال کر اپنی پشت پر لاد لیا اور بغداد کی طرف پیدل چل پڑے' مسائل کی یہ گٹھڑی ان کی پشت پر تھی انہوں نے امام احمد کو وہ خطوط بھی پیش کئے جن میں انہوں نے امام احمد سے مسائل پوچھے تھے' امام احمد نے دوبارہ اپنی وہی رائے قائم رکھی اور دوبارہ بھی انہی مسائل کی تصویب کی' امام احمد ان کی اس شان سے تعجب کیا کرتے تھے۔

تحصیل علم کا انوکھا واقعہ

(۲۳) یہ ایک دوسرا عجیب وغریب واقعہ ہے جو ایک اندلسی عالم کو پیش آیا۔ جنہوں نے اندلس سے مشرق تک کا سفر پیدل کیا۔ تاکہ کسی امام سے ملاقات کر کے اس سے علم حاصل

کریں۔ لیکن جب وہ اس عالم کے پاس پہنچ گئے تو وہ قید میں تھے۔ اور لوگوں کے ساتھ میل جول سے ان کو منع کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے اس طرح حیلہ اختیار کر کے اس عالم سے ملاقات کی اور ان سے علم حاصل کیا' کہ اگر یہ وقوع پذیر نہ ہوتا تو دل میں اس طرح کے حیلہ کا خیال بھی نہ گذر سکتا تھا۔

تاریخ عجائب وغرائب کا مجموعہ ہوتا ہے' یہ عالم امام بقی الدین بن مخلد اندلسی تھے۔ ذھبی کی سیر اعلام النبلاء اور العلیمی کی ''اختصار النابلسی فی طبقات الحنابلہ'' میں امام بقیؒ الدین بن مخلد کے احوال میں لکھا ہے وہ ابو عبدالرحمٰن حافظ بقی الدین بن مخلد اندلسی (پیدائش ۲۰۱ھ وفات ۲۷٦ھ) رحمہ اللہ ہیں۔

آپ نے بغداد کا سفر پیادہ پا کیا اس وقت آپ کی عمر تقریباً بیس برس تھی اس سفر کا سب سے اہم مقصد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ملاقات کر کے علم حاصل کرنا تھا۔

ان سے نقل کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں بغداد کے قریب پہنچا تو مجھے امام احمد کے ابتلاء اور آزمائش کا علم ہوا۔ اور یہ کہ آپکو اجتماع سے منع کیا گیا ہے۔ اور آپ سے سماع کی بھی ممانعت ہے' میں اس خبر سے سخت غمگین ہو گیا' ایک ہوٹل میں جگہ کرایہ پر حاصل کر کے سامان رکھ کر میں کسی دوسری طرف نہ جا سکا بلکہ سیدھا مسجد جامع الکبیر آ گیا' میں حلقات میں بیٹھ کر ان کے علمی مذاکرے دیکھنا چاہتا تھا' میں ایک بڑے حلقے تک پہنچا وہاں ایک صاحب رجال پر بحث کر رہے تھے' کسی کو ضعیف اور کسی کو قوی بتلا رہے تھے' میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے صاحب سے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ یحیٰی بن معین ہیں میں کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے کہا اے ابو زکریا' اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ میں ایک اجنبی دور دراز کا رہنے والا ہوں میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں آپ مجھے ہلکا نہ سمجھیں' انہوں نے مجھے کہا کہ آپ اپنا سوال کیجئے' میں نے بعض اھل حدیث جن سے میں نے ملاقات کی تھی کا تذکرہ کیا' انہوں نے بعض کا تزکیہ کیا اور بعض پر جرح کی۔

میں نے ان سے سوال کے آخر میں ھشام بن عمار کے بارے میں پوچھا۔ میں نے ان سے بہت علم حاصل کیا تھا' انہوں نے کہا کہ ابو الولید عمار بن ھشام نماز والے تو ثقہ ہیں اور

ثقات سے بھی زیادہ ثقہ ہیں۔ اگر اس کی چادر کے نیچے تکبر ہو یا اس نے تکبر کا قلادہ پہنا تو تب بھی اس کو اس کے خیر وفضل کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں۔ اس کے بعد اھل حلقہ نے آواز لگائی کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ بس آپ کے لئے اتنا کافی ہے اور کسی کو بھی سوال کا موقعہ دیجئے۔

میں نے کھڑے کھڑے ان کو کہا کہ بس ایک شخص امام بن حنبلؒ پر کچھ تبصرہ کر دیجئے تو امام یحیٰی بن معین نے مجھ کو متعجب اور حیران کن نظروں سے دیکھا اور فرمایا ہمارے جیسے لوگ امام احمد بن حنبلؒ پر کیا تبصرہ کر سکتے ہیں وہ تو امام المسلمین سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔ پھر میں نے وہاں سے نکل کر امام احمد بن حنبلؒ کے گھر کا راستہ پوچھنا شروع کر دیا۔ مجھے ان کے گھر کا راستہ بتا دیا گیا' میں نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا' وہ باہر تشریف لائے' دروازہ کھولا تو ان کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس کو وہ پہچانتے نہ تھے' میں نے ان کو عرض کی ابو عبداللہ میں ایک پردیسی ہوں' اور اس شہر میں میری پہلی آمد ہے۔ اور حدیث کا طالب علم اور سنت کو جمع کرنے والا ہوں' اور میرے سفر کا مقصد آپ تک ہی پہنچنے کا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ''اسطوان'' یعنی اندر کے راستے کی طرف آ جاؤ لیکن خیال رکھیں آپکو کوئی دیکھ نہ لے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے مجھ کو کہا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو میں نے کہا کہ مغرب اقصیٰ کا انہوں نے کہا کہ افریقہ کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا افریقہ سے بہت دور ہوں۔ میں اپنے ملک سے افریقہ کے لئے سمندر پار کر کے آتا ہوں۔ میں اندلس کا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا تمہاری جگہ واقعی دور ہے' مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ بات ہے کہ میں تمہارے جیسے آدمی کے مطلب میں اس کی اعانت کروں۔ لیکن میں ابتلاء میں ہوں جس کا حال شاید آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ آپ کی ابتلاء کا علم مجھ کو اس وقت ہوا جب آپ کے قصد سے میں آپ کے شہر کے قریب پہنچ چکا تھا۔

پھر میں نے عرض کی ابو عبداللہ اس شہر میں یہ میری پہلی آمد ہے' اور مجھ کو یہاں کوئی نہیں جانتا' اگر آپ اجازت دیں تو میں روزانہ آپ کے دروازے پر مانگنے والے سائل کی طرح آیا کروں' اور سائلوں کی طرح صدا لگاؤں اور آپ اس جگہ تک تشریف لے آئیں۔ اگر آپ مجھ کو روزانہ ایک حدیث بھی سنا دیں تو میرے لئے کافی ہے' انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن اس

شرط پر کہ تم کسی علمی حلقہ میں اس کا تذکرہ نہیں کرو گے' اور نہ ہی اہل علم اصحاب حدیث میں اس کا تذکرہ کرو گے' میں نے کہا آپ کی شرط منظور ہے۔ میں ہاتھ میں لاٹھی لیتا اور سر پر سائلوں کی طرح کپڑا باندھتا کاغذ اور دوات تھیلے میں ڈالتا امام احمد کے دروازے پر آ کر صدا لگاتا ''اجر کم علی اللہ'' تمہارا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ ہے' وہاں مانگنے کے لئے یہ صدا لگائی جاتی تھی' امام صاحب باہر تشریف لاتے گھر کا دروازہ بند کر لیتے' اور مجھ کو دو یا تین یا اس سے زیادہ حدیثیں سناتے یہاں تک کہ میں نے تین سو احادیث جمع کر لیں' میں پابندی سے آتا رہا اسی اثنا میں آپ کو آزمائش میں مبتلاء کرنے والا مر گیا' اس کے بعد جو بادشاہ آیا اس کا تعلق اہل سنت سے تھا۔ اس نے امام احمد کی پابندی ختم کی' آپ کا تذکرہ بلند ہوا' لوگوں کی نظروں میں آپ کو بہت عظمت حاصل ہوئی' آپ کی امامت کے چرچے بلند ہو گئے' لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپ کے پاس آنے لگے' میرے صبر و استقامت کو امام صاحب قدر کی نظر سے دیکھتے تھے' میں جب بھی آپ کے حلقہ درس میں آتا تو آپ حلقہ میں کشادگی کروا کر مجھ کو اپنے قریب بٹھا دیتے' پھر اصحاب حدیث کو فرماتے کہ اس پر طالب علم کا نام صحیح طریقے پر صادق آتا ہے' اور جو واقعہ مجھ کو پیش آیا طالب علموں کے سامنے بیان فرماتے' لکھی ہوئی احادیث کا مجموعہ مجھ کو عطا فرماتے' کبھی مجھ کو پڑھ کر سناتے اور کبھی میں آپ کو پڑھ کر سناتا۔

اسی اثنا میں' میں بیمار ہو گیا' اتنا شدید بیمار کہ قریب المرگ ہو گیا۔ انہوں نے مجھ کو اپنی مجلس سے غیر حاضر پایا تو میرے بارے میں پوچھا جب میری بیماری کا ان کو علم ہوا تو فوراً اپنی مجلس سے اہل علم کے ساتھ میری عیادت کو چل پڑے۔ میں نے جو کمرہ کرایہ پر حاصل کیا تھا میں وہاں اس حالت میں لیٹا ہوا تھا کہ میرا نمدہ نیچے چادر اوپر اور کتابیں سرہانے پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے سنا اور سرائے کے لوگوں کی آواز گونج اٹھی وہ کہہ رہے تھے یہ ہیں' وہ دیکھو امام المسلمین تشریف لا رہے ہیں' سرائے کا مالک جلدی سے میری طرف آیا اور کہا' ابو عبد الرحمان دیکھو یہ ابو عبد اللہ احمد بن حنبل امام المسلمین تمہاری عیادت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ امام صاحب داخل ہوئے اور میرے سرہانے تشریف فرما ہو گئے میرا کمرہ ان کے شاگردوں سے بھر چکا تھا' اس میں مزید گنجائش نہ تھی' کچھ دوسرے اطراف میں پھیل کر کھڑے ہو گئے ہر ایک کے

ہاتھ میں قلم تھا امام صاحب نے میرے لئے یہ کلمات ارشاد فرمائے ''اے ابو عبد الرحمٰن تم کو اللہ کی طرف سے ثواب کی بشارت ہو اور صحت کے ایسے ایام کی جن میں بیماری نہ ہو' بیماری کے ان ایام میں جن میں صحت نہیں۔ اللہ تمہیں عافیت کی طرف بلند کر دے۔ اور اپنی شفا والا داہنا ہاتھ تم پر پھیر دے'' میں نے دیکھا کہ تمام لوگوں کی قلمیں ان کے الفاظ تحریر کر رہی تھیں۔ ایام صحت اور ایام مرض سے امام کی یہ مراد ہے کہ صحت کے ایسے دن کہ جن میں مرض کا دل میں خیال بھی نہ ہو' ان میں انسان کے عزائم قوی ہوتے ہیں امیدیں زیادہ ہوتی ہیں اور انسان جب بیماری کو اپنے سے دور دیکھتا ہے تو اس کی سرکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور سخت بیماری میں صحت کی طرف خیال نہیں جاتا' تو امیدوں کا ضعف اور کمزوری انسان پر ڈیرے ڈال دیتی ہے۔ جب صحت کا لباس انسان سے اتر جاتا ہے تو انسان کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے اور نا امیدی کی اس پر حکمرانی ہوتی ہے۔ امام صاحب کے اس قول میں اللہ کریم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے (ترجمہ) ''اور اگر چکھا دیں ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت پھر وہ چھین لیں اس سے تو وہ نا امید ناشکرا ہوتا ہے اور اگر ہم چکھا دیں اس کو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچی تھی اس کو تو بول اٹھے دور ہوئی برائی مجھ سے وہ اترانے والا شیخی خورا ہے مگر وہ لوگ جو صابر ہیں اور نیکیاں کرتے ہیں ان کے واسطے بخشش ہے اور ثواب بڑا۔ اس کے بعد امام صاحب تشریف لے گئے' پھر سرائے والے لوگ آ گئے وہ میرے ساتھ بہت مہربانی اور نرمی کرنے لگے۔ دیانتداری اور ثواب کی نیت سے میری خدمت کرنے لگے۔ ان میں کوئی تو میرے لئے اچھا سا بچھونا کوئی اچھا لحاف اور کوئی اچھی غذا لاتا' انہوں نے میری عیادت میرے گھر والوں سے زیادہ کی اگر میں اپنے گھر ہوتا' ان کا یہ اچھا سلوک میرے ساتھ ایک صالح شخص کا میری عیادت کے لئے آنے کی وجہ سے ہوا بقی بن مخلد رحمہ اللہ ۲۷۶ھ میں اندلس میں فوت ہوئے۔

شوق علم کے لیے طویل سفر:

(۲۴) ڈاکٹر محمد فواد سزکین نے اپنی کتاب ''التراث العربی'' میں امام بقی الدین بن مخلدؒ کے احوال میں لکھا ہے کہ امام بقی الدین بن مخلد قرطبی نے مصر شام حجاز اور بغداد کے دو سفر کئے

اور دونوں ہی سفر علم کیلئے تھے پہلے سفر کا دورانیہ چودہ سال اور دوسرے کا بیس سال تھا۔ آپ نہ بھولیں کہ اندلس سے ان کے سفر پیادہ پا ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے خود اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جس طرف بھی سفر کیا وہ پیدل تھا۔ اور جس شہر میں بھی کسی سے میں نے سماع کیا تو وہاں بھی پیدل ہی چل کر گیا' ان کے شاگرد ابو عبدالملک احمد بن محمد القرطبی کہتے ہیں کہ امام بقی الدین بن مخلد لمبے قد مضبوط جسم چلنے پر قدرت رکھنے والے تھے' آپ کو کبھی بھی سواری پر سوار نہیں دیکھا گیا آپ بہت تواضع اور پابندی کے ساتھ لوگوں کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے تھے۔ پس اللہ ہی کیلئے ان کا خیر اور تحصیل علم پر ان کا صبر اور ان کا علمی شوق ہو' اور اللہ کے لئے ہی ہے ان کا اپنی زندگی کو تحصیل علم اور جمع علم پر صرف کرنا' ایک شاعر نے کہا ہے کہ اگر اللہ کے بنانے کے عجائبات نہ ہوتے تو یہ فضائل کسی گوشت اور ہڈیوں میں نہ پیدا ہوتے۔

(۲۵) امام حافظ ابن ابی حاتم الرازی نے اپنی کتاب ''تقدمۃ الجرح والتعدیل'' میں اپنے والد امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی (۱۹۵۔ ۲۷۷) کے احوال میں جہاں ان کے طلب علم کے سفر کا تذکرہ کیا ہے' لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا آپ نے فرمایا کہ حصول علم حدیث کے لئے جب میں پہلی مرتبہ نکلا تو اس سفر میں مجھ کو سات سال کا عرصہ لگا' جو مسافت میں نے پیدل طے کی اس کا میں نے حساب کیا تو وہ ایک ہزار فرسخ تھا (ایک فرسخ تقریباً پانچ کلومیٹر کا ہوتا ہے) اور ابھی تک میں مسافت گنتا ہوں جب ہزار فرسخ سے زیادہ سفر ہو جاتا ہے تو چھوڑ دیتا ہوں۔

اور بغداد سے جو چل کر میں کوفہ گیا ہوں تو اس جانے کی تعداد کو میں نے گنا نہیں' اور مکہ مکرمہ سے کئی مرتبہ میں مدینہ منورہ گیا ہوں۔ میں مغرب اقصیٰ (اندلس) کے شہر ''سلا'' کے قریب سمندر سے نکل کر مصر کی طرف پیدل گیا' مصر سے رملہ پیدل گیا' رملہ سے بیت المقدس اور پھر رملہ سے عسقلان' اور رملہ سے طبریہ کیطرف اور طبریہ سے دمشق' دمشق سے حمص' حمص سے انطاکیہ' انطاکیہ سے طرسوس' پھر طرسوس سے واپس میں حمص آ گیا۔ کیونکہ ابوالیمان سے علم حدیث کا کچھ سماع ابھی باقی تھا' میں نے اس حصہ کا سماع کیا۔ پھر حمص سے بیسان آ گیا۔ اور

بیسان سے رقہ اور رقہ سے دریائے نیل کے ذریعہ سفر اختیار کیا' کوفہ کی طرف' یہ تمام سفر میں نے بالکل پیدل کئے' یہ تو میرے پہلے سفر کی روداد ہے جب میں بیس سال کا تھا اور یہ سفر سات سال کے دورانیہ کا تھا میں ری سے ۲۱۳ھ کو رمضان کے مہینہ میں نکلا اور ۲۲۱ھ کو واپس آیا۔

دوسرا سفر میں نے سنتالیس (۴۷) کی عمر میں کیا سفر کا آغاز ۲۴۲ھ میں کیا اور ۲۴۵ھ تین سال بعد سفر کا اختتام ہوا' اور میں واپس لوٹا۔

ایک ہزار علماء سے کتابت حدیث:

(۲۶) تہذیب التہذیب میں حافظ یعقوب بن سفیان الفارسی (ولادت ۲۰۰ھ وفات ۲۷۷ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں لکھا ہے کہ ابو عبدالرحمان النہاوندی کہتے ہیں کہ میں نے یعقوب بن سفیان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ایک ہزار سے زیادہ ثقہ علماء سے کتابت حدیث کی' ابن حمزہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یعقوب بن سفیان نے کہا کہ علم حدیث کے حصول کے لئے میں نے تیس برس کا عرصہ سفر میں گذارا ان کی بھوک کے بارے میں اور ان کی نگاہ ختم ہو جانے کے بارے میں عنقریب تذکرہ آ جائے گا۔

کوئی شہر نہ چھوڑا:

(۲۷) امام ذھبی کے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام فضل الشعرانی کے احوال میں لکھا ہے۔ امام ابن مؤمل کہتے ہیں کہ ہم یہ کہا کرتے تھے کہ سوائے اندلس کے ایسا کوئی شہر نہیں ہے جس میں امام فضل بن محمد بن المسیب البیھقی الشعرانی طلب حدیث کے لئے تشریف نہ لے گئے ہوں ان کی وفات ۲۸۲ھ میں ہوئی۔

امام ارغیانی کی شان یکتائی:

(۲۸) سمعانی نے ''الانساب'' اور ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ ارغیانی کے احوال میں لکھا ہے۔ (نام کا تذکرہ یوں ہے ''**ھو الحافظ البارع الجوّال القدوہ محمد بن المسیب بن اسحاق الارغیانی**'' (ولادت ۲۲۳ھ وفات ۳۱۵ھ) رحمہ اللہ

امام حاکم ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ وہ عابد ترین مجتہدین میں سے تھے' صدق اور تقویٰ کے ساتھ علم حدیث کے لئے کثرت سے چلنے پھرنے والے تھے' میں نے اپنے کئی مشائخ کو حافظ ارغیانی سے نقل کرتے ہوئے سنا' کہ حافظ ارغیانی فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کے جتنے منابر سے علم حدیث کی صدا گونجتی ہے میں نے ان میں سے کوئی ایک منبر نہیں چھوڑا جہاں میں سماع حدیث کے لئے داخل نہ ہوا ہوں۔

امام ابوعلی حسین بن علی حافظ نیشاپوری محدث اسلام جو کہ ضبط و اتقان' ورع و تقویٰ' حفظ مذاکرہ' اور تصانیف میں یکتاء روزگار تھے' فرماتے تھے کہ امام محمد بن المسیب مصر میں جا رہے تھے اور ان کے تھیلے میں ایک لاکھ احادیث کا مجموعہ تھا' ابوعلی سے پوچھا گیا کہ یہ کس طرح ممکن ہوا تو فرمانے لگے کہ اجزاء چھوٹے تھے اور باریک خط سے لکھے گئے تھے' اور ہر جز میں گنتی کی ایک ہزار احادیث تھیں۔ امام ارغیانی اپنے ساتھ ایک سو اجزاء لے کر چلتے تھے۔ یہ مجموعہ اس حساب سے اتنا ہی بنتا ہے جو ان کی شان کے بارے میں مشہور ہے۔ امام ارغیانی جب حدیث پڑھتے ہوئے یہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو اس جملہ پر اتنا روتے کہ ہم کو ان پر ترس آ جاتا زیادہ رونے کی وجہ سے وہ نابینا ہو گئے تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جنت کی بشارت:

(۲۹) تذکرۃ الحفاظ میں محدث شام امام ابوالحسن خیثمہ بن سلیمان بن حیدرۃ القرشی الطرابلسی (۲۵۰۔۳۴۳ رحمہ اللہ) کے احوال میں آیا ہے کہ ابن ابی کامل فرماتے ہیں کہ میں نے خیثمہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے دریائی سفر اختیار کیا تا کہ میں یوسف بن بحر سے سماع حدیث کروں' وہاں سے میں انطاکیہ کے لئے نکلا۔ ہمیں ایک قافلہ والوں نے ... ساتھ ہمارا جھگڑا ہوا تھا اگلے قافلے والوں کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے مجھ کو پکڑ کر خوب مارا' اور ہمارے نام لکھے مجھ کو کہا تمہارا نام کیا ہے میں نے کہا خیثمہ' انہوں نے کہا لکھو حمار ابن حمار (گدھا گدھے کا بیٹا) جب وہ مجھے مارتے تو مارنے کی وجہ سے سخت درد اور تکلیف سے میں بے ہوش ہو جاتا اسی دوران مجھے نیند آئی میں سو گیا' خواب میں جیسے میں جنت کے دروازے کو

دیکھ رہا ہوں۔ اور حور العین کی ایک جماعت ہے۔ ان میں سے ایک نے مجھ کو کہا تجھ سے کیا چیز فوت ہو گئی۔ دوسرے فرشتے نے کہا اس سے کیا چیز فوت ہو گئی' اس نے پھر اس کو جواب دیا کہ اگر یہ قتل کر دیا جاتا تو یہ جنت میں حور العین فرشتوں کے ساتھ ہوتا۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی عزت اور شوکت کی سربلندی میں شہادت دے دے تو یہ ان کے لئے بہتر ہے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پھر میری آنکھ کھل گئی۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اس خواب میں یہ بھی دیکھا کہ مجھے کوئی کہہ رہا ہے سورۃ براۃ پڑھو' تو میں نے سورۃ براۃ **فسيحوا في الارض اربعة اشهر** تک پڑھی' اس خواب والی رات سے میں نے دن گننا شروع کئے تو پورے چار ماہ بعد اللہ کریم نے میری قید ختم فرمائی اور میں آزاد ہو گیا۔

خود اپنے جیسا نہ دیکھا:

(۳۰) علامہ یاقوت الحموی نے ''معجم الادباء'' میں علامہ ذھبی نے ''العبر'' اور ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام ابوالحسن القطان القزوینی کے احوال میں لکھا ہے کہ امام حافظ علامہ' الجامع القدوہ ابوالحسن علی بن ابراھیم بن سلمہ بن بحر القزوینی' قزوین کے محدث اور عالم ہیں (ولادت ۲۵۴ھ وفات ۳۴۵ھ) رحمہ اللہ''۔

انہوں نے ۹۱ برس کی عمر پائی' مختلف ممالک کے سفر کیے اور مختلف شہروں میں مختلف شیوخ سے کتابت علم حدیث کی' انہوں نے امام ابن ماجہ سے ان کی ''سنن'' کی روایت کی ہے۔ اور اتنے علماء و شیوخ سے روایت کی جن کی گنتی نہیں کی جا سکتی' انہی علماء میں سے امام ابو الحسین احمد بن فارس اللغوی القزوینی ہیں۔

امام ابویعلی الخلیلی نے اپنی کتاب ''الارشاد فی طبقات البلاد'' میں فرمایا کہ ابوالحسن علی بن ابراہیم تمام علوم علم تفسیر' نحو' لغت' اور فقہ کے عالم تھے' دین دیانت اور عبادت میں کوئی ان کے برابر نہ تھا انہوں نے ابو حاتم الرازی سے بھی سماع کیا۔ اور تین سال ان کی طرف سفر کیا اور بہت سارے قزوینیوں' رازیوں' بغدادیوں سے' اہل مکہ' صنعاء' یمن' ھمدان' حلوان اور نہاوند

کے علماء سے انہوں نے سماع کیا' آپ کی عمر اتنی زیادہ ہوئی کہ حوادثات نے آپ کو گھیر لیا تھا۔

الخلیلی فرماتے ہیں کہ میں نے قزوین کے علماء کی ایک جماعت سے سنا وہ کہا کرتے تھے کہ ابوالحسن نے اپنے جیسا صاحب فضل اور زاھد خود بھی نہیں دیکھا' تیس ۳۰ سال تک تو انہوں نے ہمیشہ روزے رکھے' روٹی اور نمک کے ساتھ وہ روزہ افطار کیا کرتے تھے۔

ابن فارس نے اپنے "امالی" میں لکھا ہے کہ میں نے ابوالحسن القطان' سے جب ان کی عمر زیادہ ہوگئی تھی اور کمزور ہو گئے تھے' سنا' آپ فرمارہے تھے کہ جب میں علم کے لئے سفر پر نکلا تو میں نے اس دوران ایک لاکھ احادیث یاد کیں اور آج مجھے ایک سو حدیثیں بھی یاد نہیں۔ علم حدیث اور دیگر علوم کے لئے سفر کے دوران میری والدہ میرے فراق میں بہت زیادہ رویا کرتی تھیں' میرا گمان ہے کہ میری آنکھیں ان کے رونے کی وجہ سے بطور سزا کے ختم ہوئی ہیں امام ابو الحسن رحمہ اللہ کے فضائل گنے نہیں جاسکتے۔

ایسے نسخے کے لیے سفر جس کو نان بائی بھی قبول نہ کرے:

(۳۱) تذکرۃ الحفاظ میں امام "ابن المقری" "محمد بن ابراہیم الاصفہانی (متوفی ۳۸۱ھ) کے احوال میں آیا ہے کہ ابو طاہر احمد بن محمود کہتے ہیں کہ میں نے ابن المقری سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے مشرق و مغرب کا چار مرتبہ طواف کیا۔

امام ذھبی نے لکھا ہے کہ ابن المقری سے دو آدمیوں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مفضل بن فضالہ المصری کے نسخے کے لئے ستر مرحلوں کا سفر طے کیا ہے حالانکہ وہ ایسا نسخہ ہے کہ اگر کسی نان بائی کو ایک روٹی کے عوض وہ دیا جائے تو وہ اس کو قبول نہ کرے' اور فرماتے تھے کہ میں دس مرتبہ بیت المقدس میں داخل ہوا' یہ بات ذہن میں رہے کہ ان کا شہر اصفہان تھا۔

سترہ سو شیوخ سے استفادہ:

(۳۲) امام ذھبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں حافظ ابوعبداللہ بن مندہ (محمد بن اسحاق) (ولادت ۳۱۰ھ وفات ۳۹۵ھ) رحمہ اللہ کے احوال میں لکھا ہے کہ ان کے شیوخ جن سے

انہوں نے علم حاصل کیا کی تعداد سترہ سو رہی ہے' انہوں نے اپنے ہاتھ سے کئی بوجھ علم کے لکھے' وہ جب ایک طویل سفر سے واپس لوٹے تو ان کی کتابیں کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھیں' یہاں تک کہا گیا کہ چالیس بوجھ تھے' ہم تک ایسی خبر اب تک نہیں پہنچی کہ جتنا سماع محمد بن اسحاق نے کیا یا جتنا علم انہوں نے جمع کیا کسی دوسرے نے بھی کیا ہو' علم کے لئے چلنا پھرنا ان پر ختم ہے اور کثرت کے ساتھ جمع کرنے میں یہ منفرد ہیں' جبکہ آپ حفظ' معرفت' سچائی اور کثرت تصانیف کا وصف بھی رکھتے ہیں' جعفر مستغفری کہتے ہیں کہ میں نے ابن مندہ سے پوچھا کہ ایک شیخ سے جو آپ نے سماع کیا اس کی مقدار کتنی ہے فرمایا کہ ایک ٹوکری یعنی دس بڑی جلدیں۔

پہلا سفر انہوں نے ۳۳۰ھ سے پہلے نیشاپور کی طرف کیا تھا۔ امام حاکم کہتے ہیں ۳۶۱ھ میں۔ میں نے بخاریٰ میں ان سے ملاقات کی تھی۔ اور اس کے بہت مدۃ بعد تک انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا تھا۔ پھر وہ ہمارے پاس نیشاپور ۳۷۵ھ میں بوقت واپسی وطن آئے تھے۔ جب انہوں نے حصول علم کے سفر کا آغاز کیا تھا تو ان کی عمر بیس برس تھی اور جب واپس لوٹے تو ان کی عمر پینسٹھ ۶۵ سال تھی اور سفر کی مدت ۴۵ برس تھی۔

اس بڑھاپے کی عمر میں آپ نے وطن واپسی پر شادی کی اور اللہ نے کثیر عیال دی جن میں اکثر محدثین تھے۔

ابن مندہ کہتے ہیں کہ میں نے مشرق و مغرب کے دو دو دفعہ چکر لگائے' ابوزکریا ابن مندہ کہتے ہیں کہ میں اپنے چچا کے ساتھ نیشاپور کے راستہ میں تھا جب ہم مجہ کے کنویں پر پہنچے تو میرے چچا نے مجھ سے بیان کیا کہ میں خراسان سے اپنے والد کے قافلہ میں آ رہا تھا جب ہم یہاں پہنچے تو اونٹوں کے چالیس بھاری بوجھ یہاں پڑے ہوئے تھے' ہم نے سمجھا کہ کپڑے ہیں اس کے قریب ایک چھوٹا سا خیمہ تھا اور اس میں ایک شیخ تھے جب ہم نے ان کو دیکھا تو آپ کے والد تھے' ہم میں سے کسی نے پوچھا کہ یہ بوجھ کیا ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایسا سامان ہے جس کے ساتھ دلچسپی رکھنے والا اس زمانہ میں کوئی نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں میرے چچا نے اس کے بعد بیان کیا کہ میں خراسان سے قافلہ کے ساتھ آ

رہا تھا' میرے پاس کتابوں کے بیس بھاری بوجھ تھے۔ تیرے والد کی اقتداء کے لئے میں نے ان کو اس کنویں کے پاس اتارا۔

ایک شیخ کی تلاش:

(۳۳) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری' محمد بن عبداللہ الضبی جو ابن البیع کے نام سے مشہور تھے' صحیحین پر مستدرک والے (ولادت ۳۲۱ھ وفات ۴۰۵ھ رحمہ اللہ) کے شیخ حافظ امام زاھد القدوہ شیخ الاسلام (ابن مھران) ابومسلم عبدالرحمان بن محمد البغدادی البخاری المکی متوفی ۳۷۵ھ رحمہ اللہ کے احوال میں مندرجہ ذیل بات لکھی ہے۔

حاکم کہتے ہیں کہ میں مَرو اور ماوراء النھر گیا لیکن ان (ابن مھران) سے میری ملاقات نہ ہوسکی۔ اس کے بعد ۳۶۵ھ میں۔ میں نے ان کو حج کے قافلوں میں تلاش کیا' لیکن انہوں نے اپنے آپ کو چھپائے رکھا' وہ یہ پسند فرمایا کرتے تھے کہ حدیث یا کسی دوسرے معاملے میں اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا کریں' پھر میں نے ۳۶۷ھ میں حج کیا۔ میرے پاس یہ خبر تھی کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہیں جب میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا بغداد میں ہیں مجھے اس جواب نے متوحش کردیا لیکن مسلسل ان کی تلاش جاری رکھی لیکن مجھے کامیابی نہ ہوئی۔

پھر مجھے ابونصر الملاحمی نے بغداد میں کہا کہ یہاں ابدالوں میں سے ایک شیخ ہیں کیا آپ ان کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! وہ مجھے رنگسازوں کی دکان پر لے گئے۔ ان لوگوں نے کہا وہ یہاں سے نکل گئے ہیں۔ مجھے ابونصر نے کہا کہ آپ مسجد ہی میں تشریف رکھیں میں ان کو لے کر آتا ہوں' میں بیٹھ گیا' ابونصر نے مجھ سے اس شیخ کا تذکرہ نہیں کیا تھا کہ کون ہیں؟ تھوڑی دیر بعد ابونصر کے ساتھ ایک نحیف و نزار شیخ چادر اوڑھے ہوئے تشریف لے آئے انہوں نے مجھے سلام کیا میں نے گمان کیا کہ یہ حافظ ابومسلم ہیں' ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے میں نے دوران گفتگو پوچھا کہ کیا شیخ کو یہاں اپنے اقارب میں سے کوئی مل گیا۔ تو فرمانے لگے میں جن سے ملنا چاہتا تھا ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ میں نے کہا کیا ابراھیم نے

کوئی لڑکا پیچھے چھوڑا ہے۔ میری مراد ان کا بھائی ابراھیم الحافظ تھے۔ انہوں نے کہا کہ تم میرے بھائی ابراھیم الحافظ کو کہاں سے جانتے ہو' میں خاموش ہوگیا۔

شیخ ابن مہران نے ابونصر سے پوچھا یہ بوڑھا کون ہے اس نے کہا ابوفلاں ہے' وہ میرے لئے کھڑے ہوگئے میں بھی کھڑا ہوگیا انہوں نے اپنے شوق ملاقات کی شکایت کی' میں نے بھی شکایت کی' ہمیں اس مذاکرے سے خوب تشفی ہوئی پھر میں نے کئی مرتبہ ان کی مجلس میں حاضری دی' جس دن میں نے وہاں سے جانا تھا اس دن میں نے ان کو الوداع کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگلے سال موسم حج میں پھر ملیں گے۔ میں نے قصد کیا کہ اب میں مکہ مکرمہ یا اس کے قرب و جوار میں سکونت اختیار کرونگا۔ پھر ۳۶۸ھ میں میں نے حج کیا اور موت تک ان کو مکۃ المکرمہ کا قرب وجوار حاصل رہا۔

میں طلب علم کے ثواب کو کسی چیز پر ترجیح نہیں دے سکتا:

(۳۴) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ابونصر السجزی کے نام کا تذکرہ یوں لکھا ہے' الحافظ الامام علَم السنۃ عبیداللہ بن سعید بن حاتم ابونصر ۴۴۴ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔ اطراف دنیا کا طواف انہوں نے طلب حدیث کے لئے کیا۔ حافظ ابواسحاق الحبال کہتے ہیں کہ میں ابونصر السجزی کے پاس تھا کہ کسی نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو ایک خاتون نے اندر داخل ہوتے ہی ایک تھیلا نکالا جس میں ایک ہزار درہم تھے۔ اس نے وہ تھیلا شیخ کے سامنے رکھ کر عرض کی کہ یہ رقم اپنی صوابدید پر خرچ کردیں۔ شیخ نے فرمایا کہ تو کیا چاہتی ہے' اس نے کہا آپ میرے ساتھ شادی کرلیں۔ مجھے شادی کی حاجت تو نہیں لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ کی خدمت کروں' شیخ نے کہا کہ اپنی رقم لے کر واپس چلی جاؤ۔

جب وہ واپس چلی گئی تو فرمانے لگے کہ میں سجستان سے علم حاصل کرنے کے لئے نکلا ہوں اور اگر میں نے شادی کرلی تو طالب علم کا نام مجھ سے ہٹ جائے گا اور میں طلب علم کے ثواب پر کسی دوسری چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

آخری عمر میں بھی طلب حدیث کے لیے سفر:

(۳۵) یہ تذکرہ ہے حافظ فقیہ ابوسعد السمان الرازی متوفی ۴۴۵ھ کا محدثین نسابین میں سے ہیں فقہا، علماء اور قراء میں یکتاء روزگار مشرق و مغرب تک دنیا میں پیادہ پا گھومے ہیں۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد تین ہزار (۳۰۰۰) ہے۔

حافظ قریشی نے ''الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ'' میں شیخ ابوسعد السمان اسماعیل بن علی بن الحسین بن زنجویہ الرازی کے احوال میں لکھا ہے۔ کہ آپ حافظ زاھد معتزلی شیخ العدلیہ (یعنی معتزلہ کے شیخ) ان کے عالم فقیہ اور ان کے متکلم اور ان کے محدث تھے۔

آپ قرأت' حدیث' معرفۃ رجال' انساب' فرائض' حساب' شروط' اور مقدرات میں بلا شرکت غیرے امام تھے۔

آپ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کے فقہ کے امام تھے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے اختلافی مسائل کے عالم تھے نیز آپ فقہ زیدیہ اور کلام کے بھی امام تھے۔

آپ نے حج بھی کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی زیارت بھی کی اور آپ عراق بھی گئے' مشرق بعید سے چل کر آپ خراسان کے شہر ''ری'' میں بھی داخل ہوئے' شام حجاز مراکش کے شہروں میں بھی آپ تشریف لے گئے' بہت سے شیوخ کی آپ نے زیارت کی تین ہزار اور چھ سو شیوخ سے آپ نے علم حاصل کیا۔ آخری عمر میں طلب حدیث کے لئے آپ نے اصفہان کا ارادہ بھی کیا۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے کتابت حدیث نہ کی وہ اسلام کی حلاوت حاصل نہیں کرسکتا۔ ان کی مدح میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے خود بھی اپنی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

ان اوصاف حمیدہ کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی زاہد' متقی بہت قیام کرنے والے اور بہت محنت و کوشش کرنے والے' بکثرت روزہ رکھنے والے' قناعت پسند' راضی بقضاء اللہ تھے۔ انہوں نے ۷۴ سال کی عمر پائی لیکن کسی انسان کی پلیٹ میں انہوں نے انگلی تک داخل نہیں کی۔ ان پر کسی بھی شخص کا سفر و حضر میں کوئی احسان نہ تھا۔

پوری زندگی میں جو کتابیں جمع کی تھیں وہ وقف کرکے اپنے بعد مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیں' وہ اپنے زمانہ کی تاریخ اور بقیۃ السلف والخلف تھے۔ بہت ساری کتابوں کے مصنف تھے۔ شادی نہیں کی تھی۔ جب موت کا وقت قریب آ گیا اور جان کنی کا عالم تھا تو تبسم فرما رہے تھے جیسا کہ کوئی غائب آدمی اپنے اھل عیال کے پاس جا رہا ہو۔ یا جیسے مملوک اپنے مالک کے پاس آ جائے ۴۴۵ھ میں ریؔ میں اپنے مقام پیدائش میں ہی وفات پائی۔

قید و بند کی صعوبت بھی:

(۳۶) یہ تذکرہ ہے اپنے وقت میں علم زھد ورع اور تقوی میں دنیا کے امام کا جو بلد اللہ الحرام مکہ مکرمہ کی طرف علماء و مشائخ کی ملاقات اور حج بیت اللہ کے سفر کے دوران گرفتار ہوئے۔ اور عرب بادیہ میں اونٹوں کے چرانے کی خدمت آپ سے لی گئی' جب کہ آپ علماء خراسان کے شیخ تھے۔ تاج الدین السبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں ابوالمظفر ابن السمعانی منصور بن محمد کے احوال میں لکھا ہے کہ وہ مفسر فقیہ ادیب المرْوزی حنفی پھر شافعی المسلک تھے' (ولادت ۴۲۶ھ وفات ۴۸۹ھ رحمہ اللہ)

جنہوں نے ابن السمعانی کے نام سے شہرت حاصل کی۔ ان کے بارے میں سبکی نے کہا کہ دنیا میں ان کا تذکرہ عام ہوا' اور تمام دنیا میں ان کی خوشبو پھیلی' کتاب الانساب کے مصنف ابوسعد السمعانی کے دادا تھے ۴۶۱ھ میں آپ مرْو سے بغداد تشریف لے گئے وہاں کے فقہاء کے ساتھ آپ نے بحث و مباحثہ کیا۔ پھر وہاں سے حجاز کے لئے آپ نے معروف آمد و رفت کی شاہراہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا' اس لئے کہ معروف شاہراہ پر عربوں کے غلبہ کی وجہ سے آمد و رفت کا سلسلہ منقطع تھا۔ راستہ میں آپ اور آپ کا ساتھی ڈاکوؤں کے نرغے میں آ گئے۔ اور آپ قید ہو کر خانہ بدوش عربوں کی قید میں صبر و استقامت کے ساتھ رہے' یہاں تک کہ اللہ کریم نے آپ کی رہائی کے اسباب پیدا فرما دیے۔

آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب میں صحراء میں داخل ہوا اور عربوں نے مجھے پکڑ لیا وہ مجھے اونٹ چرانے کے لئے بھیجتے لیکن میں نے کبھی ان پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ میں کچھ علم بھی جانتا

ہوں' اتفاق ایسا ہوا کہ ان خانہ بدوشوں کے سردار نے نکاح کا ارادہ کرلیا اور کہا کہ صحرا سے کسی شہر کی طرف نکلتا ہوں تا کہ کسی فقیہ کے سامنے عقد ہو جائے' ایک قیدی نے اس کو کہا کہ یہ شخص جو تمہارے اونٹوں کے ساتھ صحرا کی طرف نکلتا ہے' یہ خراسان کا فقیہ ہے' انہوں نے مجھے بلایا اور کچھ چیزیں مجھ سے پوچھیں میں نے ان کا جواب دیا اور عربی میں ان کے ساتھ گفتگو کی' وہ شرمندہ اور معذرت خواہ ہوئے' میں نے ان کا عقد بھی کروادیا وہ خوش ہو گئے' انہوں نے مجھے کسی چیز کے قبول کرنے کا کہا میں نے ان کو منع کر دیا' میں نے ان سے مکہ تک لے جانے کا سوال کیا تو وہ مجھے درمیان سال میں مکہ چھوڑ آئے' میں حج تک وہیں مجاور رہا اس عرصہ میں سعد الزنجانی سے ملاقات اور مصاحبت کا موقعہ میسر آیا۔

ابوالمظفر کے حج کے ساتھی صوفی حسین بن احمد مَرْوذی فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک گدھا کرایہ پر لیا' جس پر امام ابوالمظفر مَرْوَ سے خرق تک سوار رہے یہ جگہ مَرْوَ سے تین فرسخ ہے۔ جب ہم یہاں اترے تو میں نے عرض کی کہ ہمارے پاس تو صرف ایک لوٹا ہے اگر ہو سکے تو ایک دوسرا خرید لیں' تو انہوں نے جیب سے پانچ درہم نکال کر مجھ سے کہا کہ میرے پاس تو یہی کچھ ہے' آپ یہ لے لیں اور جو چاہیں خرید لیں' لیکن اس کے بعد مجھ سے کچھ طلب نہ کریں' فرماتے ہیں' کہ ہم اسی طرح خالی ہاتھ نکلے اور اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے دروازے ہم پر کھول دیے۔ شیخ ابوالمظفر صوفیاء کرام کی مجلس میں اترتے وہاں کے مشائخ سے حدیث کا علم حاصل کرتے' جب ہم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ احمد بن علی بن اسد الکرخی کے مہمان ہوئے اور سعد الزنجانی کی صحبت بھی حاصل ہوئی آپ انہی کے ساتھ رہے اور ان کی برکت سے آپ اصحاب حدیث میں سے ہو گئے۔

جب ابوالمظفر نے حج کے ارکان مکہ مکرمہ میں پورے کیے تو خراسان کی طرف لوٹے آپ ٦٨ھ میں مرو میں داخل ہوئے اس کے بعد آپ نے سفر کی لاٹھی پھینک دی آپ کا یہ سفر سات سال کا تھا' اللہ کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔

طلب علم میں انتہائی مشقت:

(٣٧) قفطی نے ''ابناَ الرواۃ'' اور ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں اور یاقوت نے ''معجم الادباء'' اور ذھبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں ابوزکریا بن یحیٰ بن علی التبریزی جو کہ خطیب تبریزی کے نام سے مشہور تھے (ولادت ٤٢١ھ وفات ٥٠٢ھ بغداد میں) کے احوال میں لکھا ہے۔ کہ ان کو ادب' نحو' لغت اور ان کے علاوہ علوم میں معرفۃ تامہ حاصل تھی انہوں نے ابوالعلاء المعرّیٰ وغیرہ اہل ادب سے علم حاصل کیا۔

تبریز سے ان کا ابوالعلاء کی طرف مَعرّہ جو کہ حلب شہر کے قریب ہے متوجہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ انکو ابوالمنصور الازھری کی لغت کی کتاب ''التھذیب'' جو کئی جلدوں پر مشتمل تھی ملی۔ اس کے جو غامض اور قابل تحقیق حصے تھے یہ ان کی تحقیق کرنا چاہتے تھے۔ اس اخذ و تحقیق کے لئے وہ کسی لغوی عالم کی تلاش میں تھے۔ ان کی راہنمائی معرّہ کی طرف کر دی گئی۔ یہ کتاب ایک تھیلے میں ڈال کر کندھوں پر لاد کر تبریز سے معرّہ تک لائے' کرایہ پر سواری حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ جس کی وجہ سے پیٹھ کے پسینے نے کتاب کی گٹھڑی میں اثر کیا اور کتاب پسینے سے تر ہو گئی وہ آج بھی بغداد کے بعض وقف مکتبوں میں موجود ہے' جس شخص کو صورت حال کا علم نہ ہو وہ سمجھتا ہے کہ شاید کتاب پانی سے تر ہوئی ہے۔ حالانکہ اس پر خطیب تبریزی کے پسینے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ طلب علم میں انتہائی محنت و مشقت نے ان کو اس جانب متوجہ کیا۔

ایک اہل علم کے اکرام کا ثمرہ:

(٣٨) سمعانی کی ''الانساب'' اور ذھبی کی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ابو الفتیان عمر بن عبدالکریم بن سعدیہ الدھستانی الرواسی حافظ جہاں (ولادت ٤٢٨ھ وفات ٥٠٣ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں آیا ہے۔

کہ وہ اپنے زمانے کے حفاظ میں سے ایک تھے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے خراسان' عراق' حجاز' مصر اور جزیرہ میں سفر کیا اور علم جمع کیا اور کتابت کی۔ ان کو رواسی اس وجہ

سے کہتے ہیں کہ ان کے والد دھستان میں جانوروں کی سریاں فروخت کیا کرتے تھے۔ ابو مسعود احمد بن محمد بن عبداللہ البجلی الرازی جب دھستان تشریف لائے تو انہوں نے انکے والد سے کھانے کے لئے ایک سری خریدی۔ ابوالحسن نے ان سے کہا کہ میرا خیال ہے آپ اہل علم میں سے ہیں اس لئے مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ میری دکان پر اس کے کھانے کے لئے تشریف فرما ہوں۔ آپ مسجد تشریف لے جائیں میں وہاں بھجوا دیتا ہوں' جب وہ مسجد تشریف لے گئے تو فوری طور پر اپنے بیٹے عمر کے ہاتھ ایک بہترین بھونی ہوئی سری' عمدہ قسم کی روٹی' سبزی' سرکہ بھیجدیا' عمر چھوٹے بچے تھے ابو مسعود نے جب یہ حالت دیکھی تو ان کو سری فروش کا یہ طرز عمل بہت پسند آیا' جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس سری فروش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کو کہا کہ آپ نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا اور میرے پاس آپ کو بدلہ دینے کے لئے کچھ نہیں۔ کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ اپنا بیٹا میرے حوالے کر دو تا کہ میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھا دوں۔

بچے کا والد اس پیشکش پر بہت زیادہ خوش ہو گیا' حضرت ابو مسعودؒ عمرؒ کو اپنے ساتھ لئے دھستان کے شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان شیوخ سے ان کو حدیثیں سنوائیں۔ خود بھی سنائیں۔ ان پر راستہ واضح ہو گیا اور یہ کام ان کو بہت پسند آیا۔ پھر انہوں نے خود بھی سفر کئے اور کثیر احادیث جمع کیں اور انہوں نے اتنا سماع کیا کہ جو ان کے ہمعصروں کو بھی حاصل نہ تھا۔

ابن نقطہ کہتے ہیں کہ میں نے بہت سارے اھل علم سے سنا کہ ابوالفتیان نے تین ہزار چھ سو شیوخ سے سماع حدیث کیا' حزیمہ۔ بن علی المرُوزی الادیب کہتے ہیں کہ عمر الرواسی کی انگلیاں ایک سفر میں سردی کی وجہ سے شل ہو گئی تھی۔

حافظ ابو جعفر محمد بن علی الھمدانی فرماتے ہیں کہ میں نے اس علاقہ میں ابوالفتیان سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا۔ بلکہ پوری دنیا میں ان جیسا کوئی حافظ نہ تھا' وہ ایک چلتی پھرتی کتاب تھے پوری دنیا میں انہوں نے طلب حدیث کے لئے گشت کئے' میں نے ان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ملاقات کی ان کے شیوخ کو میں نے سنا کہ وہ ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ اور ان کے بارے میں اچھی بات کہتے تھے۔ پھر میری ملاقات ان کے ساتھ جرجان میں ہوئی اور

وہ ہمارے بھائی بن گئے' وہ اس فن کے امام اور اپنے ہم عصروں سے فائق تھے۔ یہاں تک کہ ان کے اپنے شیخ ابوبکر الخطیب البغدادی اور امام ابو حامد الغزالی نے ان سے روایت کی' اور ان کی روایت پر صحیحین کی تصحیح کی' اور امام ابو حفص عمر بن محمد الجرجانی اور دیگر اکابر محدثین اور فقہاء نے اور خلق کثیر نے ان سے روایت کی۔

ابن ماکولا کہتے ہیں کہ "الرواسی" نے مجھ سے کتابت علم کی اور میں نے ان سے زیادہ ذہین و فطین کسی کو نہیں پایا۔

امام سمعانی کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن محمد السَرَخسی کو کہتے ہوئے سنا کہ جب عمر الرواسی سَرَخس' آئے اور وہاں انہوں نے حدیثیں بیان کیں اور املاء کروایا تو ایک بڑی جماعت ان کے گرد جمع ہو گئی تو انہوں نے کہا کہ میں پوری جماعت کے نام اپنے ہاتھ سے لکھتا ہوں۔ اور دوسری مجلس میں جب یہ جماعت حاضر ہو گی تو ان کے نام زبانی بیان کروں گا' اور ان سے مجھ کو پوچھنے کی ضرورت نہ ہو گی۔ یہ جماعت تقریباً ستر آدمیوں کی تھی۔

عبدالغافر بن اسماعیل کہتے ہیں عمر الرواسی ایک مشہور اور طرق احادیث کے عارف شخص تھے' انہوں نے بہت کچھ لکھا اور ابواب جمع کئے' اور الگ الگ اقسام میں ان کو تقسیم بھی کیا' آپ بہت تیزی سے لکھا کرتے تھے' اور سلف کی سیرۃ پر گامزن تھے' بہت عیالدار اور دنیوی ساز و سامان میں سے کچھ بھی نہ رکھنے والی شخصیت تھے۔

وہ نیشاپور سے طوس کے لئے نکلے امام غزالی نے آپ کا اکرام کیا اور اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا اور انکو "الصحیح" سنائی پھر ان کو روانہ کر دیا دقاق نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ عمرؒ نے طوس میں صحیح مسلم بغیر اصلی نسخے کے بیان کی' یہ محدثین کے نزدیک بہت بری عادت ہے۔

پھر آپ طوس سے مَرْو کی طرف امام ابوبکر السمعانی صاحب کتاب "الانساب" کے والد کی زیارت کے لئے نکلے' انہوں نے ان سے اخذ و استفادہ کی استدعا کی تھی تو یہ ان کی طرف گئے اور ان کو کہا کہ میں بھی مَرْو اور سَرَخس کی طرف جانا چاہتا ہوں' جبکہ ان جگہوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ مقامات علم کے قبرستان ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرا وہاں کیا حال ہو گا۔ ربیع الثانی ۵۰۳ھ کے آخر میں ان کی موت وہاں واقع ہوئی ان کی لوح قبر پر اسی طرح لکھا ہوا ہے'

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

فائدہ' امام الرؔواسی رحمہ اللہ کے اس واقعہ میں چند نصیحت آموز باتیں ہیں۔

(۱) ان کے والد گرامی قدر جانوروں کی سریاں فروخت کرتے تھے' امام ابو مسعود البجلی رحمہ اللہ جب ان کی دکان پر سری خریدنے کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے احتراماً دکان میں ان پر سری فروخت کرنا ان کی شان کے خلاف سمجھ کر انکار کر دیا۔ اور مسجد میں بٹھا کر ان کی تکریم بجالائے اللہ کریم نے ایک محدث فقیہ کے احترام کی وجہ سے ان کے صاحبزادے کو علم حدیث کے لئے قبول فرمالیا' اور وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور امام بن گئے۔

(۲) حافظ عمر الرؔواسی نے طلب علم کے لیے کثرت کے ساتھ سفر کئے' ابو جعفر الھمدانی کہتے ہیں کہ طلب علم کے لئے یہ پوری دنیا میں گھومے ہیں' آپ فقیر تھے کیونکہ آپ کے والد جانوروں کی سریاں فروخت کیا کرتے تھے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

(۳) اور اس سے کثرت شیوخ کا حال بھی معلوم ہوا جن کی تعداد (۳۶۰۰) تین ہزار چھ سو تک ہے یہ ایک بہت بڑی تعداد ہے' جو ہمارے سامنے اس شخصیت کی تصویر مثل شہد کی مکھی کے پیش کرتی ہے جو ہر خوبصورت پھول کے پاس پہنچ کے اس کا بہترین حصہ حاصل کر لیتی ہے۔ اور یہ کہ زمین کے مختلف اطراف میں شیوخ سے اخذ علم کے لئے انہوں نے کس طرح طواف کئے' گویا کہ مسافرت اور غریب الدیاری ان کا محبوب مشغلہ' اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ان کا مسکن بن گیا تھا۔

جیسا کہ ایک عربی شعر کا ترجمہ ہے "اور متفرق عزائم انسان کو گھر' اہل و عیال اور پڑوسی نہیں بنانے دیتے" اس نے دوری سے محبت کی اس کی جدائی کا سفر ایسا ہوا جیسا کہ اپنے وطن کی طرف سفر ہوتا ہے۔

(۴) اور ان کے شیوخ کا ان سے روایت کرنا ان کی معرفت علمی' اور شرف مقام تحصیل علمی کا پتہ دیتی ہے کہ ان کے علم کے محتاج اکابر شیوخ مثل خطیب بغداد اور ابن ماکولا بھی ہو گئے۔

(۵) اور انکے احوال سے ان کی قوۃ حافظہ کا پتہ بھی چلتا ہے ان کو چلتی پھرتی کتاب بھی

کہا جاتا تھا۔ کہ انہوں نے ستر طلباء کے اسما ایک مرتبہ کے سماع سے حفظ کر لئے تھے۔

(۶) اور اس میں ایک یہ منفرد بات ہے کہ امام غزالی سے صحیحین کا سماع کیا ہے اور یہ سماع صحیح بخاری کے اس سماع کے علاوہ ہے جو انہوں نے ابو سھل الحفصی سے کیا تھا۔ امام غزالی کی زندگی کا یہ ایک تابناک لمحہ ہے۔

(۷) اور اس سے امام غزالی صوفی کا ایک محدث سلفی کے اکرام کا حال بھی معلوم ہوتا ہے اور اس کے درمیان تسامحات' عزت افزائی اور تقریرات کا بیان بھی ہے۔

(۸) اور یہ کہ عمر الرؔواسی انتہائی فقیر عیالدار بڑے کنبے کے سربراہ علماء سلف کے نقش قدم پر تھے۔

(۹) اور یہ بھی کہ محدثین اس بات کو ناپسند سمجھتے ہیں کہ محدث بیان حدیث اس نسخہ کے علاوہ دوسرے نسخے سے کرے جس میں اس نے پڑھا ہو' لیکن یہ حافظہ کے زیادہ ہونے کی دلیل ہے۔

(۱۰) اور یہ کہ تحصیل علم کے شوق میں سخت سردی کی وجہ سے ان کی انگلیاں شل ہو گئیں' یہ علمی شوق ان کے دل میں کیونکر جاگزیں ہوا' اور اس شوق کے لئے تکلیف برداشت کرنے کی طاقت ان میں کیسے پیدا ہوئی' عنقریب زمخشری کا شوق علم میں سخت سردی سے پاؤں ضائع ہونے کا واقعہ بھی آئے گا۔

ابن رومی شاعر نے سچ کہا ہے (ترجمہ) "اگر اللہ کریم کے پیدائش کے معاملہ میں عجائبات نہ ہوتے تو یہ فضائل گوشت پوست میں پیدا نہ ہو سکتے"

کتنی حسرتیں قبروں میں مدفون ہیں:

(۳۹) حافظ ذھبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں حافظ مجود "الیورتانی" ابو نصر حسن بن محمد بن ابراھیم الاصفہانی (ولادت ۴۶۶ھ وفات ۵۲۷ھ رحمہ اللہ) کے بارے میں لکھا ہے۔

سمعانی کہتے ہیں کہ میں نے حافظ ابو القاسم اسماعیل بن محمد التیمی الاصفہانی جو قوام السنہ کے لقب سے ملقب تھے سے "الیورتانی" کے بارے میں پوچھا' انہوں نے کہا کہ الیورتانی نے

ابن خلف الشیر ازی کی طرف سفر کیا۔ یہ آخری شخص ہیں جنہوں نے ان کی طرف سفر کیا' ان کے بعد اپنے والد کے ساتھ عبدالرحمان بن احمد الباغبانی کی طرف سفر کیا وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نیشاپور گئے تو میں داخل ہوتے ہی تیزی سے احمد بن خلف کے گھر کی طرف چلا جا رہا تھا کہ مجھے الیورتانی ملے انہوں نے ڈانٹ کر کہا پہلے آؤ کہ میں تمہیں کھانا کھلاؤں۔ انہوں نے میرے سامنے کھانا رکھا ہم نے کھانا کھایا' پھر انہوں نے ابن خلف سے جو کچھ سن رکھا تھا نکال لائے' اور کہا وہ فوت ہو گئے ہیں میں نے ان کو دفن کر دیا۔ عبدالرحمان کہتے ہیں کہ اس خبر سے میرا کلیجہ پھٹنے لگا۔

استاد عبدالفتاح کہتے ہیں کہ اللہ سلف پر رحم فرمائے کہ ان کو شیوخ سے ملاقات کی اتنی حرص تھی' اور ملاقات نہ ہو سکنے کی صورت میں ان کو سخت حزن و ملال ہوتا اور یہی حسرتیں وہ اپنے ساتھ لے کر قبروں میں چلے گئے۔ اس بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے (ترجمہ) ''ان سے علیک سلیک کی توفیق ہی نہ ہوئی کہ وہ اپنی راہ چل دئے اور کتنی حسرتیں قبروں میں مدفون ہیں۔

میں نے زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا:

(۴۰) حافظ ابن رجب حنبلی نے ''ذیل طبقات الحنابلہ'' میں قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری البز از البغدادی الحافظ المعمر۔ المعروف قاضی مارستان (ولادت ۴۴۲ھ وفات ۵۳۵ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں لکھا ہے۔

کہ ان کے شاگرد ابن سمعانی نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ عارف بالعلوم تھے' صاحب فن اچھے کلام والے' میٹھی گفتگو کرنے والے' خوبصورت محاورے والے تھے۔ میں نے کسی کو ان سے زیادہ فنون کا جامع نہیں دیکھا۔ ہر علم میں ان کی گہری نظر تھی۔ سرعت کے ساتھ لکھنے والے' اور حدیث کی اچھی قرأت کرنے والے تھے۔ میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی لھو و لعب میں ضائع نہیں کیا' اور میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں سفر میں تھا' رومیوں نے مجھ کو ڈیڑھ سال قید کئے رکھا' جبکہ پانچ ماہ طوق میرے گلے

میں اور بیڑی میرے ہاتھ پاؤں میں پہنا دی' وہ مجھ کو کہا کرتے تھے کہ تم (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ کہو۔ تاکہ ہم تمہارے حق میں فیصلہ کر لیں' میں ان کے کہنے کے مطابق نہ کہہ سکتا تھا اور اس سے انکار کرتا رہا۔ جیل خانہ میں ایک معلم بچوں کو رومی رسم الخط سکھایا کرتا تھا' میں نے بھی اس سے ایام اسارت میں رومی رسم الخط سیکھ لیا۔

امام زمخشری کی ٹانگ کا ضائع ہونا:

(۴۱) قاضی ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں عربی و علوم عربی کے امام محمود بن عمر الخوارزمی الزمخشری (۴۶۷۔۵۳۸ رحمہ اللہ) کے احوال میں لکھا ہے۔

کہ میں نے بعض مشائخ سے سنا کہ زمخشری کی ایک ٹانگ بیکار تھی' بیساکھی کے سہارے چلتے تھے۔ ان کے پاؤں کے ناکارہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ خوارزم کے بعض شہروں کے مابین سفر کے دوران ان پر سخت برف باری ہوئی۔ سخت سردی کی لپیٹ میں آنے کی وجہ سے آپ کا پاؤں ناکارہ ہو گیا تھا۔ ان کے پاس ایک رجسٹر ہوا کرتا تھا جس میں بہت سارے لوگوں کی شہادتیں درج تھیں کہ ان کا پاؤں سردی کی وجہ سے ناکارہ ہونے کے سبب سے کاٹا گیا ہے۔ یہ رجسٹر اس لئے ساتھ لئے پھرتے تھے کہ جس کو صحیح صورت حال کا علم نہ ہو وہ شاید یہ نہ سمجھے کہ ان کی ٹانگ کسی مشکوک سرگرمی کی وجہ سے کاٹی گئی ہے۔ برف اور سردی کے اثرات بہت سے لوگوں پر ہوئے ہیں۔ اور ان کے اعضاء ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً خوارزم کے شہروں میں کہ وہاں انتہائی سردی ہوتی ہے۔ میں نے بہت سارے لوگوں کا مشاہدہ کیا ہے جن کے اعضاء سردی کی وجہ سے ناکارہ ہوتے ہیں' جس شخص کو علم نہ ہو تو وہ اس کو بعید نہ سمجھے۔

شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ امین الحسینی مفتی فلسطین سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ ماسکو میں سردیوں کے موسم میں ایک شخص کو دیکھا وہ سخت سردی کی وجہ سے اپنے ہاتھوں سے اپنے کانوں کو مل رہے تھے کہ ان کا کان نکل کر ان کے ہاتھ میں آ گیا۔

اولاد کو مشقت کا خوگر کرنے کی نادر تدبیر:

(۴۲) حافظ ذھبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں امام الوقت السجزی کے احوال میں ان کو ان القاب سے ملقب کیا ہے "الشیخ الامام" "الزاہد الخیر الصوفی" شیخ الاسلام مسند الافاق ابو الوقت عبدالاول بن شیخ المحدث المعمر ابی عبداللہ عیسیٰ بن شعیب بن ابراھیم السجزی ثم الھروی المالینی۔

حافظ ذھبی کہتے ہیں کہ شیخ کی پیدائش ۴۵۸ھ میں ہوئی اور ۴۶۵ھ میں جب ان کی عمر سات برس ہوئی تو انہوں نے سماع شروع کیا پہلا سماع انہوں نے جمال الاسلام ابوالحسن عبدالرحمان بن محمد الداودی سے "الصحیح" اور "کتاب الدارمی" اور "منتخب مسند عبد بن حمید" کا کیا اور ان کے علاوہ اپنے زمانہ کے کبار محدثین کی کثیر تعداد سے آپ نے سماع حاصل کی۔

اور آپ نے خراسان اصفہان کرمان ھمذان بغداد میں احادیث بیان کیں طلباء کا جم غفیر آپ کے گرد رہتا تھا۔ آپ کی احادیث بیانی نے شہرت حاصل کی دور دور تک آپ کی آواز پہنچی علو اسناد کا شرف آپ پر ختم تھا۔

ان سے ابن عساکر سمعانی ابن جوزی یوسف بن احمد الشیرازی نے حدیث کی روایت کی اور کرمان تک کا سفر ان کے لئے اختیار کیا ان کے علاوہ سفیان بن ابراھیم بن مندہ اور ابوذر سہیل بن محمد البوشنجی اور خلق کثیر جن کی گنتی نہیں ہو سکتی نے ان سے سماع کیا ہے امام ذھبی نے ان ناموں سمیت ایک بڑی تعداد ناموں کی نقل کی ہے۔

ذکی الدین البرزالی کہتے ہیں کہ ابوالوقت نے عراق اور خوزستان کا گشت کیا اور انہوں نے ھرات مالین بوشنج کرمان یزد اصفہان کرغ فارس ھمذان میں حدیثیں بیان کیں حفاظ اور وزراء ان کے سامنے بیٹھتے تھے اس کے پاس کتابیں بھی تھیں اور اجزاء بھی اور ان کے پاس ان کے اصول بھی ہوتے تھے جن سے وہ بیان کرتے تھے ان سے اتنے لوگوں نے بیان کیا ہے جن کو گنا نہیں جا سکتا اور نہ ان کا حصر ہو سکتا ہے۔

ان کے شاگرد امام سمعانی فرماتے ہیں کہ وہ شیخ صالح اچھی سیرت و اخلاق محبت کرنے والے اور متواضع شخص تھے صحیح دل والے تھے بوشنج کے امام عبداللہ الانصاری کی صحبت سے آپ بہرہ مند ہوئے تھے۔ طویل عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے۔ اور عراق خوزستان بصرہ کا سفر کیا انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ بغداد میں رباط بسطامی میں قیام پذیر رہے میں نے ان سے ھرات اور مالین میں سماع کیا ہے قرأت کے معاملہ میں انتہائی جفاکش اور روایت کے دلدادہ تھے کئی مرتبہ انہوں نے صحیح مسند عبد بن حمید اور داری کی روایت کی ہے۔

ان کے شاگرد ابن جوزی کہتے ہیں وہ قرأت میں جفاکش کثرت سے ذکر کرنے والے تہجد گذار گریہ وزاری کرنے والے سلف صالحین کی سیرت پر تھے اپنی وفات والے سال عازم حج ہوئے اور بقدر احتیاج حج کی تیاری کی اور فوت ہو گئے۔

ان کے شاگرد شیخ یوسف بن احمد الشیرازی اپنی کتاب "اربعین البلدان" میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے اپنے شیخ تمام دنیا میں طلب علم کا مرجع اور اپنے زمانہ کی سند ابوالوقت کی طرف سفر کیا تو کرمان کے آخری شہر میں ان کے پاس پہنچا اللہ کریم نے میرے لئے مقدر کر دیا میں نے ان کو سلام کیا بوسہ دیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ تو مجھے فرمانے لگے کہ یہاں تک تمہیں لانے کا کیا سبب بنا؟ میں نے عرض کی کہ میرا آپ کی طرف آنے کا مقصد یہ ہے کہ میرا اعتماد اللہ پر اور اللہ کے بعد آپ پر ہے۔ مجھ تک جو آپ کی حدیثیں پہنچیں وہ میں نے اپنے قلم سے لکھیں اور اپنے پاؤں پر چل کر میں نے آپ کی طرف سعی کی تا کہ میں آپ کے سانسوں کی برکت حاصل کر لوں۔ اور آپ کی علو اسناد سے اپنا حصہ پا لوں۔

شیخ نے کہا کہ اللہ مجھے اور آپ کو اپنی رضا کی توفیق عنایت فرمائے اور ہماری سعی کو خالص اپنے لئے قبول فرمائے اور ہمارا ہر قصد اپنی رضا کے لئے کر دے اگر آپ مجھ کو صحیح طرح سے پہچان لیتے تو کبھی بھی مجھ کو سلام نہ کرتے اور نہ کبھی میرے سامنے بیٹھتے پھر کافی دیر تک خود بھی روئے اور حاضرین کو بھی رلایا پھر فرمایا اے اللہ ہمیں اپنے اچھے اور خوبصورت پردے میں ڈھانپ لے اور اس پردے کے نیچے ہم سے وہ اعمال سرزد کرا جن سے تو راضی ہو جائے اور اپنی رضا والے اعمال کی صلاحیت ہم میں پیدا فرما دے۔

اے بیٹے یہ جان لو کہ میں نے بھی "الصحیح" کے سماع کے لئے اپنے والد کے ہمراہ پیدل علامہ داؤدی کی طرف سفر کیا تھا' ہرات اور بوشنگ تک' میری عمر اس وقت دس سال سے بھی کم تھی۔ میرے والد میرے ہاتھوں پر دو پتھر رکھ دیا کرتے تھے اور فرماتے ان کو اٹھائے رکھو' میں ان کے خوف سے ان پتھروں کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے چلتا رہتا تھا' وہ مجھے دیکھتے رہتے تھے' جب وہ دیکھتے کہ میں تھک چکا ہوں تو فرماتے ایک پھینک دو' میں ایک پھینک دیتا جس سے میرا بوجھ کچھ ہلکا ہو جاتا تھا' میں چلتا جاتا تھا یہاں تک کہ میری تھکاوٹ ان پر بھی واضح ہو جاتی تو مجھ کو فرماتے تم تھک چکے ہو۔ میں مارے خوف کے کہتا کہ نہیں' پھر فرماتے کہ چلنے میں اتنی سستی کیوں کر رہے ہو؟ میں کچھ دیر ان کے سامنے تیز چلتا رہتا اور قریب تھا کہ میں ہلاک ہو جاؤں پھر وہ مجھ کو اٹھا لیتے۔

فرماتے ہیں کہ راستہ میں ہم کو زمیندار ملتے تو وہ میرے والد کو کہتے کہ شیخ عیسیٰ یہ بچہ ہمیں دے دیں تاکہ ہم سواری پر اسکو بوشنگ لیجائیں' میرے والد جواب دیتے کہ اللہ کی پناہ اس سے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی طلب کے لئے سوار ہو کر جائیں' بلکہ ہم تو اپنے پاؤں پر چل کر جائیں گے' اور جب یہ چلنے سے عاجز آ جائے تو میں اس کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت شان اور ثواب کی امید کے لئے اپنے سر پر اٹھا لوں گا۔ ان کے اس حسن نیت کا ثمرہ یہ نکلا کہ اللہ نے مجھ کو اس کتاب اور دوسری کتابوں کے سماع سے اتنا فائدہ پہنچایا کہ میرے ہم عصروں میں اب میرے علاوہ اور کوئی موجود نہیں اور اب وفود مختلف شہروں سے میری طرف چل کر آتے ہیں۔

پھر انہوں نے ہمارے ساتھی عبدالباقی بن عبدالجبار کو کہا کہ وہ میرے سامنے حلوا رکھ دیں۔ میں نے کہا کہ حضرت ابوجہمؒ کے جزء کو پڑھ لینا میرے لیے حلوا کھانے سے بہتر اور مجھ کو زیادہ محبوب ہے۔ تو مسکرا کر فرمانے لگے کہ جب طعام داخل ہوتا ہے تو کلام نکل جاتا ہے۔ انہوں نے حلوا کی ایک بڑی پلیٹ ہمارے سامنے رکھ دی ہم نے وہ کھائی اور وہ جزء نکال کر لائے۔ میں نے اصل نسخہ لانے کی درخواست کی وہ اصل نسخہ بھی لے آئے' میں جزء پڑھ کر خوش ہو گیا' اللہ کریم نے "الصحیح" وغیرہ کے سماع کا کئی مرتبہ مجھ کو موقع میسر فرمایا' ہم برابر ان کی

خدمت میں حاضر باش رہے۔ یہاں تک کہ منگل کی رات چھ ۶ ذیقعدہ ۵۵۳ھ کو وہ فوت ہو گئے ان کی وصیت کے مطابق ہم نے ان کو شونیزہ میں انکے مشائخ کے پاؤں کی طرف دفن کر دیا۔

جب ان کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو محمد بن قاسم صوفی داخل ہوئے اور ان پر جھک گئے اور کہا کہ حضرت' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا آخری کلام "لا الٰہ الا اللہ" ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ انہوں نے ان کی طرف نظر اٹھائی اور یہ آیتیں "**یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربیّ وجعلنی من المکرمین**" پڑھیں' تو محمد بن قاسم اور دیگر اصحاب حیران وششدر رہ گئے' اس کے بعد برابر پڑھتے گئے کہ سورت ختم ہو گئی۔ اور زبان سے نکلا۔ اللہ' اللہ' اللہ مصلّٰی پر بیٹھے انہوں نے وفات پائی۔

شیخ عبدالفتاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں' کہ کیا اشتغال تھا محبت حدیث کا اور حصول حدیث کی کیسی رغبت تھی' اور ایک سات سالہ بچے کو سماع حدیث کیلئے لے جانے کا کیسا نادر حیلہ تھا' اور کیسا عجیب وسیلہ ہے' پہلے دو پتھر ان سے اٹھوانا پھر ایک ایک کر کے انکا پھینکوانا' مشقت آسان کرنے اور مشقت برداشت کرنے کی تربیت تھی' اور ان میں عزم ونشاط پیدا کرنا تھا' اور طویل سفر کی صعوبت برداشت کرنے کی شدید قوۃ اور عادت ڈالنے کی مشق تھی' ان کے ہم عمروں کا اہم مشغلہ کھیل کود اور غافل کر دینے والی اشیاء کے ساتھ وقت گذارنا اور کھانا پینا تھا۔

ان عجمی مسلمانوں کے اس طرح خرق عادت شوق کی وجہ سے سنت مطہرہ ان شہروں میں ان کے سینوں مین زندہ رہی حالانکہ ان کی زبان عربی نہ تھی' لیکن ان ممالک کے باشندوں میں اور عقلمند لوگوں میں عربی زبان اور سنت نبوی کی محبت تھی۔ اللہ رحم فرمائے ہمارے استاد اور شیخ بدر عالم میرٹھی پر' فرمایا کرتے تھے کہ عربی زبان میں گفتگو کرنا عبادت ہے' اسی وجہ سے انہوں نے اپنی تمام تر صلاحتیں حفظ عربیت اور سنت نبوی کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھیں' جس کی وجہ سے یہ حضرات علاقہ کے محدثین کے آشیانے' بڑے بڑے مسندین کی توجہ کا مرکز' اور شیوخ ناقدین کے مجمع کے مقامات' اہل لغت اور بڑے بڑے ادیبوں کے پیدا ہونے کی جگہیں بن گئی تھیں ذالک الفضل من اللہ.

چار سال کی عمر سے سماع حدیث:

(۴۳) طلب علم کے شوق میں جس نے دنیا کا چکر لگایا اطراف و اکناف کا طواف کیا' انمیں امام ابوسعد یا ابوسعید' بقول ابن خلکان' عبدالکریم بن محمد المروزی ہیں' شریف الاصل علمی گھرانے کے فرزند اور ان کے تاج' جس نے کتاب وسنت کے علاوہ شیوخ فقہاء کو بھی حفظ کیا تھا' ان کی پیدائش ۵۰۶ھ میں ہوئی اور ۵۶۲ھ میں ان کی وفات ۵۶ سال کی عمر میں ہوئی

ان کے سفر اور علم کی خاطر گھومنا اتنا زیادہ ہے۔ جس کا دل میں خیال بھی نہیں آ سکتا' ان کے سفر کا حال گویا پرانے زمانے کے قصے کہانیاں ہیں' ان کے سفر کے واقعات صبح صادق سے زیادہ سچے ہیں' انکا سفری زمانہ بیس سال پر محیط ہے۔ جس میں وہ ملال ہونے یا قویٰ مضمحل ہونے کو نہیں جانتے تھے' انہوں نے اپنے آپ کو کبھی پانی سے بھی سیر نہیں کیا۔ اور وہ سوائے وسعت طواف فوائد علم جمع کرنے اور چننے سے زیادہ کسی چیز سے خوش نہیں ہوئے' اور ان کو شیوخ کے تفردات جمع کرنے سے بھی انتہائی خوشی ہوا کرتی تھی۔ ان اشغال کی وجہ سے وہ ایک منفرد قسم کے عالم اور ایک نئی تاریخ بن گئے۔

یہاں میں ان کے بارے میں چند منتخب' اور جاندار جملے ان کی سیرۃ کے متعلق چار کتابوں ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' ''تاج السبکی'' سے اور ذھبی کی ''تذکرۃ الحفاظ'' سے اور منیرہ سالم کی کتاب ''التحبیر فی المعجم الکبیر'' اور شیخ عبدالرحمن المعلمی کی ''الانساب'' کے مقدمہ سے پیش کرتا ہوں۔

تاج الدین السبکی کہتے ہیں کہ وہ' عبدالکریم بن محمد بن محمد بن منصور بن محمد بن عبدالجبار تھے' حافظ ابوسعد بن الامام ابی بکر بن الامام ابی المظفر' بن الامام ابی المنصور بن السمعانی تاج الاسلام بن تاج الاسلام' مشرق کے محدث مفید اور نافع تصانیف والے تھے' صاحب ریاست اصالت اور سرداری والے تھے۔

محمود الخوارزمی کہتے ہیں کہ اسلامی مملکتوں کے زمانہ میں ان کا گھر علوم شرعیہ اور امور دینیہ میں سب سے ارفع' عظمتوں والا' اور سب سے قدیم تھا۔ اور فرمایا کہ اس گھر کے اسلاف و

اخلاف علماء کے قائد اور فضلاء کے لئے بہترین نمونہ تھے' امامت انہی کے سپرد تھی۔ ریاست و سرداری ان پر موقوف تھی' اپنے زمانہ کے آئمہ پر سبقت انہوں نے استحقاق کی وجہ سے حاصل کی تھی' اور ان پر سرداری فضیلت اور فقہ کی وجہ سے حاصل کی تھی' گستاخی' شوخی کی وجہ سے یا ناجائز حق کے استعمال کی وجہ سے نہیں۔

۲۱ شعبان ۵۰۶ھ کو مَرْو میں آپ کی ولادت ہوئی' انکے والد امام ابوبکر ان کو ۵۰۹ھ میں نیشاپور لے گئے۔ اور چار سال کی عمر میں ان کو سماع کے لئے عبدالغفار شیروی اور ابوالعلاء عبید بن محمد القشیری اور ایک بہت بڑی جماعت کے سامنے حاضر کیا' اور ان سے پہلے سماع کے لئے مَرْو میں ابومنصور محمد بن علی الکراعی کے پاس حاضر کر چکے تھے۔ جب ان کی عمر دس برس کی ہوئی تو ان کے والد فوت ہو گئے اور ان کو ''التعلیقہ'' کے مصنف امام ابراہیم المروذی کے پاس جانے کی وصیت کی۔ امام ابوسعد نے ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور ان کے اخلاق سے تہذیب حاصل کی' ان کی پرورش ان کے چچاؤں اور اہل خانہ میں ہوئی' جب قریب البلوغ ہوئے تو قرآن اور فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حدیث وسماع حدیث کا اہتمام کیا۔ سفروں کو وسعت دی' اور بلاد' خراسان' اصفہان' ماوراء النھر' عراق' حجاز' شام' طبرستان' تک سفر کو عام کیا' بیت المقدس کی زیارت کی' وہ عیسائیوں کے قبضے میں تھا' دو مرتبہ حج کیا انہوں نے الفراوی' زاھر الشحامی' وھبۃ اللہ السیدی' تمیم الجرجانی' عبدالجبار الخواری' اسماعیل بن محمد بن الفضل الحافظ' عبدالمنعم بن القشیری' ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری' عبدالرحمن بن محمد الشیبانی القزاز' اور بہت سے لوگ جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا' سے خود سماع کیا' ابن النجار کہتے ہیں کہ میں نے کسی سے ان کے شیوخ کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ ان کی تعداد سات ہزار تھی۔ یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس تک کسی دوسرے کی رسائی نہ ہو سکی۔ جن بلاد کا انہوں نے سفر کیا تھا ان کی انہوں نے ''معجم البلدان'' تالیف کی' ۵۳۸ھ میں واپس مَرْو آئے۔ شادی کی اور ایک لڑکا ابوالمظفر عبدالرحیم پیدا ہوا' اپنے بیٹے کو نیشاپور' اور اس کے گردونواح' ہرات اور اس کے گردونواح' بلخ' سمرقند' بخاری' کے سفر پر لے گئے' ان کی بھی ایک معجم تیار کی پھر ان کو لے کر مَرْو واپس آ گئے' زمین کا چپہ چپہ چھان مارنے کے بعد انہوں نے سفر کی لاٹھی پھینک دی' اور تصنیف'

تالیف' املا' وعظ وارشاد' تدریس' کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کے مشائخ اور ہم عصروں کی ایک جماعت نے ان سے سماع کیا' اور ان سے حافظ ابوالقاسم ابن عساکر اور ان کے صاحبزادے قاسم بن عساکر' ابواحمد بن سکینہ' عبدالعزیز بن منینا ابوروح عبدالمعز الھروی' اور ان کے اپنے صاحبزادے ابوالمظفر عبدالرحیم بن السمعانی یوسف بن المبارک الخفاف' اور دوسرے لوگوں نے روایت کی۔

زمین کو سفر سے تہہ و بالا کرنے کے بعد جب اپنے شہر مَرْو واپس آئے تو پھر وہیں اقامت اختیار کی' اور جمع و تالیف و بیان حدیث میں مشغول ہو گئے' مدرسہ عمیدیہ میں انہوں نے وفات تک علم کی نشر و اشاعت کی' حدیث اور اس کے جملہ فنون کے ساتھ ان کو جنون کی حد تک لگاؤ تھا' ان کے شاگرد اور ساتھی حافظ کبیر ابوالقاسم بن عساکر نے تاریخ دمشق میں ان کا تذکرہ کیا ہے' اور ان کی تعریف میں لکھا ہے کہ وہ خراسان کی مشیخت میں بلا مد مقابل تھے' یہ مقام ان کو بوجہ صدق' معرفت' اجزاء کی کثرت سماع اور تصنیف کردہ کتب کی وجہ سے حاصل ہوا' سنت کی نشر و اشاعت کے لئے اللہ ان کو زندہ رکھے اور اہل اللہ کے اعمال کی توفیق دے۔

شیخ ابوسعد رحمہ اللہ ۵۶۲ھ یکم ربیع الاول کی رات کے آخری ثلث میں مَرْو شہر میں فوت ہوئے اور مَرْو کے قبرستان سنجدان میں دفن کئے گئے۔

حافظ ذھبی نے ان کی تعریف اور ان کو بلند القاب سے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ وہ بہت ذھین' سمجھدار' جلدی اور پرلطف لکھنے والے تھے' انہوں نے تدریس کی اور افتاء کا کام کیا' وعظ کیا' املاء کروایا' وہ ثقہ حافظ اور حجۃ تھے' وسیع سفر والے تھے' عادل اور دیندار تھے' اچھی سیرت والے اچھی صحبت والے اور بہت کچھ کو محفوظ کرنے والے تھے۔ ابن النجار حافظ امام مؤرخ زمانہ محمد بن محمود البغدادی نے کہا کہ میں نے کسی سے تذکرہ کرتے ہوئے ان سے ان کے شیوخ کے بارے میں سنا کہ ان کے شیوخ کی تعداد سات ہزار تھی' اس حد تک کوئی بھی نہ پہنچ سکا تھا' وہ پرلطف تصانیف والے تھے' اپنے اصحاب کے ساتھ کثرت کے ساتھ پرلطف گفتگو مزاح اور اشعار میں حصہ لیتے' بہت ہی ظریف الطبع تھے' حافظ اور وسیع سفر کرنے والے تھے۔ ثقہ' سچے دیندار تھے۔ ان سے ان کے شیوخ اور ہم عصروں نے بھی سماع کیا ہے' اور ایک جماعت نے

ان سے روایت حدیث بھی کی۔

استاذہ محترمہ منیرہ ناجی سالم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا کہ حافظ ابوسعد السمعانی التمیمی المرْوذی الشافعی' خراسان کے شہر مَرْو میں پیدا ہوئے اور ایسے گھرانے میں پرورش پائی' جس کا ہر فرد عالم حافظ محدث فقیہ ادیب واعظ اور خطیب تھا' ان کو علمی غذا خاندان کے رواں دواں اور مالا مال چشموں سے حاصل ہوئی' مدارج فقہاء اور علماء میں ان کا شمار آغاز شباب سے ہونے لگا تھا' ان کے والد نے ان کی طرف بھرپور توجہ کی' انہوں نے بلخ کے کبار مشائخ سے سماع کے لئے ان کو عمر کے ابتدائی حصہ سے بٹھا دیا تھا' پھر ان کو ۵۰۹ھ میں نیشاپور جو حدیث اور محدثین کا شہر تھا لے گئے' اس وقت وہ تقریباً ساڑھے تین برس کے تھے' ان کے والد مَرْو اور نیشاپور میں بھی ان کو مشائخ حدیث کی مجالس میں حاضر کرتے رہے' محدثین جو املاء کرواتے ان کے والد ان کے لئے لکھ لیا کرتے تھے' اور جو بھی مجالس میں ان پر پڑھا جاتا وہ اس میں حاضر رہتے اور اس کو لکھتے' اور اس کی تصحیح کرتے تاکہ بیٹے کو مراجعت کے لئے اصل موجود ہو' اور بڑے ہو کر اسی سے روایت کرے' اسی وجہ سے ان کے بیٹے کو اپنے زمانہ کے مشائخ سے علو اسناد حاصل ہوا' یہ اجازت وسماع اور ان کے مجالس کے پڑھے ہوئے نسخے ان کے علم کا اولین اور اساسی مادہ ہوئے۔

ابوسعد نے علوم حدیث اور مختلف اقسام معرفت کے حصول کے لئے شیوخ کی کثیر تعداد سے ملاقاتیں کیں' ان کے مشائخ میں محدثین' حفاظ' فقہاء' مناظر' مفسرین' قرا' واعظین' ادیب' شعراء اور نحوی شامل تھے' ابن النجار نے کسی سے ان کے شیوخ کے تذکرہ میں سنا کہ ان کی تعداد سات ہزار تھی اس درجہ کمال کو کوئی بھی نہ پہنچ سکا۔

مشائخ کی اتنی بڑی تعداد سے ملاقات بہت زیادہ جدوجہد کی متقاضی ہے' ابوسعد میں اتنی طاقت تھی کہ وہ اتنی مشقت کو برداشت کر سکیں' اور ان گھاٹیوں کو سر کر سکیں جو ان کے سامنے آئیں۔ مشائخ سے ملاقات میں جب وہ کسی شہر میں داخل ہوتے تو صرف وہاں کے مشائخ سے ملاقات پر اکتفاء نہ کرتے بلکہ قرب وجوار کے دیہاتوں اور محلوں کے مشائخ سے بھی کسب فیض کرتے' ایک بستی سے دوسری بستی' اور ایک محلہ سے دوسرے محلہ منتقل ہوتے۔ راستہ میں

گلیوں اور دروازوں سے اور دکانوں سے لکھا ہوا نقل کرتے تھے' یہاں تک کہ سفر کے راستہ میں بھی سماع کرتے تھے اور علماء سے مذاکرہ کرتے تھے۔

ابوسعد نے ایک سو سے زیادہ شہروں کا سفر کیا۔ بعد میں ان کے نام بھی ذکر کیے جائیں گے ان کے اسفار میں تین سفر اہم ہیں۔

پہلے سفر کی مدت تقریباً دس سال تھی۔ وہ خراسان سے شرقاً شام سے غرباً عراق سے شمالاً اور حجاز کی طرف سے جنوباً تھا' یہ سفر عرصہ ۵۲۹ھ سے ۵۳۸ھ کے دورانیہ پر محیط تھا۔

استاذ عبدالفتاح فرماتے ہیں کہ علامہ شیخ عبدالرحمان المعلمی نے اس سفر کے ایک حصہ کی جو روئیداد لکھی ہے میں وہ نقل کرتا ہوں' شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کہ ابوسعد السمعانی کے والد کا انتقال اس وقت ہوا جب ان کی عمر ساڑھے تین برس تھی اس کے بعد ابوسعد کی کفالت ان کے چچانے کی' یہ تمام کبار علماء کرام تھے' انہوں نے ان کی بہت اچھی تربیت اور نگرانی کی' انہوں نے قران کریم حفظ کیا' فقہ' عربیت اور ادب کا علم حاصل کیا' حدیث کی سماع وہ اپنے چچاؤں کے ساتھ کرتے تھے' اور جب بیس برس کے ہو گئے تو پھر انہوں نے خود سماع شروع کیا' ان کے چچاؤں نے ان کو سوائے سفر آخرت کے تنہا سفر کرنے کی اجازت نہ دی۔

ابوسعد نے نیشاپور کے سفر کے لئے ان کی بہت منت سماجت کی' تاکہ وہ صحیح مسلم کی سماع اس شیخ سے کریں جو اس کی روایت میں منفرد بھی ہیں اور معمر بھی' یعنی شیخ' فاضل' ثقہ' ابوعبداللہ محمد بن الفضل الفراوی جنہوں نے طویل عمر ۴۴۱ھ سے ۵۳۰ھ تک پائی' وہ عمر کے اس حصہ تک پہنچ چکے تھے کہ روزانہ ان کی وفات کی توقع کی جاتی تھی' وہ اپنی جلالت علم کے ساتھ ساتھ صحیح مسلم کی روایت عالی سند کے ساتھ کرنے میں منفرد تھے' ان کے اور امام مسلم کے درمیان صرف تین واسطے تھے۔ جبکہ دونوں کے یوم وفات میں ۲۶۱ سال کا فرق ہے۔ اگر وہ فوت ہو جائے اور ابوسعد ان سے سماع نہ حاصل کرتے تو یہ ان کے دل میں ایسی حسرت ہوتی جو کبھی مندمل نہ ہو سکتی' ان کے چچاؤں نے ان کو بائیس سال کی عمر سے پہلے سفر کی اجازت نہ دی' اور جب سفر کی اجازت دی تو تنہا سفر کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ ان کے چچا ابوالقاسم احمد بن منصور

السمعانی ان کے ساتھ ہوتے۔

ابوسعد کا سینہ اس ناپسندیدہ مہربانی سے تنگ ہوا' جب انہوں نے نیشاپور میں فراوی سے صحیح مسلم کا سماع مکمل کیا۔ ان کے چچا ان کو وطن واپس لانا چاہتے تھے۔ ان سے سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو سکا کہ وہ اپنے چچا سے چھپ جائیں' اس امید پر وہ روپوش ہو گئے کہ چچا انتظار کرتے کرتے تنگ آ کر وطن واپس چلے جائیں گے۔ اور مجھ کو چھوڑ جائیں گے اس کے بعد علمی مراکز میں حسب منشاء گھوم پھر کر علم حاصل کریں گے' لیکن ان کے چچا ان سے زیادہ صبر والے تھے' وہ نیشاپور میں مقیم رہے یہاں تک کہ ابوسعد خود روپوشی سے تنگ آ گئے' انہوں نے روپوشی ختم کی اور واپسی کے لئے چچا کے ارادہ کے ساتھ اتفاق کر لیا۔

ابوسعد مسلسل اپنے چچا سے تنہا سفر کی اجازت طلب کرتے رہے۔ اور اس پر دلائل دیا کرتے تھے کہ اب ان کے لئے تنہا سفر کرنے میں کوئی مانع موجود نہیں' اس معاملہ میں انہوں نے اپنے دوسرے چچا کے ساتھ بھی خط و کتابت کی جو طوس میں مقیم تھے' پھر ان کے چچا نے ان کو تنہا سفر کرنے کی اجازت دے دی۔

ابوسعد نیشاپور لوٹ کر آ گئے وہاں ایک سال قیام کیا' پھر وہ دنیا کے علمی مراکز کا کئی سالوں تک چکر لگاتے رہے۔ ان کے اسفار میں وسعت و ہمہ گیری پیدا ہوئی' ان کے چچا مَرْ و میں دوران سفر فوت ہو گئے۔

اس کے آگے سمعانی نے کتاب ''الانساب'' میں سمعانی کے گھرانے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہم اس کو نقل کرتے ہیں' فرمایا۔

میرے چھوٹے چچا اور استاد جن سے میں نے فقہ پڑھی اور جن پر میں نے الخلاف اور بعض مذاہب کی تعلیق کی۔ وہ ابوالقاسم احمد بن منصور السمعانی ہیں۔

وہ ایک فاضل امام' عالم' مناظر' مفتی' واعظ' اچھے شاعر' اور بہت سارے فضائل کے حامل تھے' وہ صاحب حیاء' باوقار' ثابت' تحمل اور صبر والے تھے۔ میں نے ان کے شیوخ کے کچھ رسائل منتخب کر کے ان کو سنائے اور ان کے ساتھ سَرْخس کا سفر کیا' اور مَرْ و کی طرف واپس لوٹا' شوال ۵۰۹ھ میں ہم نیشاپور گئے ان کا جانا بھی میری وجہ سے ہوا' کہ مجھے مسلم کے سماع سے

رغبت تھی' انہوں نے بھی میرے ساتھ صحیح مسلم کا سماع کیا۔ انہوں نے جب وطن واپسی کا قصد کیا تو میں نیشاپور میں قیام کی غرض سے چھپ گیا' میرے ظاہر ہونے تک وہ وہیں مقیم رہے' میں ان کے ساتھ ہی طوس واپس آ گیا' پھر میں ان کی اجازت سے نیشاپور آ گیا' وہ مَرْو سے واپس آ گئے اور میں ایک سال تک نیشاپور میں مقیم رہا وہاں سے میں اصفہان کے لئے نکلا' اس کے بعد پھر میں نے ان کو نہیں دیکھا' ۵۳۴ھ میں وہ فوت ہو گئے' مجھے ان کی وفات کی خبر بغداد میں پہنچی' ہم نے ان کی تعزیت کے لئے ایک مجلس منعقد کی۔

دوسرے سفر کی مدت چھ سال تھی' (۵۴۰ سے ۵۴۶) تک اس میں انہوں نے اکثر شہروں کے سفر پر ہی اکتفا کیا' جیسا کہ نیشاپور' مَرْو' الرّوذ' معراۃ' بلخ' نساء وغیرہ۔ اس سفر میں ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے ابوالمظفر عبدالرحیم جن کی ولادت ۵۳۷ھ کے آخر نیشاپور میں ہوئی تھی' بھی تھے اس وقت ان کی عمر تین برس تھی' بیٹے کے ساتھ انہوں نے خراسان اور ماوراء النہر کا سفر کیا' اور وہاں کی مجالس سماع میں ان کو حاضر کیا' جن مجالس میں ان کو حاضر کیا وہاں سے ان کے لئے اجزاء اور کتابوں کے نسخے حاصل کئے' اور اس کے لئے اس کے مشائخ کا معجم ۱۸' اجزاء میں جمع کیا' اور دو بڑی جلدوں میں ان احادیث کی ''عوالی'' جمع کی جو ان کو سنوائے تھے۔

تیسرے سفر کی مدت چار سال ہے یہ سفر (۵۴۹ سے ۵۵۲) ماوراء النہر کے شہروں کا تھا' جس میں وہ سمرقند' بخاری' نسف' وغیرہ گئے۔ مَرْو واپس لوٹتے وقت وہ خوارزم گئے' اس کے بعد اپنے وطن ہی میں آخری وقت ۵۶۲ھ تک مقیم رہے انکے سفر کا مجموعی دورانیہ بیس سال کا ہے۔ اور ان کا سفر گویا اس شعر کا مصداق ہے۔

ترجمہ ''ایک دن حُزوی اور ایک عقیق میں' ایک عذیب اور ایک خلیصا میں ہے'' جن شہروں کا انہوں نے سفر کیا حروف تہجی کے لحاظ سے درج ذیل ہیں۔

(ا) ابیورد' ارغیان' استر آباد' آمل' خوارزم' اتیار' اوانا۔

(ب) باذغیس' باشینان' بالس' بالوز' بخاری' بذش' بذیخون' البرانیہ' برسخان' بروجرد' بسطام' بغداد' بغشور' بلخ' بنجدیہ' بوشنج' بیت المقدس' بیسان' بیھق۔

(ت) ترمذ' تکریز' تل ابی حفص' تل یعفر' توث۔

(ج) جابر' جاغرق' جرباذقان' جرجان' جروءان' جلوتمین' جورقان' جوزجان' جوزدان' جوسقان' جیّ۔

(ح) حطین' الحفر' حلوان' حماۃ' حمص۔

(خ) خابران' خاخر' خالبرزن' خرجان' خرجرد' خوارالری' خوارزم' خوجان۔

(د) داریا' دامغان' دبیر' درزیجان' درغم' دزق العلیاء' دمشق' دھما' دوتق' دیرالحافر' دیوانجہ۔

(ر) الرافقہ' روانیر' الربذہ' رُخن' رقہ بغداد' رقۃ الجزیرہ' رنان' روزبار' الرق۔

(ز) زبالہ' زمخشر' زملکان' زندخان' زندرزن۔

(س) ساریہ' ساوہ' سرخس' سلجکث' سمنان' سنجار' سنجست' السین۔

(ش) شتفقان' شلانجرد' شوکان۔

(ص) صالحان' صرصر' صریفین' صنعا' دمشق' صور۔

(ط) طابران' طاسبندی' طالقان' طبرستان' طمیہ' طورین' طوس' طھران۔

(ع) عسقلان' العقر' عکا' عکبرا۔

(ف) فاز' فراوہ' فرخورذیزہ' فلخار' فم الصلح' قصر کنکور' قنسرین' قوسس' قیساریہ۔

(ک) کار' کازیارکاہ' الکرج' کرمینیہ' الکوفہ۔

(م) ماربانان' مالین ھراۃ' ماوراء النھر' مجدآباد' مَرْو' الرّوذ' الموصل' میھنہ۔

(ن) نابلس' نامش' نسا' نسف' نصراباذ' النعمانیہ' نوقان' نہاوند' نہروان' نیزب' نیشاپور۔

(و) واسط العراق' واسط طوس' وخشمان' وذار' ورکان' ویذ آباد۔

(ھ) ھراۃ' ھمذان۔

ان کی بلند پایہ تصانیف' علوم الحدیث' رجال' تاریخ' الانساب' فقہ' اصول' خلاف تفسیر' اخلاق' وغیرہ کے بارے میں تقریباً ۶۸ ہیں جیسا کہ محترمہ عالمہ منیرہ ناجی سالم نے اپنی کتاب ''التحبیر فی المعجم الکبیر'' کے مقدمہ میں نقل کیا ہے۔

معلمی نے کتاب ''الانساب'' کا جو مقدمہ نقل کیا ہے اس میں انہوں نے ان کی کتابوں کا

جوتذکرہ کیا ہے وہ نام میں یہاں سے نقل کرتا ہوں' معلمی نے لکھا ہے کہ ابن النجار کہتے ہیں کہ ابوسعد کی کتب کا جوتذکرہ اور تصانیف کے نام ان کے اپنے خط سے دستیاب ہوئے ہیں وہ ہم اس ترتیب سے ذکر کررہے ہیں۔

(۱) خطیب کی تاریخ بغداد کے ضمیمے اور حاشیے' تقریباً چار سو مجموعے' حافظ ذھبی نے کہا میرا خیال ہے ایک مجموعے کا اطلاق آدھی کاپی پر ہوتا ہے۔اس کو زرکلی نے ''اعلام'' میں نقل کیا ہے ابن خلکان نے کہا ہے کہ تقریباً ۱۵ جلدوں کے برابر ہے۔

(۲) تاریخ مَرْ وْ' ابن خلکان نے کہا ہے کہ یہ کتاب ۲۰ جلدوں سے زیادہ ہے۔

(۳) طراز الذھب' فی ادب الطب' ایک سو پچاس مجموعے۔

(۴) الاسفار عن الأسفار

(۵) الاملاء والاستملاء' لندن میں طبع ہوئی بیروت نے اسی کی تصویر چھاپی ہے' پچاس مجموعے۔

(۶) التذکرہ والتبصرہ' پچاس مجموعے۔

(۷) معجم البلدان' پچاس مجموعے۔

(۸) معجم الشیوخ اسی ۸۰ مجموعے۔

(۹) تحفۃ المسافر' ایک سو پچاس مجموعے۔

(۱۰) التحف والھدایا' ۲۵ مجموعے۔

(۱۱) عز العزلۃ' ستر مجموعے۔

(۱۲) الادب فی استعمال الحسب' پانچ مجموعے۔

(۱۳) المناسک' ساٹھ مجموعے۔

(۱۴) الدعوات الکبیر' چالیس مجموعے۔

(۱۵) الدعوات المرویہ عن الحضرۃ النبویہ' پندرہ مجموعے۔

(۱۶) الحث علی غسل الیدین' پانچ مجموعے۔

(۱۷) افانین الباتین' پندرہ مجموعے۔

(۱۸) دخول الحمام' پندرہ مجموعے۔

(۱۹) فضائل صلاۃ التسبیح' دس مجموعے۔

(۲۰) تحفۃ العید' فی الطبقات العیدین' تمیں ۳۰ مجموعے۔

(۲۱) التحایا والھدایا' دس مجموعے۔

(۲۲) فضل الدیک' پانچ مجموعے۔

(۲۳) الرسائل والوسائل' پندرہ مجموعے۔

(۲۴) صوم الایام البیض' پندرہ مجموعے۔

(۲۵) سلوۃ الاحباب ورحمۃ الاحباب' پانچ مجموعے۔

(۲۶) التحبیر فی معجم الکبیر' تین سو مجموعے' اگر اس کی طباعت ہو تو تحقیق کے ساتھ اس کی بہت زیادہ جلدیں بنیں گی۔

(۲۷) فرط الغرام الی ساکنی الشام' پندرہ مجموعے

(۲۸) مقام العلماء بین یدی الامراء' گیارہ مجموعے۔

(۲۹) المساواۃ والمصافحہ' تیرہ مجموعے۔

(۳۰) ذکری حبیب رحل' وبشری مشیب نزل' بیس مجموعے۔

(۳۱) الامالی' پانچ سو مجموعے۔

(۳۲) فوائد الموائد' دو سو مجموعے۔

(۳۳) فضل الھرۃ' تین مجموعے۔

(۳۴) الأخطار فی رکوب البحار۔

(۳۵) الھدیہ' تین مجموعے۔

(۳۶) تاریخ الوفاۃ للمتأخرین من الرواۃ' پندرہ مجموعے۔

(۳۷) الانساب' تین سو پچاس مجموعے۔

(۳۸) الامالی' ساٹھ مجموعے۔

(۳۹) بُخَارِ الْبُخُوْرِ بخاری' بیس مجموعے۔

(۴۰) تقدیم الجفان الی الضیفان' ستر مجموعے۔

(۴۱) صلاۃ الضحیٰ، دس مجموعے۔

(۴۲) الصدق فی الصداقۃ۔

(۴۳) الربح والخسارۃ فی الکسب والتجارۃ۔

(۴۴) رفع الارتیاب عن کتابۃ الکتاب، چار مجموعے۔

(۴۵) النزوع الی الاوطان، والنزاع إلی الاخوان، پینتیس مجموعے۔

(۴۶) حث الامام علی تخفیف الصلاۃ مع الاتمام، دو مجموعے۔

(۴۷) الفۃ المشتاق إلی ساکن العراق، چار مجموعے۔

(۴۸) السعد والغد لمن اکتنی بأبی سعد، تین مجموعے۔

(۴۹) فضائل الشام، دو مجموعے۔

(۵۰) فضل یٰسین، دو مجموعے۔

(۵۱) کتاب الحلاوہ۔

(۵۲) وہ معجم جو صاحبزادے کے لئے تالیف کی ۱۸-اجزاء میں۔

(۵۳) ان کے صاحبزادے ابوالمظفر کی ''العوالی'' جس کی تخریج دو جلدوں میں ابوسعد نے کی۔

یہ ان کی اکثر تصانیف کے نام ہیں۔ باقی پندرہ کتب کے نام رہ جاتے ہیں، یہ تمام تصانیف انہوں نے دس سال کے عرصہ میں مکمل کیں۔ جب انہوں نے ۵۵۲ھ میں مرو میں آ کر مستقل سکونت اختیار کی تھی۔ اور ۵۶۲ھ میں وفات پائی۔

یہ وہ شہر ہیں جن کا انہوں نے پیادہ پا سفر کیا، یہ تقریباً ۹ سو سال پہلے کی بات ہے جب گاڑی، ہوائی جہاز، بحری جہاز، ریل گاڑی کا وجود تک نہ تھا، سفر کا وسیلہ غرباء کے لئے پاؤں، امراء کے لئے جانور ہوا کرتے تھے اور اہل علم کے لئے جانور بھی ناپید تھے۔

میں نے ان کے شیوخ کا تذکرہ بالتفصیل نہیں کیا جن کی تعداد سات ہزار تھی، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا انہوں نے خود اپنے مشائخ کے بارے میں کتابیں لکھیں جو کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔

آپ اپنے رب کو حاضر و ناظر کر کے کہیں کہ اس عالم انسان کو کیا شوق علم تھا، جس نے ان شہروں کے چکر لگائے، اور اتنی بڑی قوم سے ملاقات کی، ایسے زمانہ میں جب وسائل میسر نہ تھے اور اگر تھے بھی تو نہایت ہی قلیل وضعیف اور کس شوق سے انہوں نے یہ کتابیں تصنیف کیں، جن کے ناموں اور حصوں کی تعداد سے کان دہشت زدہ ہو جاتے ہیں، یہ کتابیں انہوں نے صرف اپنے قلم سے تحریر کیں، مواد خود جمع کیا، تالیف و تحقیق کی ان کا خیر کثیر اللہ کے لئے ہو، کہ انہوں نے کتنی محنت اور تکلیف برداشت کی اور کتنی زیادہ محنت کی، تحصیل علم اور خدمت علم کے لیے کتنی خلاف عادت طاقت صرف کی۔

امام ابوسعد السمعانی کے احوال کی اس طوالت کے لئے میں معذرت خواہ ہوں، لیکن اس قدر طول دینے سے میرا مقصد یہ تھا کہ یہ احوال خود محرک ہو جائیں، اہل علم اور طلبہ علم کو سستی اور کسلمندی سے نکالنے کے لیے علم کی فرحت اور نشاط کی طرف، باوجود اختصار کے جہاں پر احوال ابوسعد کے مقام رفیع کا پتہ دیتے ہیں، وہاں یہ عزائم قلب کا محرک، اور محبوب علم کے لئے گھلنے کا عزم بھی پیدا کرتے ہیں اور اچھی یاد کے باقی رہنے کا ذریعہ بھی ہیں۔

میں نے ساٹھ سال میں اسکندریہ کا مینار نہیں دیکھا:

(۵۴) یہ تذکرہ ہے امام حافظ السِّلفی کا جو زیادہ سفر کرنے والے، معمر، جامع صفات علماء میں سے ایک ہیں، جو اپنے زمانہ میں آفاق میں مشہور ہوئے، اور بعد میں آنے والوں کے لئے تاریخ میں داخل ہو گئے چاہے ان کے شہر کے تھے یا دوسرے شہروں کے جن کی شہرت مشرق و مغرب میں پھیلی، وہ خود تاریخ بن گئے۔

میں ان کے احوال کے کچھ جملے ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' سے نقل کرتا ہوں، جو انہوں نے مشترک طور پر نقل کئے، کہ وہ حافظ علامہ شیخ الاسلام، عماد الدین ابو طاہر۔ احمد بن محمد بن احمد السِّلفی۔ الأصفہانی الاسکندری، المعمر، حافظوں کے حافظ، شیخ العلم والحدیث کے منصب پر سو سال فائز رہے ہیں۔ اعلیٰ پائے کے محدث، ادیب، مؤرخ، لغوی، ناقد، ضابط المتقن تھے ۴۷۲ھ میں اصفہان میں پیدا ہوئے۔

آپ کی شہرت سلفی لقب کی بوجہ آپکے دادا احمد کی نسبت سے ہوئی' ان کا لقب سِلَفہ' سین کے کسرہ اور لام کے فتحہ سے عجمی لفظ ہے جس کا معنی تین ہونٹ ہے (ان کا ایک ہونٹ پھٹا ہوا تھا' جس کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تین ہونٹ ہوں)۔ بعض سلفی منسوب الی السلف مراد لیتے ہیں جو کہ غلطی ہے صحیح نسبت معلوم ہونے کے بعد۔

اس امام نے بچپن سے نشو ونما اس حالت میں پائی' کہ آپ ذہانت' شہرت' حفظ' تحصیل علم۔ جمع علم' تعلیم ونشرواشاعت میں یکتائے روزگار تھے' خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میرے شہر اصفہان میں پہلے ۴۹۲ھ میں جب میری عمر ۱۷ برس تھی اور چہرے پر بال بھی نہیں اُگے تھے۔ لوگوں نے مجھ سے اکتساب علم کیا تھا۔

اپنے شہر کے شیوخ سے اخذ علم کے بعد آپ اصفہان کو ۴۹۳ھ میں چھوڑ کر بغداد چلے گئے اور پھر دوسرے اسلامی ممالک کا سفر کیا' آپ نے طلب حدیث کی' اور اجزاء لکھے' اور روایات میں قرآن پڑھا' اور آپ نے اپنے زمانہ کے اساطین علم سے فقہ' لغت اور ادب حاصل کیا۔ امام صاحب اس حال میں صبح وشام کرتے کہ آپ اور آپکے ہم عصر طلب علم میں ہمیشہ سرگرداں رہتے۔

انہوں نے بغداد میں حافظ ابو الخطاب نصر بن احمد بن البطر سے سماع حدیث کیا' ان کو خوف تھا کہ کہیں میری ملاقات سے پہلے ان کا انتقال نہ ہو جائے' انہوں نے ان کی ملاقات کی ان سے سماع کیا' اور ان کی ملاقات سے مسرور ہوئے' حماد بن ھبۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سلفی کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں شوال ۴۹۳ھ میں بغداد میں داخل ہوا' داخل ہوتے وقت میرا مقصد سوائے ابن البطر کے دوسرا کوئی نہ تھا۔ میں ان کے پاس گیا وہ ایک بد مزاج شیخ تھے' میں نے ان کو کہا کہ میں اصفہان سے آپ ہی کی وجہ سے آیا ہوں' انہوں نے مجھ کو کہا پڑھو میں نے پڑھنا شروع کیا' جسم پر پھوڑوں کی وجہ سے میں ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ انہوں نے کہا اس کتے کو دیکھو۔ میں نے پھوڑوں کی وجہ سے معذرت کی۔ اور ان کے کہنے سے رو پڑا۔ میں نے اس وقت صرف سترہ (۱۷) احادیث پڑھیں' اور نکل کھڑا ہوا' پھر میں نے تقریباً پچیس اجزاء پڑھے۔

بغداد میں انہوں نے ابو بکر طوسی' حسین بن علی البسری اور اس طبقہ کے علماء سے بھی سماع کیا' اور الکیاء ابو الحسن الھر اسی سے تحصیل فقہ اور خطیب التبریزی سے لغت کی تحصیل میں مشغول رہے' ابن ناصر کہتے ہیں کہ سلفی بغداد میں تحصیل علم میں مثل شعلہ آگ کے تھے۔

انہوں نے کوفہ میں ابو البقاء الحبال سے اور مکہ میں حسین بن علی الطبری سے مدینہ میں ابو الفرج القزوینی سے بصرہ میں محمد بن جعفر العسکری سے' زنجان میں ابو بکر احمد بن محمد بن زنجویہ سے ھمذان میں ابو غالب احمد بن محمد العدل سے' رَیّ میں صاحب البحر ابو المحاسن عبد الواحد بن اسماعیل الشافعی سے' قزوین میں اسماعیل بن عبد الجبار المالکی سے' نھاوند میں ابو منصور محمد بن عبد الرحمان بن غزو سے' ابھر میں ابو سعید عبد الرحمان بن ملکان الشافعی سے' واسط میں ابو نعیم بن زیزب سے' سلماس میں محمد بن سعادۃ الھلالی سے' حلہ میں محمد بن الحسن بن فدویہ الکوفی سے' شہرستان میں ابو الفتح احمد بن محمد بن رشید الآدمی سے' سکندریہ میں ابو القاسم بن الفحام الصقلی سے سماع کیا۔

انہوں نے دینور' ساوہ' نہاوند' میں بھی سماع کیا' آذر بائیجان کے شہروں کا چکر کاٹتے ہوئے آپ دربند تک پہنچے' خلاط' نصیبین' اور رحبہ میں آپ نے سماع کیا' آپ تقریباً ۱۹ سال حالت سفر میں رہے۔ آپ نے اتنا سفر کیا کہ اس کی کثرت بیان نہیں کی جاسکتی اور اپنے صحیح و سریع خط سے آپ نے کتابت بھی کی' آپ متقی ثابت قدم' دیندار' صاحب خیر' حافظ' ناقد' اور مجموعہ فضائل تھے' علو اسناد آپ پر ختم ہے' کبار حفاظ نے آپ سے آپکی زندگی میں روایت کی۔

آپ نے تین معجم لکھیں جن میں آپ نے اپنے شیوخ کے جن سے آپ نے استفادہ کیا تھا کے تراجم واحوال جمع کئے ہیں' ایک معجم ایک جلد انکے شیوخ اصفہان کے بارے میں ہے' اس میں چھ سو سے زیادہ شیوخ کا تذکرہ ہے' دوسری معجم شیوخ بغداد کے بارے میں ہے۔ یہ بڑی معجم ہے' تیسری ''معجم السفر'' ہے باقی شہروں کے شیوخ کے بارے میں اور ان کی بہت تصانیف بھی ہیں۔

آپ نے صور لبنان سے اسکندریہ کا سفر ۵۱۱ھ میں کیا اور اس کو اپنا وطن بنایا' پینسٹھ سال کی عمر وہاں گذاری' وفات سے پہلے وہاں سے سوائے ایک مرتبہ (قاہرہ میں ابو الصادق مرشد

بن یحییٰ المدینی سے سماع کے لئے) کے نہیں نکلے۔

اوفی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ کو یہاں ساٹھ سال ہو گئے ہیں اور میں نے اسکندریہ کے مینارہ (جو دنیا کے سات اعجوبوں میں سے ایک اعجوبہ ہے) کو نہیں دیکھا سوائے اس طاق کے طاق ان کے مدرسہ والا حجرہ ہے۔

حافظ عبدالقادر الرہاوی کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ وہ اپنے اسکندریہ میں قیام کے دوران بستان اور فرجہ کی طرف صرف ایک مرتبہ نکلے ہیں۔ انہوں نے تمام زندگی مدرسہ کے ساتھ التزام میں گذاری' اور ہم جب کبھی بھی ان کے پاس گئے تو ان کو کسی چیز کا مطالعہ کرتے ہوئے پایا' حافظ عبدالعظیم المنذری کہتے ہیں کہ سلفی جمع کتب کے دلدادہ تھے' اور کتاب پر قیمت خرچ کرنے میں کبھی ان کو حرج نہیں ہوا' ان کے پاس کتابوں کے اتنے خزانے تھے کہ بعض کتب کے دیکھنے کی فراغت ان کو نہ ہوتی تھی اور شہر کے موسم کی نمی کی وجہ سے وہ آپس میں چپک گئیں' پھر کسی چھری وغیرہ سے ان کو الگ کرتے جس کی وجہ سے اکثر ضائع ہو گئیں۔

عماد اصفہانی نے ''الخزیرہ'' میں کہا ہے کہ سلفی نے بہت سکولوں کا طواف کیا ہے اور ان کی طرف رخت سفر باندھا۔

ان سے بادشاہوں نے' نوابوں نے تبرک حاصل کیا' وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے تھے' ان کی وجہ سے ان کے قرب و جوار سے بہت سارے منکرات کا ازالہ ہوا ہے' مصر کے عبیدی خاندان کے حکمرانوں کے ہاں ان کا بڑا مقام تھا' اور ان کی بات نافذ العمل تھی باوجود مذہبی اختلاف کے۔

ان کے لئے مصر کے امیر عادل علی السلا نے جو کہ سنی تھا۔ اسکندریہ میں ایک مدرسہ بنایا اور اس پر اوقاف قائم کئے' رہاوی کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ مصر کا بادشاہ سلفی کی مجلس میں سماع حدیث کے لئے آیا وہ دوران سماع اپنے بھائی کے ساتھ کوئی بات کرنے لگا کہ شیخ نے اس کو ڈانٹ پلائی' اور فرمایا کہ یہ کیا ہے ہم حدیث پڑھ رہے ہیں اور تم باتیں کر رہے ہو۔

ان کے زمانہ میں ان کی آخری عمر میں ان جیسا کوئی نہیں تھا میں نے نہیں سنا سوائے سلفی کے کسی دوسرے شخص کو جس نے دنیا میں پچاسی برس حدیث کا درس دیا ہو' آپ بردبار تحمل والے اور غرباء کی کفالت کرنے والے تھے' انہوں نے سکندریہ میں ایک مالدار خاتون کے ساتھ شادی کی تھی جس کی وجہ سے ان کو فقر کے بعد غنا حاصل ہو گئی تھی' ان سے کبھی بھی کسی کے حق میں زیادتی کا صدور نہیں ہوا' حدیث سنانے کے لئے جب کبھی تشریف فرما ہوتے تو اس دوران نہ پانی پیتے اور نہ تھوکتے' اور نہ تورک کرتے یعنی سرین کے بل بیٹھ کر دونوں پاؤں ایک جانب نکالنا اور نہ ان کا پاؤں باہر نکلتا' علم الدین السخاوی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن سلفی کو اپنے بارے میں یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ترجمہ: ''میں اھل حدیث میں جو کہ بہترین جماعت ہے نوے برس سے تجاوز کر چکا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ سو برس سے متجاوز ہو جاؤں گا' ان کو کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری امید کو پورا کر دیا' مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری عمر سو برس سے متجاوز ہو گی' ان پر ان کی زندگی کی آخری دن یعنی وفات کے دن سورج غروب ہونے تک احادیث پڑھی گئیں' اتنے بڑھاپے میں بھی وہ قاری کو اس کی معمولی سی غلطی پر متنبہ کر دیا کرتے تھے۔ ۵ ربیع الاول ۵۷۶ھ کو انہوں نے صبح کی نماز صبح صادق نمودار ہوتے ہی پڑھی اور اس کے بعد اچانک فوت ہو گئے۔ اسکندریہ میں ان کو دفن کیا گیا' وہ تاریخ میں ایک تاریخ تھے' اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کو اچھا ٹھکانہ نصیب فرمائے۔

یوسف علیہ السلام کے دیدار کے بدلے ہاتھوں کے کٹنے کی کوئی وقعت نہیں:

(۵۵) اللہ رحم فرمائے امام ابو الفرج عبدالرحمان بن الجوزی (ولادت ۵۰۸ھ وفات ۵۹۷ھ) پر وہ اپنی علمی انہماک اور تحصیل علم کے شوق میں اپنی جوانی صرف کرنے کو بیان فرماتے ہیں۔ اپنی کتاب ''صید الخاطر'' میں اس انہماک کا حصہ جوانی اور بڑھاپے کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ جس نے اپنی جوانی کا زمانہ علم میں خرچ کیا تو بڑھاپے میں اپنے بوئے ہوئے کے پھل چننے پر اس کی تعریف کی جائے گی' اور اپنے جمع کئے ہوئے کی تصنیف سے لذت حاصل کرے گا' بدن کی لذات سے اگر کوئی لذت اس سے مفقود ہو تو لذت

علم کے مقابلہ میں وہ بدنی لذت سے کمی محسوس نہیں کرے گا' جبکہ اس کے ساتھ وہ لذتیں بھی ہیں جو اس نے مطلوب کے حصول کے لئے تأمل اور غور وفکر میں پائیں۔ بلکہ بعض مرتبہ یہ اعمال زیادہ فرحت بخش ہوتے ہیں مطلوب تک رسائی سے۔ (ترجمہ شعر) ''اس کے وصال کی تمنا نے مجھ میں طرب کی کیفیت پیدا کر دی' اور بہت سی امیدیں کامیابی حاصل کرنے سے زیادہ میٹھی ہوتی ہیں''

میں نے اپنے بارے میں غور وتأمل کیا اپنے قبیلے کے ان لوگوں کے مقابلہ میں جنہوں نے اپنی عمریں دنیا کمانے میں لگائیں۔ اور میں نے اپنا بچپن اور جوانی طلب علم میں صرف کی۔ تو مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ کسی ایسی چیز کو حاصل نہ کر سکے جو مجھ سے رہ گئی ہو۔ ایسی چیز کہ اگر مجھ کو حاصل نہ ہو تو میں اس پر نادم ہو جاؤں' میں نے جب اپنے حال پر غور کیا تو میں نے دیکھا کہ میری دنیاوی زندگی ان کی دنیاوی زندگی سے بہتر ہے اور میرا مقام ان کے مقام سے بہتر ہے۔ اور میں نے جو معرفت علم حاصل کی ہے وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مجھے شیطان لعین نے کہا کہ تو اپنی تھکاوٹ اور راتوں کے جاگنے کو بھول گیا' میں نے کہا ارے جاہل' یوسف علیہ السلام کے دیدار کے مقابلے میں ہاتھ کٹ جانے کی کوئی وقعت نہیں' اور جو راستہ دوست تک پہنچاتا ہے وہ کبھی طویل نہیں ہوتا۔

شعر کا ترجمہ ''اللہ اس کی طرف چلنے کا اچھا بدلہ دے' اگرچہ سواری مشک کی طرح خشک ہو جائے''

سات ماہ کا بحری سفر:

(۵٦) حافظ ابو عبداللہ محمد رشید الاندلسی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب ''افادۃ النصیح فی التعریف بسند الجامع الصحیح'' میں بیان کیا ہے کہ حافظ ابو مروان الباجی محمد بن احمد (۵٦۴ھ۔ ٦۳۵ھ) نے ایک زمانہ تک سمندر میں سفر کیا یعنی سات محرم بروز بدھ ۵۳۴ھ کو شروع کیا۔ اور اسی سال مری عگ عشاء کے وقت بروز جمعہ ۱۲ شعبان کو پہنچے۔ یعنی مشرق کی جانب اس سفر کے دوران آپ دریا میں سات مہینوں سے زیادہ رہے' پھر دمشق کی طرف متوجہ

ہوئے سات رمضان کو وہاں پہنچے وہاں انہوں نے ابو عمرو بن الصلاح سے ان کی علوم حدیث کی کتاب کا سماع کیا' پھر انہوں نے وہاں پر ہی یہ کتاب ابن الصلاح کو سنائی اور دیگر بلاد مشرق میں بھی سنائی' وہاں کے لوگوں نے ان کو بہت بڑا سمجھا اور ان کے اکرام میں مبالغہ کیا۔

بلاد عرب وعجم میں استفادہ:

(۵۷) طلب علم کے لئے سفر کرنے والوں میں ایک شخصیت حافظ محدث' قاری' مؤرخ امام ابن النجار البغدادی (۵۷۸۔ ٦۴۳) رحمہ اللہ' ہیں جنہوں نے ستائیس (۲۷) برس طلب علم اور سفر میں بسر کئے' حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ان القاب الحافظ الامام البارع' مؤرخ العصر' مفید العراق' محبت الدین ابو عبداللہ محمد بن محمود بن الحسن بن ھبۃ اللہ بن محاسن بن النجار البغدادی صاحب التصانیف کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا۔

انہوں نے یحیی بن بوش' عبدالمنعم بن کلیب' ذاکر بن کامل' مبارک بن المعطوش' ابن الجوزی' اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے سماع کیا۔

انہوں نے سب سے پہلے دس سال کی عمر میں سماع شروع کیا اور پندرہ برس کی عمر میں طلب کی طرف متوجہ ہوئے' بہت ساری روایتیں انہوں نے امام احمد بن سکینہ پر پڑھیں' اصفہان میں انہوں نے عین الشمس المقفی سے اور ایک بڑی جماعت سے سماع کیا' نیشاپور میں موید' اور زینب' سے ہراۃ میں ابو روح سے' دمشق میں کندی سے' مصر میں حافظ ابن المفضل سے اور بہت ساری مخلوق سے سماع کیا۔

انہوں نے جمع کیا' حفظ کیا' عالی و نازل لکھے۔ اور بہت زیادہ احادیث کی تخریج کی' مدینۃ السلام بغداد کی تاریخ لکھی اس پر حاشیہ لکھا خطیب پر مستدرک لکھی جو تین سو اجزاء پر مشتمل تھی' آپ ثقہ اور حفاظ کے سرخیل تھے' اور اس کے ساتھ آپ متدین' دین کی حفاظت کرنے والے' عبادت گذار' سمجھدار اور وسیع روایت والے تھے۔

ان سے ابو حامد بن الصابونی' ابو العباس الفاروثی' ابو بکر الشریشی' ابو الحسن الغرافی' ابو الحسن بن بلبان' ابو عبداللہ بن القزاز الحدانی' اور دوسرے لوگوں نے روایت حدیث کی'

ابوالعباس بن الظاہری' تقی الدین الحنبلی' ابوالمعالی بن البالسی کی اجازۃ سے ان کے شاگرد ابن الساعی نے کہا کہ ابن النجار کا سفر ستائیس (۲۷) برسوں پر مشتمل تھا' ان کے شیوخ کی تعداد تین ہزار ہے۔

انہوں نے درج ذیل کتب کی تالیف وتصنیف کی۔

(۱) کتاب القمر المنیر فی المسند الکبیر' اس میں انہوں نے ہر صحابی اور ان کی مرویات کا ذکر کیا۔ (۲) کتاب کنز الامام فی السنن والاحکام (۳) کتاب المؤتلف والمختلف' یہ انہوں نے ابن ما کولا کی کتاب کے آخر میں کچھ حصے کا اضافہ کیا (۴) کتاب المتفق والمختلف (۵) کتاب انساب المحدثین الی الآباء والبلدان (۶) کتاب العوالی (۷) کتاب المعجم (۸) کتاب' جنۃ الناظرین فی معرفۃ التابعین (۹) کتاب' العقد الفائق (۱۰) کتاب الکمال فی الرجال (۱۱) ذیل التاریخ (۱۲) الدرالثمینہ فی اخبار المدینہ (۱۳) روضۃ الاولیاء فی مسجد ایلیاء (۱۴) نزھۃ الوریٰ فی ذکر امّ القریٰ (۱۵) الازھار فی انواع الأشعار (۱۶) عیون الفوائد (۱۷) مناقب الشافعیؒ۔

ابن الساعی کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھ کو وصیت کر کے نظامیہ کے لئے وقف کر دیں۔ ۵ شعبان ۶۴۳ھ میں آپ فوت ہوئے اور ایک بڑی جماعت نے آپ کے بارے میں مرثیے لکھے' ایک لکھنے والے نے لکھا "میری جان آپ کی میت اور بدن پر قربان ہو' آپکا ذکر' آپ کے اخلاق' اور آپکا جسد کتنا پاکیزہ تھا۔

اپنے ہاتھ سے دو ہزار مجلدات لکھنا:

(۵۸) ذھبی نے "العبر" ابن کثیر نے "البدایہ والنھایہ" صفدی نے "نکت الھمیان فی نکت العمیان" ابن شاکر نے "فوات الوفیات" میں عبدالدائم المقدسی کی سوانح اس طرح ذکر کی' زین الدین ابوالعباس احمد بن عبدالدائم ابن نعمۃ المقدسی الحنبلی المعمر' نابلس کی سرزمین پر فندق الشیوخ میں ۵۷۵ھ میں پیدا ہوئے' اور دمشق میں ۶۶۸ھ میں فوت ہوئے آپ نے ۹۳ برس کی عمر پائی۔

آپ نے بغداد کا سفر کیا اور اپنے زمانے کے شیوخ سے ملے' خود بھی پڑھا' اور اپنے تمام شیوخ سے اپنی اسناد اور روایت میں انفرادیت حاصل کی۔ اور اپنے زمانہ میں مسند الوقت ہو گئے' اس وقت آپ سب سے عالی سند تھے' مختلف ملکوں کے آپ نے سفر کئے' کبار آئمہ اور حفاظ ومحدثین' متقدمین' میں سے ضیاء مقدسی البرزالی' اور ابن الحاجب وغیرہ نے اور متاخرین میں سے نووی' ابن دقیق العید' ابن التیمیہ' دمیاطی' ابن الخباز' اور بہت ساری مخلوق نے آپ سے روایت کی' آپ مُسندِ محدث اور اچھے کاتب تھے' آپ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے اجرت پر اتنی کتابت کیا کرتے تھے جس کا حصر نہیں ہو سکتا' آپ بہت تیز لکھا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کی کتب میں بہت سی غلطیاں رہ جایا کرتی تھیں۔ جس دن فارغ ہوتے تو تقریباً نو کاپیاں لکھ لیا کرتے تھے' اور کسی دوسری مشغولیت کے ساتھ دو یا تین کاپیاں (مختصر الخرقی) ایک بڑی جلد آپ نے ایک رات میں لکھی۔

ابن عساکر کی تاریخ دمشق جو بڑی اسی ۸۰ جلدوں پر مشتمل ہے آپ نے دو مرتبہ لکھی حافظ ذھبی کہتے ہیں کہ اس کا ایک نسخہ ابوالمواھب صَغری کے وقف میں ہے جو انہوں نے اپنے لئے مختصر کیا تھا۔

پچاس برس تک آپ نے لکھنے کا کام کیا' آپ نے اپنے ہاتھ سے دو ہزار جلدیں لکھیں۔ آخری عمر میں چار برس تک نابینا رہے' انہوں نے اپنے شیخ المؤفق بن قدامہ المقدسی کی کتاب "المغنی" جو کہ دس بڑی جلدوں پر مشتمل ہے کئی مرتبہ لکھی۔

انہوں نے بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ بھی پایا جس میں وہ کام کاج کرنے سے رہ گئے تھے اس حالت میں انہوں نے اشعار کہے (ترجمہ) "میں کاغذ قلم اٹھانے سے عاجز آ چکا ہوں کاغذ قلم کے ساتھ الفت کے بعد' میں نے ہزاروں مجلدات لکھیں' جن میں جہاں بھر کے علوم ہیں سوائے میرے دکھ کے' علم انسان کے لئے زینت وشرافت ہے اس پر عمل کرو' عمل مثل علم کے ہے' میں زندگی بھر علم طلب کرتا اور لکھتا رہا۔ یہاں تک کہ میں بڑھاپے اور ضعف میں مبتلا کر دیا گیا۔

پیشاب کی جگہ خون کا آنا:

(۴۹) کتاب کے آخر میں حافظ محمد بن طاہر المقدسی المتوفی ۵۰۷ھ کا تذکرہ آ رہا ہے جن کو دو مرتبہ پیشاب کی جگہ خون آیا' جب وہ طلب حدیث کے لئے دو پہر اور سخت گرمی میں سفر کرتے تو پیشاب کی جگہ خون بہنے لگتا' اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تکالیف پر اللہ ان کو اجر عظیم عنایت فرمائے گا اور اللہ نے ان کو اچھے تذکرے کا اجر عطا بھی فرما دیا۔

بادشاہ کو لذت علم کی حسرت:

(۵۰) یہ جاننا آپ کے لئے کافی ہوگا کہ خلیفہ عباسی ابوجعفر المنصور (عبداللہ بن محمد) المتوفی ۱۵۸ھ رحمہ اللہ۔ جو کہ اپنے وقت میں دنیا اسلام کے سربراہ تھے' وہ چاہتے تھے کہ وہ ان محدثین اور علماء کرام کی طرح ہو جائیں اور ان میں سے ایک ہو جائیں جو ان صفات سے متصف تھے جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے' حالانکہ یہ وہ علماء ہیں جن کے پاؤں سفر کی وجہ سے چھل گئے تھے اور ان کے جسم سخت سفر کی صعوبت سے مرجھا گئے تھے' حافظ سیوطی نے ''تاریخ الخلفاء'' میں ابوجعفر منصور کی سوانح میں لکھا ہے کہ ابن عساکر نے محمد بن سلام الجمحی سے نقل کیا ہے کہ منصور کو کہا گیا ہے کہ کیا دنیا کی کوئی ایسی لذت باقی ہے جس کو آپ حاصل نہ کر سکے ہوں اور آپ کو اس کی تمنا ہو' اس نے کہا کہ ہاں ایک چیز باقی ہے' اور وہ یہ کہ میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوا ہوں اور میرے اردگرد علماء اور اصحاب حدیث ہوں' اور مجھ سے املاء کرنے والے کہیں کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے کس کا ذکر کیا' تو میں کہوں گا کہ مجھ کو فلاں نے بیان کیا اس کو فلاں نے اور فلاں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

محمد بن سلام کہتے ہیں کہ اگلے روز صبح سویرے اس کے مصاحبین اور وزراء کے بچے سیاہی اور کاپیاں اٹھا کر آ گئے' خلیفہ نے ان کو کہا کہ تم وہ نہیں ہو' یعنی تم وہ اصحاب حدیث نہیں ہو جو میری مراد تھے' ان کے کپڑے میلے کچیلے ہوتے ہیں' پاؤں پھٹے ہوئے' بال لمبے ہوتے ہیں' مختلف شہروں کی لمبی مسافتوں کو طے کرتے ہیں اس کے بعد نقل حدیث کرتے ہیں۔

ابھی حاجت باقی ہے:

(۵۱) اسی بلند وصف کی تمنا ابوجعفر منصور کے پوتے خلیفہ مأمون العباسی ابوالعباس عبداللہ بن ہارون الرشید بن منصور متوفی ۲۱۸ھ رحمہ اللہ نے جو ان کے بعد عباسی خلفا میں ساتویں خلیفہ ہیں اور دنیا کے بڑے حکمرانوں میں سے ایک ہیں نے بھی کی تھی' حافظ رامھر مزی نے اپنی کتاب ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی'' میں اور حافظ خطیب البغدادی نے ''شرف اصحاب الحدیث'' میں نقل کیا ہے کہ ابراہیم بن سعید الجوہری کہتے ہیں کہ جب مامون نے مصر فتح کیا تو فرج النوبی الاسود ابوخرملہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیر المؤمنین۔ الحمد للہ۔ اللہ آپ کے دشمن کے لئے کافی ہوگیا آپ کی جانب سے' اور عراقین' حرمین' شام' جزیرہ' مصر' تمام سرحدات' تمام دارالخلافے آپ کے زیر نگیں کر دئے' آپ عالم باللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں۔

مامون نے کہا' اے فرج! تیری ہلاکت ہو ابھی تو میری ایک حاجت باقی ہے اور وہ یہ کہ میں ایک اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا ہوں' اور میرے گرد اصحاب حدیث اور سنت نبویہ کے طالب بیٹھے ہوئے ہوں' اور املاء لکھنے والے نیچے ہوں اور وہ کہیں کہ آپ نے کس کا تذکرہ کیا اللہ آپ سے راضی ہو جائے۔ تو میں کہوں کہ میرے سامنے فلاں نے بیان کیا حماد ان' یعنی حماد بن سلمہ بن دینار' اور حماد بن زید بن درھم' نے ان کو ثابت البنانی نے' ان کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی یا تین بیٹیوں کی یا تین بہنوں کی پرورش کی' یہاں تک کہ وہ مر گئیں یا وہ شخص مر گیا تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح ہوں گے' اور آپ نے اپنی تسبیح والی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

خلیفہ مامون اہل علم میں سے تھا جیسا کہ پہلے زمانہ کے بادشاہوں کی اولاد ہوا کرتی تھی۔ اس نے بھی بچپن میں علم حاصل کیا' اس نے ادب و تاریخ پڑھی' فقہ حاصل کی' اپنے شہر میں رہ کر بھی اور دوسرے شہروں میں جا کر بھی' اس نے علم حدیث حاصل کیا' اس نے حدیث کی

روایت بھی کی' یہ مضبوط حافظے کا مالک تھا' جیسا کہ ''سیر اعلام النبلاء'' نے ان کی سوانح میں لکھا ہے' سیر کی کتابوں میں ان کے سوانح میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب ہارون الرشید حج کر کے کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کو کہا کہ آپ محدثین کو کہہ دیں کہ وہ ہمارے ہاں آ کر حدیث بیان کیا کریں تو تمام محدثین آ گئے سوائے عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس کے' تو امین اور مأمون ابن ادریس کے پاس گئے' انہوں نے ان کے سامنے سو حدیثیں بیان کیں' پھر مأمون نے ان کو کہا' چچا جان اگر اجازت ہو تو میں یاد سے یہ حدیثیں سنا دوں' انہوں نے کہا سنا دو' جب انہوں نے تمام سنا دیں تو امام عبداللہ بن ادریس کو ان کے حافظہ نے متعجب کر دیا۔

پھر یہ دونوں عیسیٰ بن یونس کے پاس گئے انہوں نے بھی ان کے سامنے حدیثیں بیان کیں' مأمون نے ان کو دس ہزار درہم عطیہ دینے کا حکم صادر کیا۔ تو انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر ہم ایک گھونٹ پانی بھی پینا نہیں چاہتے'

ابن شاکر نے ''فوات الوفیات'' میں مأمون کی سوانح میں لکھا ہے کہ انہوں نے بچپن میں علم حاصل کیا اور حدیث کا سماع انہوں نے' ھشیم' عباد بن العوام' یوسف بن عطیہ' ابو معاویہ الضریر اور ان کے طبقے کے لوگوں سے کیا اور ان سے یحییٰ بن اکثم' جعفر بن ابی عثمان الطیالسی' امیر عبداللہ بن طاہر نے روایت کی' اور انہوں نے فقہ' تاریخ' اور عربیت میں کمال اور رسوخ پیدا کیا' ان کا شمار کبار علماء میں ہوتا تھا۔ پھر جب یہ بڑے ہو گئے تو انہوں نے علوم اوائل کی طرف توجہ کی' اور انہوں نے فلسفہ میں مہارت حاصل کی' فلسفہ کی مہارت ان کو عقیدہ خلق قرآن کی طرف لے آئی' مامون بنو عباس میں صاحب حزم و عزم تھے' صاحب علم و حلم تھے' صاحب الرائے اور ہوشیار تھے' صاحب شجاعت' سرداری کے قابل' سخی اور فراخ دل تھے' ہر رمضان میں تیس ختم کیا کرتے تھے۔

یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مامون نے کہا کہ میرا ارادہ حدیث بیان کرنے کا ہے۔ میں نے کہا کہ امیر المؤمنین سے زیادہ اسکا حق دار کون ہو سکتا ہے انہوں نے کہا کہ میرے لئے ممبر رکھو' پہلی حدیث یہ بیان کی کہ ہم کو ھشیم نے ابو جھم سے انہوں نے زھری سے

انہوں نے ابو سلمہ سے انہوں نے ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے نقل کیا (انہوں نے یہ حدیث مرفوع نقل کی) کہ امراؤ القیس آگ کی طرف شعراء کا علمبردار ہو گا' پھر تیس احادیث بیان کیں۔

پھر نیچے اتر کر کہنے لگے کہ یحییٰ نے ہماری مجلس کو کیسے پایا' میں نے کہا بڑی مجلس تھی' جس میں خاص و عام کو سمجھ حاصل ہوئی' مأمون نے کہا لیکن تم لوگوں میں' میں نے کسی قسم کی حلاوۃ نہیں دیکھی' اس لئے کہ مجلس حدیث تو پھٹے پرانے کپڑے والوں' اور سیاہی کی دوات اٹھانے والوں سے بجتی ہے۔

مأمون کے سامنے ایک اجنبی شخص پیش کیا گیا' اس نے ہاتھ میں دوات اٹھائی ہوئی تھی۔ مامون سے کہا گیا کہ یہ حدیث کا طالب علم ہے' اس کا خرچ ختم ہو چکا ہے' اس کی کچھ مدد فرما دیں' مأمون نے اس کو کہا کہ فلاں باب سے تم کو کچھ یاد ہے تو اس کو کچھ یاد نہ تھا' مأمون نے خود سند کے ساتھ وہ پورا باب بیان کر دیا۔ پھر دوسرے باب میں اس سے پوچھا' تو اس باب میں بھی اس کو کچھ یاد نہ تھا' پھر وہ باب بھی مأمون نے خود بیان کر دیا' پھر ساتھیوں کو کہنے لگے کہ ایک شخص تین دن حدیث پڑھتا ہے پھر آ کر کہتا ہے کہ میں اصحاب حدیث میں سے ہوں میری مدد کیجئے' اس کو تین درہم دے دو۔

سیاہی ان کی خوشبو تھی:

(۵۲) یہ قابل رشک لوگ جنہوں نے اپنی زندگی سنت مطہرہ کی خدمت میں صرف کی' اور اس میں انہوں نے کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیا' بڑے بڑے بادشاہ ان کی صفات سے متصف ہونے کی کوشش کرتے تھے' ان کی سیرت سے مزین ہونے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اور ان کے گھر کی چوکھٹ پر بیٹھنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ جن کے بارے میں ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں ان کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایسی قوم ہے جو صالحین کی جحت پر چلے ہیں اور آثار سلف کی انہوں نے اتباع کی' رسول اللہ کی سنتوں کے ذریعے سے انہوں نے اہل بدعت اور مخالفین کا قلع قمع کیا' انہوں نے

دنیاوی نعمتوں اور ضرورتوں پر تحصیل علم کے لئے دشت و بیابان کے سفر کو ترجیح دی۔ سفر کی سختیوں سے وہ متنعم ہوئے' اور اہل علم اور اہل اخبار کی ہم نشینی کی وجہ سے انہوں نے قناعت کی آثار و احادیث کے جمع کرنے پر انہوں نے مفلسی اور پرانے کپڑوں کے ساتھ مجلس علم کو ترجیح دی لذائذ دنیا پر۔

انہوں نے مسجدوں کو گھر بنایا' ستونوں کو تکیہ بنایا اور بوری کو بستر بنایا' انہوں نے دنیا بالکل پس پشت ڈال دی تھی' انہوں نے کتابوں کو اپنی غذا بنایا اور دینی معارضہ کو راتوں کے جاگنے کا ذریعہ' اور دینی مذاکرے کو استراحت کا ذریعہ' سیاہی کو اپنے لئے خوشبو' بے خوابی کو نیند بنایا' ان کی روشنی بس دن کی روشنی ہوا کرتی تھی' نیچے بچھانے کے لئے کنکریاں ہوا کرتی تھیں' سند عالی کے ساتھ سختی ان کے لئے راحت ہوتی تھی اور راحت کا وجود ان کے مطلوب کے فقدان کی صورت میں تنگی کا باعث ہوا کرتا تھا' ان کی عقل سنت کی لذة سے ڈھانپی ہوئی تھی اور ہر حال پر رضا سے ان کا دل معمور تھا' علم حدیث کا سیکھنا ان کے لئے باعث سرور اور مجالس علم کا انعقاد ان کے خوش ہونے کا ذریعہ' اہل سنت تمام کے تمام ان کے بھائی اور اہل بدعت والحاد تمام کے تمام ان کے دشمن ہوا کرتے تھے۔

(۵۳) حافظ قاضی حسن بن عبدالرحمٰن الرامہر مزی نے اپنی کتاب ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی'' میں ان لوگوں کے بارے میں جن کو طلب حدیث اور تحصیل حدیث میں مشقت اور تکالیف برداشت کرنی پڑیں' ایک جامع کلمہ کہا ہے جس میں بہت بڑی عبرت ہے ہمارے زمانہ کے علماء اور طلباء کے لئے' انہوں نے مشہور واعظ محدث منصور بن عمار الخراسانی جن کا دوسری صدی کے آخر میں انتقال ہوا ہے' سے اپنی سند ان کے صاحبزادے سلیم بن منصور بن عمار الخراسانی کے طریقہ سے نقل کرتے ہیں' کہ میرے والد نے ایک مجلس میں مفسرّین اور محدثین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا' تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو انعام و احسان کرنے والا اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے والا قرآن کریم کو ہر قسم کی کمی بیشی سے محفوظ رکھنے والا اور شیطان کے دجل و فریب سے اس کو محفوظ رکھنے والا۔ اہل زیغ و اہل کفر کی تحریف سے اس کو محفوظ رکھنے والا ہے' قرآن کریم کی تعریف میں طویل کلام نقل کرنے کے بعد فرمایا' اللہ تعالیٰ

نے قرآن کریم کے آثار مفسرہ اور سنن قویہ کی حفاظت کے لئے ایک منتخب جماعت مقرر فرمادی ہے' اور اللہ نے ان کو اس کے طلب کرنے اور لکھنے کی توفیق دی' اور ان کو اس کی رعایت و حفاظت کی قوت دی' اس کا پڑھنا اللہ نے ان کا پسندیدہ مشغلہ بنادیا' اور اس کے لئے چلنا' تھکنا' کسی جگہ اترنا اور کوچ کرنا اور جان و مال خرچ کرنا اور شدائد و مہلکات کا مقابلہ کرنا ان کے لئے آسان بنادیا گیا تھا۔

پس وہ سفر کرتے تھے ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف' اور ہر وادی میں علم کے لئے داخل ہوتے تھے۔ پراگندہ بال' بھوکے پیٹ' خشک ہونٹ' بدلے ہوئے رنگ' کمزور بدن کے ساتھ انہوں نے ایک ہی چیز (علم) کو اپنا مقصد حیات بنایا تھا۔

علم کو قائد اور دلیل بنانے پر وہ راضی ہو چکے تھے' بھوک اور پیاس ان کو علم سے الگ نہیں کرسکتی تھی اور نہ گرمی سردی ان کو تنگ کرسکتی تھی۔

وہ صحیح اور غیر صحیح' قوی اور ضعیف حدیث کی تمیز اور فرق بیان کیا کرتے تھے۔ دور اندیش' تہہ تک پہنچنے والے رائے حق کے شعور سے بیدار دلوں کے ساتھ' پس اب ہم اور آپ تو ہم پرستوں کی ملمع سازی' ملحدین کی اختراع' کاذبین کی افتراء سے محفوظ ہوگئے ہیں۔

اگر آپ ان کو راتوں کی خلوتوں میں دیکھیں تو وہ اپنے سنے ہوئے کو نقل کرنے کے لئے بیدار ہوتے ہیں۔ اور جمع کئے ہوئے کی تصحیح میں لگے رہتے ہیں' نرم بستروں' پسندیدہ لیٹنے کی جگہ کو چھوڑے ہوئے ہیں' اونگھ ان کو ڈھانپ کر سلا دیتی ہے اور ان کے ہاتھوں سے قلم گرا دیتی ہے' ایسی حالت میں خوف زدہ ہو کر نیند سے بیدار ہوتے ہیں' جبکہ سخت محنت و مشقت نے ان کی پیٹھ کو دردناک کردیا ہوتا ہے' اور زیادہ جاگنے نے ان کے ذہنوں کو پراگندہ کردیا ہوتا ہے۔ اس حالت میں وہ بدن کو آرام دینے کے لئے انگڑائی لیتے ہیں' اور تبدیلی مکان سے وہ نیند دور کرتے ہیں' اور اپنے ہاتھوں سے آنکھوں کو ملتے ہیں پھر کتابت علم کے لئے بیٹھ جاتے ہیں' علم کے حرص کی وجہ سے اور اپنی خواہشات اس طرف مائل کرنے کی وجہ سے آپ جانتے ہیں کہ یہ اسلام کے محافظ اور پہرہ دار ہیں اور اللہ علام الغیوب کی نعمتوں کو محفوظ کرنے والے ہیں۔

سفر طلب علم کی بے شمار لذتیں:

(۵۴) حافظ رامہر مزی نے اپنی کتاب ''المحدث الفاصل'' میں طلب علم کے لئے سفر کرنے اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد کے بارے میں بھی لکھا ہے' اور جو لوگ علم کے لئے سفر کو ناپسند کرتے ہیں ان پر رد کرنے کے لئے یہ بھی لکھا ہے' طلب علم کے سفر پر نکیر کرنے والے کو اگر معلوم ہو جائے وہ لذت جو اس مسافر کو سفر علم کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ اور جو انبساط اس کو وطن چھوڑتے وقت ہوتا ہے اور اس کے جوارح کو اور اعضاء کو جو لذت حاصل ہوتی ہے جب وہ اپنے لمحات کو علم کے چشموں اور علم کے مکان پر صرف کرتا ہے اور جب وہ علم کے ظاہر و باطن کو حاصل کرتا ہے' اور اطراف زمین کے چھوٹے چھوٹے گاؤں اور جھاڑیوں کو جب وہ دیکھتا ہے اور دنیا کے باغات اور سبزہ پر جب وہ نظر کرتا ہے اور چہروں کے پھر جانے کو جب وہ دیکھتا ہے' اور مختلف زبانیں جب وہ سنتا ہے' اور مختلف رنگ و نسل جب وہ دیکھتا ہے' دیواروں اور باغات کے سایہ میں جب وہ استراحت کرتا ہے' اور اس کا مسجدوں میں کھانا اور ندیوں سے پینا اور جہاں رات پڑ جائے وہاں سونا' اللہ کے لئے محبت کرنے والے کو ساتھ رکھنا' اپنی حشمت و وقار کو چھوڑنا' تصنع اور بناوٹ کو ترک کرنا' اور دل کو سرور دینے والی چیز تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کرنا' اور جس مجلس کا قصد کیا ہو اس کے لئے کمر ہمت باندھ لینا' اور اس کے لئے دشوار گذار راستے قطع کرنا۔

تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا و مافیھا کی تمام لذائذ ان محاسن کے مشاھدے' ان مناظر کی حلاوت اور ان فوائد کا حاصل کرنا جو ربیع کے پھولوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہیں' قدر دانوں کے ہاں طبلہ و سارنگی کی آواز سے میٹھی اور زیادہ قیمتی ہیں سونے کے ذخائر سے' جبکہ یہ طعن کرنے والا اور اس جیسے لوگ ان لذائذ سے محروم ہیں۔

''سفر علم اور سفر کرنے والوں کے احوال''

(۵۵) اس سے پہلے سفر اور سفر علم کرنے والوں کے بہت احوال گذر چکے ہیں' اور بھی بہت سارے اخبار کا ذکر آنے والا ہے' یہ بات جاننا ضروری ہے کہ علماء سابقین کی نظر میں علم کے لئے سفر اختیار کرنا اساسی مقصد تھا' اضافہ علم' ابواب علم کے کھلنے' علم میں تنوع' تلون' تعمق پیدا کرنے کے لئے' اسی لئے سفر اختیار کرنے سے کوئی بھی پہلو تہی نہیں کرتا تھا۔ سوائے اس شخص کے جس کو جسمانی ضعف لاحق ہوتا یا کثرت عیال کی وجہ سے سفر نہ کر سکتا تھا۔ یا جو سفر کے اخراجات سے لاچار ہو' یا والدہ یا والد کے حق کی رعایت کی وجہ سے سفر کی اہلیت نہ رکھتا ہو

علم کے حصول کے لیے سفر کتنا ضروری ہے؟

(۵۶) اس کی وجہ یہ ہے کہ متقدمین کی نظر میں عالم پر اعتماد اور اس کے ثقہ ہونے کا دارومدار سفر علم پر تھا' انہوں نے ایک مشہور کلمہ کہا ہے کہ ''جو علم کے لئے سفر اختیار نہیں کرتا اس کا علم ثقہ اور معتمد نہیں'' اور بہت پہلے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرما چکے ہیں کہ چار قسم کے لوگ ہیں جن سے رشد و بھلائی خیر اور نفع کی توقع نہیں' تین قسم کے لوگوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ چوتھا وہ شخص جو اپنے شہر میں رہ کر کتابت علم کرتا ہے اور طلب حدیث میں سفر نہیں کرتا۔

اس بات پر حافظ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ جب طالب علم اپنے شہر کے مہمات اور عالی علوم کے سماع سے فارغ ہو جائے تو پھر سفر اختیار کرے ''فلیرحل'' امر کے صیغے کے ساتھ فرمایا اس وجہ سے کہ جب انہوں نے سفر علم کے فوائد اور نافع اثرات محسوس کئے شخصیت کی تکوین' مدارک علمیہ کی نشونما' اور فکری افق کی وسعت میں' تو انہوں نے سفر علم کو حاجت ضروریہ کے قائم مقام کر دیا' اس شخص کے لئے جو علم اور تحصیل علم کے راستہ پر چلتا ہو' اور اس کے علم کا ثقہ ہونے کے لئے اس شرط کو معتبر مانا ہے۔

(۵۷) اس سے پھر یہ طویل ترین سفروں کی داستان بنی' جو ان سفر کرنے والوں کی عمروں کے ایک حصہ سے بھرپور ہے' اور یہ لوگ گھر والوں سے بچوں سے' بیوی سے شہر سے دور

رہتے تھے‘ علم سیکھنے‘ علماء سے ملاقات‘ ان سے بالمشافہ گفتگو‘ ان کی عادات اخذ کرنے‘ اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا اس کو لینے‘ اور ان کی طرف نسبت کے لئے اور ان کے چشمہ علم سے سیراب ہونے کے لئے فارغ ہوتے تھے۔

سفر تحصیل علم کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں:

(۵۸) علماء سابقین کے ہاں اس قسم کے اسفار ان کی علمی زندگی کا اصلی جزء بن چکے تھے‘ اور ہر علم کے عالم نے سفر کیا‘ مفسر‘ محدث‘ فقیہ‘ اصولی‘ لغوی‘ نحوی‘ ادیب‘ مؤرخ‘ زاھد‘ عابد‘ جوان‘ بوڑھے‘ چھوٹے‘ بڑے‘ بچے نے سفر کیا خود بھی سفر کیا چھوٹے بچوں کو سفر کروایا‘ جن کی عمر چار برس سے کم تھی‘ جیسا کہ آپ نے اکثر علماء کی سوانح میں دیکھا‘ امام ابو سعد السمعانی انہی میں سے تھے۔

(۵۹) ان سفر اختیار کرنے والوں کو سفر میں مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان گنت سختیاں جھیلنی پڑیں‘ جن میں بعض مدوّن شدہ ہیں اور بعض بغیر تدوین کے ضائع ہو گئے‘ ان کی سوانح میں آپ بعض سرگزشت پڑھیں گے لیکن پوری سرگزشت نہیں ہوگی۔

(۶۰) طلب علم کا سفر ان حضرات کی زندگی سے‘ دو سال‘ چار سال‘ پانچ اور دس سال لیتا تھا‘ اور بہت سارے حضرات ایسے ہیں کہ سفر میں ان کی عمر کے بیس‘ تیس‘ اور چالیس سال گذرے ہیں‘ اور بعض نے اپنی عمر کے پینتالیس برس سفر میں گذارے جیسے امام ابو عبداللہ بن مندہ جن کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

(۶۱) جب کوئی دیکھنے والا ان حضرات کے اسفار کو دیکھتا ہے۔ جبکہ ان کی حالت بھی فقر و فاقہ اور تنگدستی والی تھی‘ اور وسائل سفر بھی بمشکل دستیاب ہوتے تھے‘ تو ان کی علو ہمتی اور صبر و تحمل کی داد دیتا ہے جنہوں نے قلّت وسائل کے باوجود بھی اپنے مقصود کو حاصل کر لیا۔ علم کی قدر و قیمت سے وہ آشنا تھے۔ اس کی وجہ سے انہوں نے اس کی تحصیل میں صعوبتیں برداشت کیں جنگل اور دریا پار کئے‘ اور ایسی ایسی تکالیف برداشت کیں جنہیں اللہ ہی جانتا ہے‘ اس سلسلہ میں امام ابو حاتم الرازی کا واقعہ جو عنقریب آ رہا ہے تمہارے لئے کافی ہے۔

(۶۲) یہ اسفار بذات خود درس ہوا کرتے تھے۔ جس نے ان کو سخت جان کر دیا تھا۔ اور جس نے ان کو چمکایا‘ اجاگر کیا‘ اور ان کو علم کی قدر و قیمت بتائی‘ اور ان کو تحصیل علم کی حلاوت اور لذت سے آشنا کروایا‘ انہوں نے اس کی تحصیل میں جان کی بازی لگائی‘ اور تحصیل علم میں دن رات مشغول ہو گئے‘ تحصیل علم کے لئے انہوں نے علم کے علاوہ ہر چیز‘ بیوی بچوں‘ اور شہر سے قطع تعلق کر لیا تھا‘ جس کی وجہ سے وہ ائمہ‘ احبار‘ سادات‘ اور ابرار بن کر نکلے‘ ان کی لیاقت و صلاحیت کی وجہ سے لوگ ان کو مقدس سمجھتے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے‘ ان کی پاکدامنی‘ ان کی صلاحیت‘ علم و فضل بصیرت‘ اور عظیم نفع کی وجہ سے لوگ ان کے گرد جمع ہوتے تھے۔

(۶۳) پس وہ سفر جس نے سفر کرنے والے کی عمر کے دس سال‘ بیس یا تیس سال‘ یا اس سے کم و بیش لئے‘ یہ تمام وقت تحصیل علم‘ ملاقات علماء‘ مجالس علماء کی حاضری‘ اسباق کی سماعت‘ ان کی تقریرات سے استفادہ‘ ان کے مناقشات اور محاکمات سے منور ہونے کے لئے ہوتا تھا‘ ایک شہر میں غالباً سفر کرنے والے کو دس سال تک تحصیل سے واسطہ پڑا ایسی چیز تھی جس نے ان کو علوم شرعیہ‘ علوم عربیہ اور تمام علوم اسلامیہ میں بلند پایہ عالم بنا دیا تھا۔

متقدمین طلبہ کی قابل رشک حالت اور موجودہ دور کی حالت زار:

(۶۴) اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ ان اعلیٰ تعلیمات میں جس نے سفر کرنے والوں کو صحیح طریقہ سے مانجھا‘ اور سدھارا‘ اور ہمارے آج کے جامعات کے طلبہ کی تعلیم میں موازنہ کریں‘ کہ ان جامعات میں طلبہ چار سال تعلیم حاصل کرتے ہیں‘ اور اکثر تو صرف پیپر وغیرہ پڑھتے ہیں‘ نہ مجلس علم میں حاضری دیتے ہیں‘ اور نہ سماع حاصل کرتے ہیں‘ اور نہ ہی کوئی مناقشہ کرتے ہیں‘ اور نہ ہی تخفی حاصل کرتے ہیں‘ اور نہ ہی کسی کی اقتداء اور پیروی کر کے اخلاق سیکھتے ہیں اور نہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کرواتے ہیں‘ اور نہ ہی انہوں نے اپنے مسلک کو مہذب بنایا ہوتا ہے۔ مختصر کورس سے خیالی سوالات جھاڑتے ہیں‘ پھر اس مختصر کورس کی تلخیص کرتے ہیں‘ پھر ان پڑھے ہوئے مضامین میں سے بعض اساتذہ کی مہربانی اور اپنی چاپلوسی سے غیر اہم مضامین پر ایک بحث جھاڑ دیتے ہیں‘ تو اپنے خیال کے مطابق بعض مرتبہ اس چیز کو حاصل کر لیتے ہیں جس

سے خوش ہو جاتے ہیں' اگرچہ درحقیقت وہ ان کے لئے مضر ہوتی ہے' (یعنی بغیر علمی رسوخ کے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر لیتے ہیں)

(٦٥) علمی لحاظ سے تہی دست ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ کو بڑے بڑے القابات سے اونچا کرنے کی کوشش کرتے ہیں' اور لمبے چوڑے غلط دعوے کرتے ہیں' اپنی ناقص اور ناکارہ رائے سے علماء کی تجھیل کرتے ہیں' شاذ اور متروک اقوال سے مدد حاصل کرتے ہیں اس لئے کہ یہی ان کے فہم اور علم کے متجانس ہوتے ہیں۔ اصول راسخہ متوارثہ اور مقررہ قواعد کو چھوڑتے اور اس کا خلاف کرتے ہیں' علماء کی نشست و برخاست کے خوگر نہیں ہوتے' قدماء کے پاس انہوں نے تحصیل علم کا ذائقہ نہیں چکھا ہوتا' لیکن اپنے نفس میں وہ سابقین سے زیادہ عالم ہوتے ہیں۔

(٦٦) آج کی علمی حالت پر نظر رکھنے والا شخص مدارس و جامعات میں افراد کی کثرت تو موجود پاتا ہے' لیکن اس کے ساتھ علم اور اہلیت علم میں انتہائی تہی دامنی' فہم و معرفت میں سطحیت اور عمل بالعلم میں بہت زیادہ کمی محسوس کرتا ہے' یہ مصیبت سخت مصائب میں سے ہے اللہ تبارک وتعالی سے اس بات کی التجاء کرتے ہیں کہ وہ ان کے دلوں میں اس چیز کا الہام کردے جس کے ساتھ بلاد اسلامیہ میں امور تعلیم معلق ہیں۔ تاکہ وہ اس معاملہ کو دیکھ لیں اور اس خطرے کا ادراک کرلیں' اس کے تباہ کن اثرات کے پھیلنے سے پہلے' اور اس طرز کے نشانات پختہ ہونے سے پہلے۔

اسلام دشمن ممالک کی طرف تحصیل علم کے واسطے رخت سفر باندھنے کے نقصانات

(٦٧) میں ان نوجوانوں کے بارے میں لمبی بات نہیں کرنا چاہتا جو مشرق و مغرب کے کفار (اسلام اور اہل اسلام کے دشمنوں) کے ممالک کی طرف سفر کرتے ہیں' اس لئے کہ عقیدہ اخلاق' فکر اور چال چلن میں ان کے خفیہ جراثیم سے محفوظ رہنے والے بہت کم ہوتے ہیں' ہمارے نوجوانوں میں کتنے ہی ایسے ہیں جو انکے مکر و فریب کے دامن میں گھائل ہو کر رہ گئے ہیں اور انہی کے راستہ اور روش پر چل نکلے ہیں' اور انہی کو قائد اور راہنما تسلیم کرنے پر راضی ہو

گئے ہیں۔ اور اسلامی ممالک سے ان ممالک میں چلے گئے ہیں' اور انہی ممالک کو اپنا مستقل وطن اور گھر بنالیا ہے' اور اپنے ہم وطنوں پر کفار کو ترجیح دے کر ان کو اپنا ہم وطن اور پڑوسی بنالیا۔ اور اپنے تئیں خیال کرتے ہیں کہ ہم بہتر کام کرتے ہیں۔ اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اور تیری پناہ میں آتا ہوں ایمان کے بعد کفر سے۔

(٦٨) ہمارے بہت سارے نوجوان طلباء جنہوں نے ان سے کلی یا جزی تاثر لیا ہے' پھر جب اپنے ملک میں آئے تو وہ ان سے یہی چاہتے ہیں کہ انہی کی افکار و عادات اس کے رہبر و راہنما ہوں ان کے ملک اور اولاد میں' اور رہی بات ان سے شایان شان علم حاصل کرنا تو مبعوثین میں ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں' بلکہ مشرقی اور مغربی اساتذہ مسلمانوں کو ادھورا علم بڑے بڑے القابات وخطابات اور ڈگریوں کے ساتھ پڑھاتے ہیں اور یہ اپنے ملک کی طرف سطحی معلومات کے ساتھ لوٹتے ہیں۔

"لله الامر من قبل ومن بعد" معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی' اللہ مومنوں کا والی ہے' یہ ایک محبت کرنے والے غیرت مند کے دل سے نکلی ہوئی بات تھی' جو غیرت کرتا ہے' اپنے دین پر اپنی اولاد پر اور ملک پر' اللہ سے سوال ہے کہ اللہ مسلمانوں کا مقام مرتبہ' سیادت وقیادت ان کو لوٹا دے' علم اور دوسرے معاملات میں بھی' اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سے خوش ہو جاتے ہیں' اگرچہ درحقیقت وہ ان کے لئے مضر ہوتی ہے' (یعنی بغیر علمی رسوخ کے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر لیتے ہیں)

(٦٥) علمی لحاظ سے تہی دست ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ کو بڑے بڑے القابات سے اونچا کرنے کی کوشش کرتے ہیں' اور لمبے چوڑے غلط دعوے کرتے ہیں' اپنی ناقص اور ناکارہ رائے سے علماء کی تجھیل کرتے ہیں' شاذ اور متروک اقوال سے مدد حاصل کرتے ہیں اس لئے کہ یہی ان کے فہم اور علم کے متجانس ہوتے ہیں۔ اصول راسخہ متوارثہ اور مقررہ قواعد کو چھوڑتے اور اس کا خلاف کرتے ہیں' علماء کی نشست و برخاست کے خوگر نہیں ہوتے' قدماء کے پاس انہوں نے تحصیل علم کا ذائقہ نہیں چکھا ہوتا' لیکن اپنے نفس میں وہ سابقین سے زیادہ عالم ہوتے ہیں۔

(٦٦) آج کی علمی حالت پر نظر رکھنے والا شخص مدارس و جامعات میں افراد کی کثرت تو موجود پاتا ہے' لیکن اس کے ساتھ علم اور اہلیت علم میں انتہائی تہی دامنی' فہم و معرفت میں سطحیت اور عمل بالعلم میں بہت زیادہ کمی محسوس کرتا ہے' یہ مصیبت سخت مصائب میں سے ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس بات کی التجاء کرتے ہیں کہ وہ ان کے دلوں میں اس چیز کا الہام کر دے جس کے ساتھ بلاد اسلامیہ میں امور تعلیم معلق ہیں۔ تاکہ وہ اس معاملہ کو دیکھ لیں اور اس خطرے کا ادراک کر لیں' اس کے تباہ کن اثرات کے پھیلنے سے پہلے' اور اس طرز کے نشانات پختہ ہونے سے پہلے۔

اسلام دشمن ممالک کی طرف تحصیل علم کے واسطے رختِ سفر باندھنے کے نقصانات

(٦٧) میں ان نوجوانوں کے بارے میں لمبی بات نہیں کرنا چاہتا جو مشرق و مغرب کے کفار (اسلام اور اہل اسلام کے دشمنوں) کے ممالک کی طرف سفر کرتے ہیں' اس لئے کہ عقیدہ اخلاق' فکر اور چال چلن میں ان کے خفیہ جراثیم سے محفوظ رہنے والے بہت کم ہوتے ہیں' ہمارے نوجوانوں میں کتنے ہی ایسے ہیں جو انکے مکر و فریب کے دامن میں گھائل ہو کر رہ گئے ہیں اور انہی کے راستہ اور روش پر چل نکلے ہیں' اور انہی کو قائد اور راہنما تسلیم کرنے پر راضی ہو

گئے ہیں۔ اور اسلامی ممالک سے ان ممالک میں چلے گئے ہیں' اور انہی ممالک کو اپنا مستقل وطن اور گھر بنا لیا ہے' اور اپنے ہم وطنوں پر کفار کو ترجیح دے کر ان کو اپنا ہم وطن اور پڑوسی بنا لیا۔ اور اپنے تئیں خیال کرتے ہیں کہ ہم بہتر کام کرتے ہیں۔ اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اور تیری پناہ میں آتا ہوں ایمان کے بعد کفر سے۔

(٦٨) ہمارے بہت سارے نوجوان طلباء جنہوں نے ان سے کلی یا جزی تاثر لیا ہے' پھر جب اپنے ملک میں آئے تو وہ ان سے یہی چاہتے ہیں کہ انہی کی افکار و عادات اس کے رہبر و راہنما ہوں' ان کے ملک اور اولاد میں' اور رہی بات ان سے شایان شان علم حاصل کرنا تو مبعوثین میں ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں' بلکہ مشرقی اور مغربی اساتذہ مسلمانوں کو ادھورا علم بڑے بڑے القابات و خطابات اور ڈگریوں کے ساتھ پڑھاتے ہیں اور یہ اپنے ملک کی طرف سطحی معلومات کے ساتھ لوٹتے ہیں۔

"لله الامر من قبل و من بعد" معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی 'اللہ مومنوں کا والی ہے' یہ ایک محبت کرنے والے غیرت مند کے دل سے نکلی ہوئی بات تھی' جو غیرت کرتا ہے' اپنے دین پر اپنی اولاد پر اور ملک پر' اللہ سے سوال ہے کہ اللہ مسلمانوں کا مقام مرتبہ' سیادت و قیادت ان کو لوٹا دے' علم اور دوسرے معاملات میں بھی' اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسرا باب

”نیند راحت آرام ہنسی مذاق اور
ہر قسم کی لذات چھوڑنے کے بیان میں“

راحت وآرام چھوڑنا

(۶۹) ارباب بصیرت کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ ہر محبوب ومرغوب چیز کو حاصل کرنے کے لئے اس سے کم مرغوب ومحبوب چیز سے دستبردار ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تو علم اعلیٰ اعلیٰ درجہ کا مرغوب بلند درجہ کا محبوب اور ارفع قسم کا شرف ہے۔ اور مشکل راستوں، دشوار گذار گھاٹیوں کو سر کر کے حاصل کرنے والی خواہش ہے۔ اس تک بہت ساری چیزوں سے دست بردار ہوئے بغیر۔ مال وقت، اہل وعیال، احباب واصحاب کی انس ومحبت اور تمام شرعی جواز کے فائدہ حاصل کرنے والی اشیاء کی بہت بڑی قربانی دیئے بغیر، وصول ممکن نہیں، اس وجہ سے بہت پہلے اور قدیم زمانہ سے یہ بات کہی گئی ہے کہ علم تم کو اپنا بعض حصہ اس وقت تک حوالے نہیں کرے گا جب تک تم اپنے آپ کو مکمل اس کے حوالہ نہ کر دو، امام یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ، جسم کی راحت کے ساتھ علم حاصل کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی۔ (مسلم)

(۷۰) خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ''الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع'' میں ابو احمد نصر بن احمد العیاضی فقیہ سمرقندی سے نقل کیا ہے کہ اس علم تک وہی شخص رسائی حاصل کر سکتا ہے جو اپنی دکان اور کاروبار کو معطل کر دے۔ باغ کو ویران کر دے، بھائیوں کو چھوڑ دے، اور اگر کوئی قریبی فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت نہ کرے۔

(۷۱) قاضی بدر الدین بن جماعہؒ نے اپنی کتاب ''تذکرۃ السامع والمتکلم بآداب السامع والمتکلم'' میں خطیب کے فرمودات ومنقولات نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ان تمام باتوں میں اگر چہ مبالغہ ہے لیکن مقصود یہ ہے کہ طالب علم کے لئے دلجمعی اور فکر کو مجتمع کرنا لازمی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض مشائخ نے اپنے طلبہ کو انہی باتوں کا حکم ارشاد فرمایا ہے جو کہ خطیب نے نقل کی ہیں۔ اور آخری بات جس کا حکم دیا۔ کہ رنگین کپڑے کا استعمال کر دتا کہ دھونے کی فکر تم کو مشغول نہ کرے۔

(۷۲) ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام شعبۃ بن الحجاج الواسطی البصری کی سوانح میں آیا ہے ان کے شاگرد ابو قطن کہتا ہے کہ شعبہ کے کپڑوں کا رنگ مٹی کی طرح ہو گیا تھا، بوجہ اشتغال علم اور

دھونے کی فرصت نہ ہونے کے سبب لذات ومرغوبات کو ترک کرنے' علم میں انہماک' شیوخ کے دروازوں پر پڑے رہنے اور بکثرت ان کی مجالس کا تلازم' مختلف طبائع پر صبر' ان کے ساتھ مہذب اور شائستہ رہنے کے واقعات' مقصود اہم (علم) تک رسائی کے ابواب بہت زیادہ اور لا تعداد ہیں۔

ابتداء ھم جر الامۃ۔ امام الائمہ جلیل القدر صحابی' (ولادت ۳ سال قبل از ھجرت وفات ۶۷ھ) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے تذکرہ سے کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی تحصیل علم کے لیے برداشت کی جانے والی تکالیف پر ایک نظر

(۷۳) امام حاکم نے "**المستدرک علی الصحیحین**" میں ابن عبدالبر نے "**جامع بیان العلم و فضلہ**" میں حافظ ابن کثیر نے "**البدایہ و النھایہ**" میں حضرت امام ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح میں لکھا ہے۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں نوجوان تھا۔ میں نے ایک انصاری نوجوان کو کہا کہ آؤ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کریں۔ اور مسائل کے بارے میں ان سے دریافت کریں۔ اس لئے کہ اس وقت صحابہؓ کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اس انصاری نے کہا اے ابن عباس تجھ پر تعجب ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ لوگوں کو مسائل پوچھنے کی تجھ سے بھی ضرورت پڑے گی' جبکہ لوگوں میں جلیل القدر صحابہؓ موجود ہوں۔

فرماتے ہیں کہ وہ تو میرے ساتھ شریک نہ ہوئے لیکن میں حصول علم کی طرف متوجہ ہو گیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تتبع میں لگ گیا' میں جب کسی صحابی کے پاس کسی حدیث کے بارے میں جس کا مجھ کو پتہ چلتا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے' آتا اور ان کو دوپہر کے وقت قیلولہ کرتے ہوئے پاتا۔ تو میں اپنی چادر کو بستر بنا کر ان کے دروازے پر لیٹ جاتا۔ ہوا میرے چہرے پر دھول اڑاتی رہتی یہاں تک کہ وہ باہر تشریف لے آتے' تو فرماتے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے تم کو کیا چیز یہاں لے آئی؟ تم نے میری طرف پیغام بھیجا ہوتا تو میں خود ہی حاضر ہو جاتا' میں عرض کرتا کہ نہیں' میرا ہی حق ہے کہ میں حاضری دوں' پھر میں عرض کرتا کہ مجھ تک ایک حدیث آپ کے حوالہ سے پہنچی ہے کہ آپ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اس لئے میں آپ ہی سے اس کو سننا چاہتا ہوں۔

بعد میں میرا وہ ساتھی مجھے دیکھا کرتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر

اصحابؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور مجھ سے مسائل پوچھنے لگے' میرے وہ ساتھی کہا کرتے تھے کہ یہ نوجوان مجھ سے عقلمند نکلا' امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اصل' الاصول ہے طلب حدیث اور توقیر محدث کے باب میں۔

بعض اہل علم کا تذکرہ

جنہوں نے نہایت کرب واذیت کی حالت میں علم حاصل کیا

(۷۴) محمد بن عبداللہ انصاری' محمد بن عمرو بن علقمہ سے' وہ ابوسلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے زیادہ تر علم اس محلّہ انصار میں حاصل کیا۔ میں یہاں آ کر کسی کے دروازے پر لیٹ جایا کرتا تھا۔ اگر میں ان کے گھر کے اندر جانے کی اجازت حاصل کرتا تو وہ مجھے اجازت دے دیتے' لیکن میں ان کے آرام اور طیب خاطر کا خیال رکھتا تھا۔

(۷۵) حافظ ذھبی ''تاریخ اسلام'' میں جلیل القدر تابعی حضرت عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ (ولادت ۲۲ھ وفات ۹۳ھ) کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کسی مہاجر صحابی کے حوالے سے کوئی حدیث پہنچتی تو اس حدیث کو ان سے سننے کے لئے ان کے گھر پر حاضر ہوتا۔ وہ قیلولہ کر رہے ہوتے تو میں ان کے دروازے پر بیٹھ جاتا جب وہ باہر تشریف لاتے تو میں ان سے پوچھ لیا کرتا تھا۔

(۷۶) امام دارمی نے اپنی ''سنن'' میں جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (ولادت ۴۵ھ وفات ۹۵ھ) سے روایت نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کے وقت مکہ مکرمہ کا سفر کیا کرتا تھا' وہ مجھے احادیث بیان کرتے تو میں پالان کے اگلے حصہ پر ان کو لکھتا رہتا' جب صبح ہوتی تو ان کو کسی دوسری چیز پر نقل کر لیا کرتا تھا۔

(۷۷) حافظ ذھبی کی ''تاریخ اسلام'' میں جلیل القدر تابعی' عالی ظرف فقیہ حضرت عطاء بن ابی رباح' الیمنی' المکی' (ان کی ولادت ۲۷ھ میں جَنَدْ یمن میں اور وفات ۱۱۵ھ میں مکۃ المکرمہ میں ہوئی) کی سوانح میں آیا ہے کہ آپ فقہ' تقویٰ فضل وضبط میں تابعین کے سادات تھے۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ بیس سال تک مسجد میں عطاء کا بستر رہا ہے۔ اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں عطاء بہت خاموش رہا کرتے تھے' پھر جب کبھی بات کرتے تو خیال ہوتا کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں فرشتے ان کی تائید کر رہے ہیں' آپ کا رنگ سیاہ' آنکھیں بھینگیں' اور ناک چپٹی تھی' آپ شل اور لنگڑے تھے' پھر نابینا بھی ہو گئے تھے' ان کے جسم میں چھ عیوب تھے۔ لیکن علم' دین' صلاح اور قیادت کے رکن رکین تھے' آپ قابل اعتماد فقیہ تھے اور آپ نے ستر سے زائد حج کئے۔

(۷۸) امام دارمی نے اپنی ''سنن'' کے باب ''مذاکرۃ العلم'' میں فرمایا کہ ہم کو مروان بن محمد نے خبر دی کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے ہوئے سنا کہ امام حافظ' محدث' فقیہ' جلیل القدر تابعی' حجاز کے عالم محمد بن شہاب الزہری' (ولادت ۵۸ھ وفات ۱۲۴ھ) ایک رات عشاء کی نماز کے بعد باوضو مذاکرہ علم کے لئے تشریف فرما ہوئے تو مجلس صبح تک طویل ہو گئی' مروان کہتے ہیں کہ وہ صبح تک مذاکرہ حدیث کرتے رہے۔

(۷۹) تاریخ اسلام اور تذکرۃ الحفاظ میں حضرت مغیرہ بن مقسم الضبی (وفات ۱۳۳ھ) کی سوانح میں آیا ہے کہ وہ فقیہ' حافظ' مینارہ علم' ابو ھاشم مغیرہ بن مقسم الضبی الکوفی نابینا تھے' انہوں نے ابراھیم نخعی' شعبی سے علم فقہ حاصل کیا۔ ان دونوں سے اور دوسرے حضرات سے بھی روایت کی' فضیل بن غزوان کہتے ہیں کہ میں اور مغیرہ اور کئی دوسرے حضرات کے نام لئے کہ ہم فقہ کے مذاکرہ کے لئے بیٹھتے' اکثر و بیشتر ہم صبح کی آذان کے ساتھ مجلس ختم کر کے اٹھتے تھے۔

(۸۰) حافظ ابوخثمہ نسائی نے ''کتاب العلم'' اور دارمی نے اپنی ''سنن'' کے باب ''مذاکرۃ العلم'' اور حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں قاضی عبداللہ بن شبرمہ کی سوانح میں لکھا ہے کہ وہ قاضی فقیہ' کوفی' تابعی (ولادت ۷۲ھ وفات ۱۴۴ھ) تھے۔ فضیل بن غزوان الضبی الکوفی کہتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن شبرمہ اور حارث بن یزید العکلی اور مغیرہ بن مقسم الضبی۔ اور قعقاع بن یزید رات کو فقہ کے مذاکرہ کے لئے بیٹھ جاتے' اکثر ہم صبح کی اذان کے ساتھ اٹھتے' اور ایک روایت میں ہے کہ صبح کی اذان ہم کو جدا کر دیتی۔

(۸۱) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''میزان الاعتدال'' میں عالم عابد اسماعیل بن عیاش الحمصی رحمہ اللہ (ولادت ۱۰۶ھ وفات ۱۸۱ھ) کی سوانح میں لکھا ہے کہ ابوالیمان عامر بن عبداللہ الحمصی کہتے ہیں کہ اسماعیل ہمارا پڑوسی تھا ان کا گھر ہمارے گھر کے قریب تھا۔ وہ رات کو جاگا کرتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ پڑھتے پڑھتے پڑھائی موقوف کر دیتے' پھر پڑھتے پھر موقوف کر دیتے میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نماز پڑھتا ہوں نماز میں قرأت کے دوران' جن ابواب کی میں نے تخریج کی ہوتی ہے ان سے متعلق کوئی حدیث یاد آ جاتی ہے تو میں نماز ختم کر کے اس حدیث کو لکھ لیتا ہوں اور پھر نماز پڑھنی شروع کر دیتا ہوں۔

(۸۲) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (ولادت ۱۱۸ھ وفات ۱۸۱ھ) کی سوانح میں لکھا ہے کہ علی بن الحسن بن شقیق نے کہا ہے کہ میں عبداللہ بن مبارک کے ساتھ ایک ٹھنڈی رات میں مسجد سے نکلا' مسجد کے دروازے پر انہوں نے میرے ساتھ ایک حدیث کا مذاکرہ شروع کر دیا۔ اور میں نے بھی شروع کر دیا' پھر وہ برابر مذاکرہ کرتے رہے یہاں تک کہ مؤذن آ گیا اور اس نے فجر کی اذان دے دی۔

(۸۳) قاضی عیاضؒ نے ''ترتیب المدارک'' میں عبدالرحمٰن بن قاسم العتقی المصری رحمہ اللہ (ولادت ۱۳۲ھ وفات مصر میں ۱۹۱ھ) کی سوانح میں لکھا ہے یہ امام مالک اور لیث کے اصحاب میں سے ہیں' ابن القاسم کہتے ہیں کہ صبح منہ اندھیرے' امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان سے دو تین یا چار مسئلے پوچھتا' اس وقت ان کی طبیعت میں انشراح ہوتا تھا اور میں ہر سحری کے وقت آتا۔ میں نے ایک مرتبہ ان کی چوکھٹ پر ٹیک لگائی تو مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور میں سو گیا' امام مالک مسجد جانے کے لئے نکلے اور مجھ کو پتہ ہی نہ چلا۔ کالی' مجھ کو امام مالک کی ایک سیاہ رنگ والی لونڈی نے ٹھوکر لگائی' اور کہا کہ تمہارا آقا گھر سے نکل گیا ہے۔ وہ کبھی ایسے غافل نہیں ہوئے جیسا کہ آج تو غافل ہو گیا' حالانکہ ان کی عمر ۴۹ برس ہے' بہت کم ہی ایسا ہوا ہو گا کہ انہوں نے عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز نہ پڑھی ہو۔ میرا کثرت سے آنے کی وجہ سے اس لونڈی نے مجھ کو امام مالک کا غلام سمجھ لیا تھا۔

ابن القاسم کہتے ہیں کہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے دروازے پر سترہ برس تک پڑا رہا اس

عرصہ میں، میں نے کوئی خرید وفروخت نہیں کی، اسی اثناء میں جب میں ان کے پاس تھا مصر کے حجاج کرام، اور ایک نوجوان نقاب اوڑھے ہوئے اندر داخل ہوئے، نوجوان نے امام مالکؒ کو سلام کرنے کے بعد پوچھا کہ تم میں ابن القاسم ہے؟ کسی نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میری طرف متوجہ ہوا، اور میری آنکھوں کو بوسہ دینے لگا، مجھ کو اس سے اچھی خوشبو آئی وہ میرے بیٹے کی خوشبو تھی، وہ میرا بیٹا تھا، ابن القاسم اپنی بیوی حاملہ چھوڑ کر آئے تھے۔ ان کی بیوی ان کے چچا کی بیٹی تھی، ابن القاسم نے چونکہ لمبے سفر کا ارادہ کر لیا تھا، اس لئے انہوں نے اپنی بیوی کو اختیار دے دیا تھا، لیکن انہوں نے ابن القاسم کے نکاح میں رہنے کو ترجیح دی۔

(۸۴) ابن الجوزی کی ''مناقب احمد'' اور ذھبی کی ''تاریخ اسلام'' اور تاج السبکی کی ''الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی سوانح میں آیا ہے، کہ قتیبہ بن سعید کہتے ہیں کہ امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ (ولادت ۱۲۹ھ وفات ۱۹۷ھ) جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو امام احمد بن حنبل انکے ساتھ چلے جاتے ان کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے۔ امام وکیع ان کو احادیث یاد کرواتے۔ امام وکیع امام احمد کے اساتذہ میں ہیں، ایک دن امام وکیع نے دروازے کے دونوں چوکھٹ پکڑ کر کہا کہ ابو عبداللہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو حدیث سفیان پڑھاؤں، انہوں نے عرض کیا فرمایئے، امام وکیع نے فرمایا کہ تم کو سفیان کی سلمہ بن کھیل والی روایت یاد ہے، امام احمد نے کہا ہاں یہ روایت مجھ کو یحیٰی نے بیان کی، پھر امام وکیع نے فرمایا تم کو سلمہ کی فلاں فلاں حدیث یاد ہے انہوں نے کہا کہ ہاں مجھ کو عبدالرحمان نے بیان کیا، پھر امام وکیع نے کہا کیا تم کو سلمہ کی یہ یہ حدیث یاد ہیں، انہوں نے کہا ہاں، یہ آپ نے مجھ کو بیان کی ہیں، یہاں تک کہ سلمہ سے فارغ ہو گئے۔

پھر امام احمد نے کہا کیا آپ کو سلمہ کی فلاں فلاں حدیث یاد ہے امام وکیع نے کہا کہ نہیں، پھر امام احمد ان کو احادیث بتلاتے رہے، اور امام وکیع فرماتے نہیں مجھ کو یاد نہیں، یہ حضرات کھڑے رہے کہ اسی اثناء میں لونڈی آئی اور اس نے کہا کہ زہرہ ستارہ طلوع ہو گیا۔

امام اسد بن فرات کی سیرت کی ایک جھلک اور شیخ عبدالفتاح کی ذکی عالی ہمت طلبہ سے استدعا

(۸۵) علامہ شیخ محمد مخلوف المالکی رحمہ اللہ نے ''شجرۃ النور الزکیہ فی طبقات المالکیہ'' میں امام الھمام اسد بن الفرات نیشا پوری، النجار، (ولادت حران ۱۴۲ھ میں اور اٹلی کے جزیرہ صقلیہ میں ۲۱۳ھ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے) کی سوانح میں لکھا ہے۔ عالم، مشرق و مغرب کے مابین سفر کرنے والے، فقیہ، محدثین کے سردار، قاضی اور بلند پایہ کے غازی تھے۔

امام ابن الاشعث کی قیادت میں ان کے والد ان کو عربی لشکر کے ساتھ لے گئے تھے۔ اس وقت ان کی عمر دو برس تھی۔ اور ان کے ساتھ ۱۴۶ھ میں قیروان میں داخل ہوئے پھر تیونس میں داخل ہوئے، اس وقت تک قرآن کریم اور متعلقہ علوم سے فارغ ہو چکے تھے، امام ابن زیاد سے انہوں نے مؤطا کی روایت کی۔ جب ان کی عمر اٹھارہ برس ہوئی تو انہوں نے مشرق کا سفر کیا اور ایک عرصہ تک مدینہ میں قیام کیا، اور امام مالک رحمہ اللہ سے پھر مؤطا کی روایت کا اعادہ کیا۔

پھر عراق کا سفر کیا اور امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سرکردہ اماموں سے ملاقات کی، اور امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن سے بھی ملے، اور اس سے گراں قدر علم حاصل کیا، پھر مصر کا سفر کیا، اور وہاں چوٹی کے علماء سے ملے، ان میں امام عبدالرحمٰن بن القاسم بھی ہیں، ایک مدت تک ان کی مجلس میں رہے، یہاں پر ہی انہوں نے ''الاسدیہ'' کی تالیف کی۔

پھر قیروان کی طرف واپس لوٹے، قیروان آ کر آپ کی شہرت ہوگئی، اور آپ کا علم ظاہر ہوا، اور آپکا مقام و مرتبہ بلند ہوا، ۲۱۲ھ میں امیر زیادۃ اللہ الاغلبی نے اپنے لشکر کو جمع کر کے صقلیہ کے جہاد کے لئے بھیجا، لشکر کے امیر و قاضی امام اسد بن الفرات تھے، امیر انکو الوداع کہنے کے لئے عوام علماء اور سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ نکلے امام اسد بن الفرات نے جب عوام وخواص کو اپنے ساتھ مشایعت کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، حمد وثنا کے بعد فرمایا،

کہ لوگو! میرے باپ دادا میں سے کوئی بھی کبھی والی نہیں بنایا گیا۔ اور میرے اسلاف میں سے کسی نے یہ منصب کبھی بھی نہیں دیکھا۔ اور مجھے مقام ملا ہے جو تم دیکھ رہے ہو تو یہ قلم کی وجہ سے ملا ہے (یعنی علم کے پڑھانے حاصل کرنے لکھنے اور اس کی خدمت کی وجہ سے) اپنے نفس کو مجاھدہ میں ڈالو اور اپنے بدن کو تھکاؤ طلب علم اور تدوین علم اور علم کے راستہ میں جو تکلیف اور مشقت آئے اس پر صبر کرو اس کیوجہ سے تم دنیا اور آخرت کی بھلائی پالو گے۔

لوگوں کا یہ جم غفیر ان کے ساتھ سُوسہ تک گیا' وہاں سے بحری بیڑے کے ذریعہ صقلیہ کیلئے روانہ ہوئے' سخت مشقت والے مقابلہ کے بعد یہ وہاں داخل ہو گئے ان کو وہاں فتح عظیم نصیب ہوئی' ''سرقوسہ'' کے محاصرے میں جو زخم ان کو آئے تھے ان کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ وہیں فوت ہو گئے اور وہیں دفن کئے گئے۔

استاد عبدالفتاح کہتے ہیں کہ میں ہر ذکی۔ عالی ہمت' عزم و حوصلہ والے طالب علم سے استدعا کرتا ہوں' کہ وہ امام اسد بن الفرات کی سیرت کا ضرور مطالعہ کرے' اس میں اس کو امام اور ان کے شیوخ کے متنوع قسم کے مآثر' علم' ذکاوت' سمجھداری' ادب' جہاد' شجاعت' دلیری' شہادت' تقویٰ' تواضع' علم اور مکارم کی تحصیل میں شدائد کے تحمل سے واقفیت حاصل ہو جائے گی' یہ ایک نمایاں واضح اور تحریک پیدا کرنے والی سوانح ہے۔ اس کا کوئی قاری اس کے پڑھنے سے سیر نہیں ہوتا۔

(۸۶) شیخ امام زاھد الکوثری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''بلوغ الامانی فی سیرۃ امام محمد بن الحسن الشیبانی'' میں لکھتے ہیں کہ امام اسد بن الفرات قیروان کے قاضی امام مالک کے شاگرد اور ان کے مذھب کے مدوّن ہیں' اور فاتح قائدین میں سے ایک ہیں' انہوں نے صقلیہ کو فتح کیا اور ۲۱۳ھ میں وہیں شہید ہوئے' وہ قیروان سے مشرق کی طرف ۱۷۲ھ میں نکلے تھے' انہوں نے ''الموطا'' کا سماع مدینہ منورہ میں امام مالک سے کیا تھا' پھر عراق کی طرف سفر کیا' وہاں اصحاب ابو حنیفہؒ سے سماع کیا اور علم فقہ حاصل کیا' آپ کا زیادہ آنا جانا امام محمد بن الحسن الشیبانی کے پاس رہا' جب امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ میں اجنبی ہوں کم خرچ والا ہوں' اور آپ سے سماع بہت کم ہو سکتا ہے کہ آپ کے پاس طلبہ بہت زیادہ ہیں' میرے لئے کیا حیلہ ہونا

چاہئے' امام محمدؒ نے ان کو کہا کہ تم دن کو عراقیوں کے ساتھ سماع کیا کرو۔ اور رات کو صرف تم اکیلے آجایا کرو۔ رات میرے ہاں گذارا کرو میں تم کو سماع کراؤں گا' اسد بن الفرات کہتے ہیں کہ میں رات امام محمدؒ کے ہاں رہتا تھا۔ وہ میرے لئے بالا خانہ سے نیچے تشریف لاتے تھے۔ اور اپنے سامنے ایک پانی کا پیالہ رکھتے۔ پھر قرأۃ شروع کرتے۔ جب رات زیادہ گذر جاتی اور میں اونگھنے لگتا تو وہ اپنے ہاتھ سے پانی کی چھینٹیں میرے منہ پر مارتے' پھر میں بیدار ہو جاتا' یہ میرا اور ان کا طریقہ تھا' یہاں تک کہ جو سماع میں ان سے چاہتا تھا وہ میں نے کر لیا' امام محمدؒ ان کے نفقہ کا خیال رکھتے' جب ان کو معلوم ہو جاتا کہ نفقہ ختم ہو گیا' ایک دفعہ امام محمدؒ نے ان کو دیکھا کہ سبیل کا پانی پی رہے ہیں تو ان کو اسی ۸۰ دینار دئے' اور پھر جب انہوں نے عراق سے واپسی کے سفر کا ارادہ کیا تو پھر بھی سفر خرچ میں ان کی امداد کی۔

(۸۷) قاضی عیاض کی ''ترتیب المدارک'' میں امام عبدالملک بن حبیب الاندلسی القرطبی اندلس کے عالم ولادت (۱۷۴ھ وفات ۲۳۸ھ) رحمہ اللہ کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ ان کے شاگرد ابو عمر یوسف بن یحییٰ المغامی فرماتے ہیں کہ میں ایک دن عبدالملک بن حبیب سے کچھ حاصل کرنے کے لئے اندھیرے میں ان کے پاس گیا۔ میں نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت دے دی' جب میں داخل ہوا تو وہ اپنی مجلس میں کتابیں دیکھ رہے تھے جو انہوں نے اپنے اردگرد جمع کر رکھی تھیں' وہ ان پر نظر کر رہے تھے' شمع سامنے جل رہی تھی اور ان کے سر پر لمبی ٹوپی تھی۔

میں نے سلام کیا' انہوں نے جواب دیا اور فرمایا یوسف کیا رات نکل چکی ہے' میں نے کہا ہاں اور ہم تو نماز بھی پڑھ چکے ہیں' وہ صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے' نماز پڑھ کر پھر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے' اور پھر فرمایا کہ یوسف میں نے صبح کی نماز ہمیشہ عشاء کے وضو سے پڑھی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا عملی اشتغال اور انہماک جس کی بدولت انہیں ارفع علمی مقام حاصل ہوا

(۸۸) ابن ابی حاتم کی ''جرح و تعدیل'' اور قاضی عیاض کی ''ترتیب المدارک'' میں قتیبہ بن سعید الثقفی البغلانی' بخاری' مسلم اور ان کے شیوخ کے شیخ (ولادت ۱۴۸ھ وفات ۲۴۰ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں بغداد میں قتیبہ بن سعید کے پاس موجود تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ ان کے پاس آئے اور کچھ احادیث کے بارے میں ان سے پوچھا' انہوں نے وہ احادیث بیان کیں' پھر ان کے پاس ابوبکر بن ابی شیبہؒ اور ابن نمیرؒ رات کے وقت کوفہ میں آئے' میں بھی ان کے ساتھ ان کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ اور میں صبح تک ان سے منتخب احادیث کے بارے میں پوچھتے رہے۔

(۸۹) ابن الجوزی کی ''مناقب امام احمد بن حنبلؒ'' میں آیا ہے کہ عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ بعض مرتبہ میں درس حدیث کے لئے صبح سویرے آنا چاہتا' تو میری والدہ میرے کپڑے پکڑ لیتی' اور فرماتیں کہ نہیں اذان ہو جانے دو' لوگوں کو صبح کر لینے دو' اور کبھی صبح سویرے ابوبکر بن عیاش کی مجلس میں چلا جاتا۔

(۹۰) ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس دوات جو انہوں نے اٹھائی ہوئی تھی دیکھی' اور کہا کہ ابوعبداللہ تم تو امام المسلمین ہو یہ تم کیا کام کر رہے ہو' یعنی سیاہی کی دوات اٹھائے پھر رہے ہو' تو انہوں نے جواب میں فرمایا ''مع المحبرۃ الی المقبرۃ'' یعنی دوات کے ساتھ قبر تک جاؤں گا۔ عبداللہ بن محمد البغوی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ علم کو طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ قبر میں داخل ہو جاؤں گا۔

(۹۱) ابن الجوزی نے کہا ہے کہ محمد بن اسماعیل الصائغ نے کہا کہ میں بغداد کے ایک سفر

پر تھا کہ امام احمد بن حنبل کا ہم پر گذر ہوا' وہ دوڑتے ہوئے جا رہے تھے اور ان کی جوتیاں ان کے ہاتھ میں تھیں' میرے والد نے ان کو کپڑے سے پکڑ کر کہا' عبداللہ تم کو شرم نہیں آتی تم کب تک بچوں کی طرح دوڑتے رہو گے' انہوں نے فرمایا موت تک۔

(۹۲) ابن الجوزی نے کہا ہے کہ احمد بن محمد بن یاسین کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن منیع بن عبدالرحمان البغوی البغدادی سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے اپنے دادا کو کہتے ہوئے سنا کہ احمد بن حنبل کا کوفہ سے آتے ہوئے مجھ پر گذر ہوا' ان کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا' جس کا منہ رسی سے بندھا ہوا تھا اس میں کتابیں تھیں' میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ کبھی بصرہ اور کبھی کوفہ۔ جب آدمی تیس ۳۰ ہزار احادیث لکھ لے تو یہ اس کے لئے کافی نہیں ہوتیں؟ وہ خاموش ہو گئے' پھر میں نے کہا ساٹھ ہزار وہ پھر خاموش ہو گئے' میں نے پھر کہا ایک لاکھ اس پر فرمانے لگے کہ وہ تھوڑی سی معرفت علم حاصل کر لیتا ہے' احمد بن منیع کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے تین لاکھ احادیث لکھیں۔ بہز بن اسد' عفان بن مسلم اور روح بن عبادہ سے

محمد بن اسماعیل بخاری امیر المومنین فی الحدیث کیونکر بنے؟

(۹۳) حافظ ابن کثیر نے ''البدایہ والنھایہ'' میں امام بخاری محمد بن اسماعیل (ولادت ۱۹۴ھ وفات ۲۵۶ھ رحمہ اللہ) امیر المؤمنین فی الحدیث' تا قیامت تمام لوگوں پر صاحب فضیلت کی سوانح میں لکھا ہے' کہ جہاں تک آپ کے لئے ممکن تھا آپ نے وہاں کے شیوخ حدیث کی طرف سفر کیا' اور جن شہروں تک آپ جا سکتے تھے وہاں تک آپ طلب حدیث کے لئے گئے' ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے آپ نے کتابت حدیث کی ہے' امام فربری نے کہا ہے کہ مجھ سمیت امام بخاری سے' صحیح بخاری کی سماعت ستر ہزار افراد نے کی اور میرے علاوہ اب ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں۔

پھر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ جب رات کو نیند سے بیدار ہو جاتے تو چراغ جلا لیا کرتے تھے اور حدیث کا جو فائدہ ان کے دل میں آیا ہوا ہوتا اس کو لکھ لیتے' پھر چراغ بجھا لیا کرتے۔ پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی کرتے اسی طرح تقریباً بیس مرتبہ کرتے۔

(۹۴) امام نووی کی ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں اور تاج السبکی کی ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں۔ امام بخاری کے احوال میں آیا ہے' کہ محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ میں ایک رات امام بخاری کے گھر پر امام بخاری کے ساتھ تھا' وہ احادیث پر تعلیقات کے لئے اٹھارہ مرتبہ بستر سے اٹھے اور چراغ جلایا۔

امام محمد بن الوارق البخاری نے کہا کہ امام ابوعبداللہ البخاری کے ساتھ جب میں سفر پر ہوتا تو ایک رات میں ہم کبھی کبھار بیداری کی حالت میں جمع ہوتے۔ میں ان کو دیکھتا کہ وہ ایک رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھتے اور چقماق لے کر آگ جلا کر چراغ جلاتے پھر احادیث کا مجموعہ نکالتے ان پر نشان لگاتے' پھر سر رکھ لیتے' سحری کے وقت تیرہ رکعت نماز پڑھتے۔ مجھ کو نہیں جگایا کرتے تھے' میں نے ان کو کہا کہ آپ اپنے نفس پر اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں اور مجھے نہیں جگاتے تو فرمانے لگے کہ تم نوجوان ہو' میں تمہاری نیند خراب کرنا نہیں چاہتا۔

ایک دن ہم ''فیر بز'' میں تھے میں نے دیکھا کہ چت لیٹے ہوئے ہیں' جب آپ کتاب التفسیر لکھ رہے تھے۔ اس دن آپ نے تخریج احادیث میں اپنے آپ کو بہت زیادہ تھکا دیا تھا' میں نے کہا کہ اے ابوعبداللہ میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے کوئی کام بغیر علم کے نہیں کیا جب سے آپ نے ہوش سنبھالا ہے' تو اس چت لیٹنے کے بارے میں آپ کا کیا علم ہے؟ تو فرمایا کہ میں آج بہت تھک چکا ہوں اور یہ سرحد ہے مجھ کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں دشمن کی طرف سے ہم کو کوئی معاملہ پیش نہ آ جائے اس لئے میں نے چاہا کہ میں کچھ استراحت کر کے اس معاملہ کے لئے تیاری پکڑ لوں' کہ اگر اچانک دشمن ہم پر شب خون مارے تو ہم میں بھی ان کے مقابلہ کی قوت ہونی چاہئے' آپ تیر اندازی کے لئے سواری بھی کیا کرتے تھے' میں ان کے ساتھ اپنے طویل سفر میں کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے تیر کا نشانہ خطا ہوا ہو' سوائے ایک مرتبہ کے' اور گھوڑ دوڑ میں تو کوئی آپ سے آگے نہیں نکل سکتا تھا۔

جسم کی راحت کے ساتھ علم حاصل کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی:

(۹۵) قاضی عیاض کی ترتیب المدارک'' میں مالکی فقیہ محدث' امام محمد بن سحنون

القیروانی (ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۵۶ھ) رحمہ اللہ' کی سوانح میں آیا ہے' مالکی کہتے ہیں کہ محمد بن سحنون کی ایک لونڈی تھی' اس کو ام مدام کہا جاتا تھا' امام ایک دن ان کے ہاں تھے اور دیر تک کتاب کی تصنیف و تالیف میں مشغول رہے' وہ کھانا لے کر آئی اور عرض کیا کھانا کھایئے تو انہوں نے کہا میں اس وقت مشغول ہوں' جب انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہوگئی تو اس نے ایک لقمہ ان کے منہ میں ڈالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ کھانا ختم ہوگیا' وہ جس کام میں تھے اس کو طول دے رہے تھے' یہاں تک کہ صبح کی اذان ہوگئی' تو فرمایا' ام مدام' پوری رات ہم مشغول رہے لاؤ جو کھانا وغیرہ تمہارے پاس ہے' اس نے کہا میرے سردار وہ تو لقمہ لقمہ کر کے میں آپ کے منہ میں ڈال چکی ہوں' تو فرمایا مجھے تو اس کا احساس بھی نہیں ہوا۔

(۹۶) خطیب بغدادی کی ''تاریخ بغداد'' اور حافظ مزی کی ''تہذیب الکمال'' میں امام ذہلی ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ الذہلی النیشاپوری امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی' ابن ماجہ وغیرہ کے شیخ اور استاذ (ولادت ۱۷۲ھ وفات ۲۵۸ھ) رحمہ اللہ کی سوانح میں آیا ہے۔

ابوعبداللہ الحاکم کہتے ہیں کہ میں نے ابوعلی احمد بن زید المعدل کو کہتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ ابوزکریا یحییٰ بن محمد بن یحییٰ نے کہا کہ میں نے اپنے والد محمد بن یحییٰ الذہلی کے ہاں گرمی کے موسم میں قیلولہ کے وقت داخل ہوا' وہ اس وقت اپنے کتب خانہ میں تھے' اور کمرے کی تاریکی کی وجہ سے سامنے چراغ جل رہا تھا' تو میں نے عرض کیا ابا جان یہ سخت گرمی کا وقت ہے اور دن کے وقت کا یہ دھواں آپ کو تکلیف دے گا۔ آپ اپنے آپ کو کچھ راحت کیوں نہیں دیتے' تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹے تم مجھے یہ بات کیوں کہتے ہو' جبکہ میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور تابعین کے ساتھ ہوں' ان کی مجالس باغیچوں کی طرح صاف ہیں' ان کی ہوا' رنگ اور ذائقہ پاکیزہ ہے۔

(۹۷) قاضی عیاض کی ''ترتیب المدارک'' اور ''المماع'' میں محمد بن ابراهیم بن عبدوس القیروانی مالکی فقیہ اور امام (ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۶۰ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔ ابوبکر بن محمد اللباد نے ذکر کیا کہ محمد بن عبدوس نے تیس سال تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے

(۹۴) امام نووی کی ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں اور تاج السبکی کی ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں۔ امام بخاری کے احوال میں آیا ہے' کہ محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ میں ایک رات امام بخاری کے گھر پر امام بخاری کے ساتھ تھا' وہ احادیث پر تعلیقات کے لئے اٹھارہ مرتبہ بستر سے اٹھے اور چراغ جلایا۔

امام محمد بن الوارق البخاری نے کہا کہ امام ابو عبداللہ البخاری کے ساتھ جب میں سفر پر ہوتا تو ایک رات میں ہم کبھی کبھار بیداری کی حالت میں جمع ہوتے۔ میں ان کو دیکھتا کہ وہ ایک رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھتے اور چقماق لے کر آگ جلا کر چراغ جلاتے پھر احادیث کا مجموعہ نکالتے ان پر نشان لگاتے' پھر سر رکھ لیتے' سحری کے وقت تیرہ رکعت نماز پڑھتے۔ مجھ کو نہیں جگایا کرتے تھے' میں نے ان کو کہا کہ آپ اپنے نفس پر اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں اور مجھے نہیں جگاتے تو فرمانے لگے کہ تم نوجوان ہو' میں تمہاری نیند خراب کرنا نہیں چاہتا۔

ایک دن ہم ''فیر بر'' میں تھے میں نے دیکھا کہ چت لیٹے ہوئے ہیں' جب آپ کتاب التفسیر لکھ رہے تھے۔ اس دن آپ نے تخریج احادیث میں اپنے آپ کو بہت زیادہ تھکا دیا تھا' میں نے کہا کہ اے ابو عبداللہ میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے کوئی کام بغیر علم کے نہیں کیا جب سے آپ نے ہوش سنبھالا ہے' تو اس چت لیٹنے کے بارے میں آپ کا کیا علم ہے؟ تو فرمایا کہ میں آج بہت تھک چکا ہوں' اور یہ سرحد ہے' مجھ کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں دشمن کی طرف سے ہم کو کوئی معاملہ پیش نہ آ جائے' اس لئے میں نے چاہا کہ میں کچھ استراحت کر کے اس معاملہ کے لئے تیاری پکڑ لوں' کہ اگر اچانک دشمن ہم پر شب خون مارے تو ہم میں بھی ان کے مقابلہ کی قوت ہونی چاہئے' آپ تیر اندازی کے لئے سواری بھی کیا کرتے تھے' میں ان کے ساتھ اپنے طویل سفر میں کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے تیر کا نشانہ خطا ہوا ہو' سوائے ایک مرتبہ کے' اور گھوڑ دوڑ میں تو کوئی آپ سے آگے نہیں نکل سکتا تھا۔

جسم کی راحت کے ساتھ علم حاصل کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی:

(۹۵) قاضی عیاض کی ''ترتیب المدارک'' میں مالکی فقیہ محدث' امام محمد بن سحنون القیر وانی (ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۵۶ھ) رحمہ اللہ' کی سوانح میں آیا ہے' مالکی کہتے ہیں کہ محمد بن سحنون کی ایک لونڈی تھی' اس کو ام مدام کہا جاتا تھا' امام ایک دن ان کے ہاں تھے اور دیر تک کتاب کی تصنیف و تالیف میں مشغول رہے' وہ کھانا لے کر آئی اور عرض کیا کھانا کھایئے تو انہوں نے کہا میں اس وقت مشغول ہوں' جب انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہو گئی تو اس نے ایک لقمہ ان کے منہ میں ڈالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ کھانا ختم ہو گیا' وہ جس کام میں تھے اس کو طول دے رہے تھے' یہاں تک کہ صبح کی اذان ہو گئی' تو فرمایا' ام مدام' پوری رات ہم مشغول رہے لاؤ جو کھانا وغیرہ تمہارے پاس ہے' اس نے کہا میرے سردار وہ تو لقمہ لقمہ کر کے میں آپ کے منہ میں ڈال چکی ہوں' تو فرمایا مجھے تو اس کا احساس بھی نہیں ہوا۔

(۹۶) خطیب بغدادی کی ''تاریخ بغداد'' اور حافظ مزی کی ''تہذیب الکمال'' میں امام ذہلی ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ الذہلی النیشاپوری امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری' امام مسلم' امام ابو داؤد' امام ترمذی' امام نسائی' ابن ماجہ وغیرہ کے شیخ اور استاذ (ولادت ۱۷۲ھ وفات ۲۵۸ھ) رحمہ اللہ کی سوانح میں آیا ہے۔

ابو عبداللہ الحاکم کہتے ہیں کہ میں نے ابو علی احمد بن زید المعدل کو کہتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ ابو زکریا یحییٰ بن محمد بن یحییٰ نے کہا کہ میں نے اپنے والد محمد بن یحییٰ الذہلی کے ہاں گرمی کے موسم میں قیلولہ کے وقت داخل ہوا' وہ اس وقت اپنے کتب خانہ میں تھے' اور کمرے کی تاریکی کی وجہ سے سامنے چراغ جل رہا تھا' تو میں نے عرض کیا ابا جان یہ سخت گرمی کا وقت ہے اور دن کے وقت کا یہ دھواں آپ کو تکلیف دے گا۔ آپ اپنے آپ کو کچھ راحت کیوں نہیں دیتے' تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹے تم مجھے یہ بات کیوں کہتے ہو' جبکہ میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور تابعین کے ساتھ ہوں' ان کی مجالس باغیچوں کی طرح صاف ہیں' ان کی ہوا' رنگ اور ذائقہ پاکیزہ ہے۔

(۹۷) قاضی عیاض کی ''ترتیب المدارک'' اور ''الماع'' میں محمد بن ابراہیم بن عبدوس القیر وانی مالکی فقیہ اور امام (ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۶۰ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ابوبکر بن محمد اللباد نے ذکر کیا کہ محمد بن عبدوس نے تیس سال تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے

پڑھی' پندرہ سال پڑھائی کی وجہ سے' اور پندرہ سال عبادت کی وجہ سے۔

(۹۸) حافظ ابوعمرو بن الصلاح اپنی کتاب ''صیانۃ صحیح مسلم من الاخلال والغلط وحمایتہ من الاسقاط والسقط'' میں امام مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری صاحب صحیح مسلم (ولادت ۲۰۴ھ وفات ۲۶۱ھ رحمہ اللہ) کی سوانح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہ ان کی موت کا سبب بھی عجیب وغریب ہے جو کہ علم میں گہری فکر کی وجہ سے پیدا ہوا' میں نے حاکم نیشاپوری کی منتخب تاریخ نیشاپور میں پڑھا' اس میں شیخ الذکی ابوالفتح منصور بن عبدالمنعم الفراوی کا پوتہ' اور محترمہ ام المؤید زینب بنت ابی القاسم عبدالرحمان بن الحسن الجرجانی رحمھما اللہ فرماتے ہیں' کہ حاکم ابوعبداللہ الحافظ کہتے ہیں' کہ میں نے ابوعبداللہ محمد بن یعقوب سے' انہوں نے احمد بن سلمہ سے جو امام مسلم کے رفیق سفر ہیں' وہ کہتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ کے لئے ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی' اس میں ایک حدیث ان کے سامنے بیان کی گئی جس کا ان کو علم نہیں تھا' جب وہ گھر تشریف لائے' تو چراغ جلایا اور گھر والوں کو فرمایا کہ تم میں سے کوئی میرے کمرے میں داخل نہ ہو' ان کو کہا گیا کہ ہمارے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا ہدیہ آیا ہے' انہوں نے فرمایا کہ وہ لے آؤ' پس وہ حدیث تلاش کرتے رہے اور ایک ایک کھجور لے کر کھاتے رہے' صبح تک تمام کھجوریں بھی ختم ہوگئیں اور حدیث بھی مل گئی' حاکم نے کہا کہ ثقہ راوی نے اس پر یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اس سے وہ بیمار ہوگئے اور پھر فوت ہوگئے' ابن الصلاح کہتے ہیں کہ ہم نے نیشاپور میں ان کی قبر کی زیارت کی ہے' اور ان کے قبر کے پاس ہم نے ان کی کتاب کے خاتمہ کا سماع بھی کیا' اللہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اس سے نفع دے۔

(۹۹) اکابر محدثین میں سے جعفر بن درستویہ الفسوی (وفات ۲۸۵ھ) شاگرد رشید امام علی بن المدینی البصری امام المحدثین (وفات ۲۳۴ھ) کی عجیب وغریب خبر ہے۔ تحصیل علم اور تحصیل علم کے لئے مسابقت کی۔ لیکن تاہم یہ اس میں منفرد نہیں ہیں (اور یہ موقع ان اخبار کا بھی نہیں) اس خبر کو حافظ خطیب البغدادی نے ''الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع'' میں اور امام ابن مفلح الحنبلی نے "الآداب الشرعیّہ والمنح المرعیّہ" میں ذکر کیا ہے کہ

جعفر بن درستویہ کہتے ہیں کہ ہم علی بن المدینی کی مجلس میں بیٹھنے کے لئے پہلے عصر کے

وقت سے جگہ روکتے تھے اگلے دن صبح کے درس کے لئے' اور تمام رات ہم اس جگہ پر بیٹھے رہتے **تھے' مجلس** سے اٹھتے نہ تھے کہ کہیں اس جگہ پر دوسرا کوئی نہ بیٹھ جائے' فرماتے ہیں کہ میں نے **اس مجلس** میں ایک شیخ کو دیکھا جو ایک چادر میں پیشاب کرتے تھے پھر چادر کو لپیٹ لیتے تھے' **پیشاب** کرنے کیلئے اس وجہ سے نہیں اٹھا کرتے تھے کہ کہیں ان کی جگہ کوئی دوسرا نہ بیٹھ جائے۔

(۱۰۰) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں عبدالرحمان ابن ابی حاتم الرازی (ولادت ۲۴۰ھ وفات ۳۲۷ھ رحمہ اللہ) ''الجرح والتعدیل'' اور ''تفسیر ابن ابی حاتم'' کے مصنف کے احوال میں لکھا ہے کہ

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ مجھ کو میرے والد اکی خراسان سے ۲۵۵ھ میں اپنے ساتھ سفر پر لے کر گئے' میں اس وقت حد بلوغ کو نہیں پہنچا تھا' جب ہم ذوالحلیفہ اہل مدینہ کے میقات کو پہنچے تو مجھ کو احتلام ہوگیا' تو میرے والد اس پر بہت خوش ہوئے کہ مجھ کو حج اسلام نصیب ہوا (یعنی فرض حج)

ذھبی کہتے ہیں کہ علی بن احمد الخوارزمی نے کہا کہ ابن ابی حاتم نے کہا کہ ہم مصر میں سترہ مہینے رہے' اور ہم شوربا نہیں کھایا کرتے تھے' اس لئے کہ دن کو ہم شیوخ کے پیچھے چکر لگاتے اور رات کو لکھے ہوئے کا تقابل کرتے اور دوبارہ لکھتے' ایک دن میں اور میرا ایک ساتھی ایک شیخ کے پاس آئے' ہمیں کہا گیا کہ وہ بیمار ہیں' ہم نے مچھلی دیکھی جو ہم کو بہت پسند آئی' وہ ہم نے خرید لی جب ہم واپس گھر پہنچے تو بعض دوسرے شیوخ کے ہاں حاضری کا وقت تھا' ہم اس طرف چل پڑے' وہ مچھلی اسی طرح تین دن رہی اور قریب تھا کہ بدبودار ہو جاتی' ہم نے وہ کچی ہی کھالی ہمیں اس کو بھوننے کا وقت ہی نہیں ملا' پھر فرمایا کہ جسم کی راحت کے ساتھ علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۰۱) ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ابوالنصر امام حافظ شیخ الاسلام محمد بن محمد الطوسی شوافع کے شیخ اور نابغہ روزگار اشخاص میں سے ایک (وفات ۳۴۴ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ان کے شاگرد امام حاکم فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن منصور سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ ابوالنصر ۷۰ ستر سال سے لوگوں کو فتویٰ دیتے رہے اور کبھی انکے فتوے پر مواخذہ نہیں کیا گیا'

حاکم کہتے ہیں کہ میں نے دو مرتبہ ان کی طرف سفر کیا' میں نے ان سے پوچھا کہ آپ تصنیف و تالیف کے لئے کب فارغ ہوتے ہیں' تو فرمایا میں نے رات تین حصوں پر تقسیم کی ہے' ایک حصہ میں تصنیف کرتا ہوں' اور ایک حصہ میں قرآن کریم کی تلاوت' اور ایک حصہ میں نیند کرتا ہوں' حاکم کہتے ہیں کہ آپ امام' عابد' زاہد' کامل ادب والے تھے۔ میں نے ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا' آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتے تھے۔

(۱۰۲) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام طبرانی کی سوانح میں لکھا ہے کہ وہ حافظ امام' علامہ' الحجۃ' بقیۃ الحفاظ'' ابو القاسم سلیمان بن احمد اللخمی الشامی الطبرانی مُسنِد دنیا ہیں (ولادت ۲۶۰ھ وفات ۳۶۰ھ) ایک صدی اور دس ماہ کی عمر آپ نے مکمل کی' آپ کی احادیث سے تمام ممالک بھر گئے تھے ان کی تالیفات کی تعداد (۷۵) سے متجاوز ہے ذکوانی کہتے ہیں کہ امام طبرانی سے کثرت احادیث کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ تیس برس تک میں بوری پر سویا ہوں۔

(۱۰۳) قفطی کی ''ابناء الرواۃ علی ابناءِ النحاۃ'' میں عبداللہ بن حمود الزبیدی الاندلسی ابوعلی الفارسی کے ساتھی' جو اندلس کو واپس لوٹتے ہوئے ۳۷۲ھ میں دریا میں غرق ہو کر فوت ہوئے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ عبداللہ اندلس میں ابوعلی القالی کی صحبت میں رہے ان سے اخذ و تحصیل علم کے بعد مشرق کا سفر کیا' اور پھر ابوسعید السیرافی کے ساتھ وفات تک رہے' اور ابوعلی الفارسی کی صحبت میں رہتے ان کے پاس قیام کے دوران اور جب فارس کا سفر کرتے تھے اس دوران بھی' ان سے بہت علم حاصل کیا اور کمال کو پہنچے۔

ابوعلی الفارسی کے ساتھ ان کی خبر میں یہ بھی ہے کہ ایک دن ابوعلی اندھیرے میں مسجد کی طرف نماز کے لئے جا رہے تھے کہ اچانک ان کے جانوروں کے چارہ رکھنے والے کمرے سے یہ نکلے ان کے جانوروں کے چارہ رکھنے کی جگہ گھر سے باہر تھی' عبداللہ نے رات اس میں گذاری تا کہ دوسرے طلبہ سے سبقت لیجاتے ہوئے ان سے پہلے رات ہی میں سبق کے لئے حاضر ہو جائے' جب وہ اچانک نکلے تو یہ گھبرا گئے' اور کہا تیری ہلاکت ہو تو کون ہے' انہوں نے

حاضر ہو جائے' جب وہ اچانک نکلے تو یہ گھبرا گئے' اور کہا تیری ہلاکت ہو تو کون ہے' انہوں نے کہا میں عبداللہ الاندلسی ہوں' ابوعلی نے کہا تم کب تک میرے پیچھے لگے رہو گے' تو جواب دیا کہ زمین کے اوپر میں آپ سے الگ نہیں ہوں گا۔

احمد بن مکتوم نے اس پر اضافہ کیا ہے کہ مجھ کو بیان کیا میرے شیخ ابوحیان الاندلسی نے (اللہ ان کو زندگی دے) کہ یہ عبداللہ اندلس واپس آ رہے تھے۔ جب ان کے اور ان کے شہر کے درمیان دو دن کی مسافت رہ گئی تو وہ کشتی ڈوب گئی' اس کے تمام سوار عبداللہ اندلسی سمیت غرق ہو گئے' اور اپنے ساتھ بہت سارا علم لے گئے جو وہ اپنے ساتھ عراق سے لائے تھے۔ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۱۰۴) قطفی کی ''ابناء الرواۃ علی ابناء النحاۃ'' میں ابونصر ہارون بن موسیٰ بن صالح بن جندل القیسی ادیب نحوی' القرطبی' المعروف ابن جندل القرطبی (وفات ۴۰۱ھ) رحمہ اللہ کی سوانح میں آیا ہے۔

ابونصر ہارون بن موسیٰ کہتے ہیں کہ ہم ابوعلی القالی البغدادی رحمہ اللہ کی مجلس میں آتے جاتے تھے' جب وہ ''النوادر'' کا قرطبہ کی ''جامع الزہرا'' میں املاء کروایا کرتے تھے۔ یہ موسم بہار تھا۔ ایک دفعہ راستہ میں مجھے بارش نے آ لیا۔ میں ابھی شیخ کی مجلس تک نہ پہنچ پایا تھا کہ میرے تمام کپڑے بھیگ گئے۔ میرے قریب ابوعلی اھل قرطبہ کے سردار تھے انہوں نے مجھ کو اپنے قریب ہونے کیلئے فرمایا۔ اور کہا ابونصر ذرا ٹھہر جاؤ یہ جو صورت حال تم کو پیش آئی ہے یہ جلد ختم ہو جائے گی۔ اس طرح کہ ان کپڑوں کو اتار کر دوسرے پہن لو۔ شیخ ابوعلی نے کہا کہ میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کے نشان میرے جسم پر قبر تک جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ میں رات کے آخری حصہ میں ان کی مجلس کی طرف گیا تا کہ ان کے قریب بیٹھنے کی جگہ حاصل کر لوں' جب میں اس پھاٹک پر پہنچا جس سے ان کی مجلس میں داخل ہوتا تھا۔ وہ بند تھا اور اس کا کھولنا میرے لئے دشوار تھا' میں نے کہا سبحان اللہ میں اتنا جلدی آؤں اور ان کی مجلس میں نہ جا سکوں' میں ان کے گھر کے پاس زیر زمین سرنگ میں گھس گیا۔ جب میں اس کے درمیان پہنچا تو وہ مجھ پر تنگ ہو گیا' کہ نہ تو مجھکو

نکلنے کی قدرت رہی اور نہ کھڑے ہونے کی' پس میں زور لگاتا ہوا گھستا ہوا چلا گیا' میں نے زبردستی اس کو پار تو کرلیا لیکن میرے کپڑے پھٹ چکے تھے اور اس سرنگ کے تنگ ہونے سے میرا جسم اتنا متاثر ہوا کہ میری ہڈیاں ظاہر ہوگئیں تھیں۔ لیکن مجھ پر اللہ نے احسان فرمایا کہ میں نکل گیا۔ اور اسی حالت میں شیخ کی مجلس میں پہنچ گیا۔ انہوں نے فرمایا تو کہاں تھا میں نے پیش آمدہ واقعہ بیان کیا انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

دبیت للمجد والساعون قد بلغوا

جهد النفوس والقوا دونه الازرا

میں بلند مرتبہ کے حصول کے لیے آہستہ چال سے چلا' اور تیزی کرنے والوں نے اپنے آپ کو تھکا دیا اور بلند مقام تک رسائی سے پہلے ہی اپنی قوت ختم کردی۔

فابدوا المجد حتی مل اکثرهم

وعانق المجد من اوفی ومن صبر

انہوں نے مشقت سے فضیلت اور مقام حاصل کرنا چاہا۔ جبکہ ان کی اکثریت پہلے ہی تھک چکی تھی۔ مقام اور مرتبہ اس کو حاصل ہوا جس نے پورا کیا اور صبر کیا۔

"لا تحسب المجد تمراً انت آکلة لن تبلغ المجد حتی

تلعق الصبرا".

فضیلت مقام و مرتبہ کوئی کھجور کا دانہ نہیں کہ تم اس کو کھالو گے' مقام و مرتبہ کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم ایلوانہ نگل لو۔

ابونصر کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے ان اشعار کو "نوادر" میں ان کی جگہ آنے سے پہلے ہی لکھ لیا' اور ان کی اس حکایت سے مجھ کو تسلی ہوگئی۔ اور کپڑوں کے پھٹنے والا معاملہ مجھ پر آسان ہوگیا' میں نے ان کے پاس آنا اتنا زیادہ کردیا کہ وفات تک میں ان سے الگ نہ ہوا

ایک فقیہ کا پسندیدہ مشغلہ کیا ہو اور اس کی دوستی کس سے ہو؟:

(۱۰۵) قاضی عیاض نے "ترتیب المدارک" میں ابو عمر احمد بن عبدالملک الأشبیلی

المعروف ابن المکوی' قرطبی' اندلس کے فقہاء کے اپنے وقت کے شیخ (ولادت ۳۲۴ھ وفات ۴۰۱ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ ان کی تمام عمر میں ان کا پسندیدہ مشغلہ درس ہی رہا ہے' دن اور رات کسی لمحہ بھی وہ اس میں سست نہیں ہوتے تھے' اور اسی میں ان کی لذت تھی' بیان کیا گیا ہے کہ ان کا ایک دوست عید کے موقعہ پر ان کی ملاقات کے لئے آیا' وہ ان کے گھر کے اندر پہنچے پھاٹک کھلا ہوا تھا' وہ بیٹھ کر انتظار کرنے لگے' انہوں نے آنے میں تاخیر کردی' ان کو بتایا گیا کہ وہ نکلے ہیں اس حال میں کہ کتاب پر ان کی نظر تھی' انہیں دوست کا احساس ہی نہ ہوا' اسی میں ان کو ٹھوکر لگی' کیونکہ ان کا تمام خیال کتاب دیکھنے پر مجتمع تھا' اس سے وہ چوکنا ہوگئے' انہوں نے اپنے دوست کو سلام کیا' اور ایک گہرے مسئلے میں انہماک کی وجہ سے ان کے ساتھ ملنے میں تاخیر پر معذرت کی' جب تک وہ مسئلہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کھول نہیں دیا۔

ان کے دوست نے کہا کہ عید کا دن اور مسنون راحت کا وقت اور آپکا اتنا انہماک؟ فرمایا ہاں جب نفس مریض ہوتا ہے تو پھر وہ اس قسم کی معرفت کا عشق پاتا ہے' اللہ کی قسم میری راحت اور لذت کتاب بینی اور کتاب خوانی کے علاوہ کسی دوسری چیز میں نہیں۔

ابن عفیف کہتے ہیں کہ اندلس میں علم کی سرداری ان تک پہنچی' یہاں تک کہ یہ یحییٰ بن یحییٰ کے ہم پلہ قرار پائے ان کی موجودگی میں۔ اور تمام فقہاء سے بڑے قرار پائے اور ان کی رائے سے تمام احکامات کا اجراء ہونے لگا' انہوں نے بادشاہ پر حکمرانی کی' اندلس میں دور دور تک ان کی شہرت پھیل گئی' انہوں نے سردار کی حیثیت سے زندگی بسر کی ان کی زندگی کی باتیں مشہور و معروف ہیں۔

بوعلی سینا کے بچپن، لڑکپن اور جوانی کے حالات

(۱۰۶) قاضی ابن خلکان ''وفیات الاعیان'' میں حسین بن عبداللہ بن سینا المعروف ابو علی سینا عالم' صاحب فن فلسفی' مشہور طبیب (ولادت ۳۷۰ھ وفات ۴۲۸ھ) کی سوانح میں لکھتے ہیں۔

کہ جب وہ اپنی عمر کے دسویں برس میں تھے تو انہوں نے قرآن عزیز اور ادب پختہ یاد کر لیا تھا۔ اور اصول الدین' حساب' الجبرا' مناظرہ کی بھی بہت سی اشیاء یاد کر لی تھیں۔ پھر انہوں نے علم منطق' اقلیدس' اور مجسطی میں رسوخ پیدا کیا اور اپنے شیخ حکیم ابوعبداللہ الناتلی سے کئی گنا آگے نکل گئے۔ اس کے باوجود تحصیل فقہ کے لئے شیخ اسماعیل الزاھد کے پاس آتے جاتے رہے' اور دیگر علوم طبعیات' الہیات وغیرہ کی تحصیل میں بھی مشغول رہے' اللہ کریم نے ان پر علم کے دروازے کھول دیئے تھے' پھر اس کے بعد ان کو علم طب کی طرف رغبت ہوئی۔ اور اس علم کی کتب مصنفہ میں آپ نے غور و تامل کیا۔ اور محض تعلیم و تعلم کے لئے آپ نے علاج معالجہ کیا' کمائی مقصود نہ تھی' علم طب آپ نے حاصل کیا یہاں تک کہ بہت قلیل عرصہ میں آپ متقدمین اور متاخرین پر فائق ہو گئے۔ اور اس فن میں آپ عدیم النظیر فقید المثال ہو گئے' اس فن کے ماہرین اور فضلاء آپکی مجلس میں آنے جانے لگے' اور ان سے اس فن کی مختلف اقسام۔ اخذ کئے گئے تجربے اور اقسام علاج پڑھتے رہے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً سولہ برس تھی۔

علم کے ساتھ اشتغال کے زمانہ میں وہ کبھی کبھی پوری رات نہیں سوتے تھے' اور دن میں بھی سوائے مطالعہ کے کسی دوسری چیز سے مشغول نہ ہوتے۔ اور جب کبھی ان کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وضو کر کے مسجد میں چلے جاتے۔ نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کرتے کہ یہ مسئلہ آسان کر دے اور اس کے مغلقات مجھ پر کھول دے' وہ اپنے زمانہ میں اپنے علم' ذکاوت اور تصانیف میں نادر تھے' انہوں نے مختلف علوم و فنون کی چھوٹی بڑی تقریباً ایک سو کتابیں تصنیف کیں۔

حالت جان کنی میں علم کی حرص:

(۱۰۷) یاقوت الحموی کی ''معجم الأدبا'' میں علامہ' فلکیات و ریاضیات میں یکتا' مورخ' لغوی' ادیب' علم متفرقہ کے جامع' محمد بن احمد الخوارزمی ابوریحان البیرونی (ولادت ۳۶۲ھ وفات ۴۴۰ھ) رحمہ اللہ کی سوانح میں آیا ہے۔ کہ ابوریحان البیرونی' عمر کی وسعت' اور عام امور میں عظمت شان رکھنے کے باوجود تحصیل علم میں منہمک تھے اور تصانیف کتب میں کوشش کرنے والے تھے' مختلف ابواب کھولتے اور اس کی گہرائی اور ظاہری باتوں کا احاطہ کرتے' کبھی ان کے ہاتھ سے قلم' آنکھ سے نظر' دل سے فکر' الگ نہیں ہوا۔ سوائے ضروری کھانے اور ضروری لباس کے وقت' پھر سال کے تمام ایام میں ان کی حالت ایسے عالم کی ہوگئی کہ وہ علم کے چہرے سے اشکالات کا پردہ اور اس کی آستینوں سے بندشوں کے پوشیدہ پردوں کو دور کرتے۔

فقیہہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ الولوالجتی نے بیان کیا کہ میں ابوریحان البیرونی کے پاس گیا وہ اس وقت جان کنی کے عالم میں تھے ان کا سانس اکھڑ رہا تھا' اور سینہ تنگ ہو گیا تھا' اس حالت میں مجھ سے کہنے لگے کہ جدہ فاسدہ (نانی) کی میراث کے بارے میں ایک دن مجھ سے تم نے کیا کہا تھا۔ میں نے ان پر شفقت کی وجہ سے کہا کہ اس وقت اس حالت میں آپ کو اس مسئلہ کی کیا حاجت پیش آئی' تو فرمانے لگے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں دنیا کو اس حالت میں الوداع کہوں کہ میں اس مسئلہ کا عالم ہوں' بنسبت اس کے کہ میں دنیا سے رخصت ہوں اور اس مسئلہ سے جاہل رہوں' میں نے وہ مسئلہ ان پر دہرایا انہوں نے اس کو یاد کیا' سیکھا' میں ان کے ہاں سے رخصت ہوا' ابھی میں راستہ میں ہی تھا کہ میں نے ان کی موت کا اعلان سنا۔

امام الحرمین کی مشرق ومغرب میں علمی شہرت کے باوجود زانوئے تلمذ طے کرنا

(۱۰۸) حافظ ابن عساکر نے ''تبیین کذب المفتری'' میں جو انہوں نے امام ابوالحسن الاشعری کی طرف منسوب کیا ہے' اور تاج السبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں امام الحرمین ابو المعالی عبدالملک عبداللہ الجوینی نیشا پوری' شافعی' فقیہ' اصولی' متکلم' صاحب فراست' حجۃ' امام غزالی کے شیخ (ولادت ۴۱۹ھ وفات ۴۷۸ھ) رحمہ اللہ کی سوانح میں لکھا ہے۔

ان کے شاگرد حافظ محدث' ادیب' ابوالحسن عبدالغافر بن اسماعیل الفارسی نے اپنی کتاب ''السیاق فی تاریخ نیسابور'' میں کہا کہ وہ امام الأئمہ علی الاطلاق ہیں۔ شریعت کے عالم ہیں۔ شرقاً وغرباً ان کی امامت مجمع علیہ ہے۔ عرب وعجم کے ذہین اور سر برآوردہ لوگ ان کی فضیلت کے معترف تھے' ان جیسا آنکھ نے نہ کبھی پہلے دیکھا تھا اور نہ کبھی بعد میں دیکھے گی' عبارت کو وسعت دینے کا اتنا ملکہ ان کو عطاء کیا گیا تھا جو کسی دوسرے کے حصے میں نہ آیا تھا' یہاں تک کہ سحبان شاعر کا تذکرہ لوگ بھول گئے' اس میں وہ اپنے ہم عصروں سے فائق تھے' آپ حامل قرآن تھے' منہ زور فصحاء وبلغاء کو آپ نے عاجز کر دیا تھا' ہر وصف کی حد سے آپ متجاوز تھے' جو شخص بھی آپ کی کوئی خبر سنتا یا کوئی اثر دیکھتا یا مشاہدہ کرتا تو وہ اقرار کرتا کہ یہ خبر دوسری خبروں سے بدرجہا بہتر اور زیادہ سچی ہے' قریب کے زمانہ کے آثار سے۔

وہ درس دیا کرتے تھے اور ہر درس مستقل اوراق میں واقع ہوتا تھا۔ کسی کلمہ میں ناہمواری نہیں ہوتی تھی۔ اور نہ غلطی ہوتی تھی کہ اس کو درست کرنے کی ضرورت پیش آتی چمکتے ہوئے بجلی کی طرح چلتے جاتے۔ مناسب آواز کے ساتھ گرجدار کڑک ہوتی۔ ان کی بول چال کو بتکلف وضاحت ظاہر کرنے والے اور کلام کو لمبا کرنے والے نہیں پا سکتے تھے۔ ان کی کتابوں میں جو بلیغ کلام پایا جاتا ہے وہ فصاحت وبلاغت کی حقیقت ہے۔ جو کچھ ان کی زبان پر ہوتا تھا

وہ زیادہ میں کم اور موج سمندر کے مقابلہ میں چلو بھر ہوتا تھا' ان کے معہود ومشہور بیان کے مقابلہ میں۔

جب ان کے والد امام ابو محمد الجوینی رحمہ اللہ فوت ہوئے تو ان کی عمر بیس برس کے لگ بھگ تھی۔ ان کو ان کی جگہ درس کے لئے بٹھایا گیا۔ انہوں نے درس کے اسی رنگ اور دستور کو برقرار رکھا یہاں کا درس ختم کرنے کے بعد ''مدرسۃ البیہقی'' میں جاتے وہاں استاذ امام ابو القاسم الاسکاف الاسفرائینی سے اصول' اور اصول فقہ کی تحصیل کرتے۔ ان کی مجلس کی پابندی بھی کیا کرتے تھے۔ اثناء گفتگو میں' میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ اسی دوران اصول کے کئی اجزاء پر انہوں نے تحقیقات کیں۔ اور تقریباً سو اجزاء کا میں نے مطالعہ کیا۔

تحصیل علم میں فراغت تک وہ دن کو رات کے ساتھ ملاتے' اپنا درس شروع کرنے سے پہلے وہ روزانہ صبح سویرے استاذ ابوعبداللہ الخبازی کی مجلس میں جاتے ان کو قرآن کریم سناتے اور درس وتدریس میں جن امور پر مواظبت ضروری ہوتی ان کی تحصیل واقتباس کرتے۔ پھر آپ نے نیشا پور کے مدرسہ نظامیہ کی تدریسی خدمات تیس سال بغیر مزاحمت کے سرانجام دیں' محراب' ممبر' خطابت' تدریس' جمعہ کا وعظ' آپ کے لئے مختص تھے' اور دیگر تمام مجالس بھی آپ کے لئے چھوڑ دی گئیں تھیں۔ آپ کے درس میں اکابر اور طلبہ کا جم غفیر حاضر ہوتا تھا۔ آپ کے سامنے روزانہ ائمہ اور طلبہ تقریباً تین سو بیٹھا کرتے تھے۔ میں نے دوران گفتگو ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں عادتاً نہ کھاتا ہوں اور نہ سوتا ہوں۔ جب نیند کا غلبہ ہو تو سو جاتا ہوں دن ہو یا رات۔ اور جب بھی کھانے کی اشتہاء پیدا ہوتی ہے تو کھا لیتا ہوں دن ہو یا رات' ان کی لذت' فرحت' سیر وتفریح' مذاکرہ علم طلبہ کو نفع پہنچانا تھا جس طرح سے بھی ہو۔

امام الحرمین کے شہر نیشا پور میں ۴۶۹ھ میں شیخ ابوالحسن علی بن فضال بن علی المجاشعی القیروانی' النحوی' تشریف لائے' تو آپ نے ان کی شاگردی شروع کر کے ان سے نحو پڑھنا شروع کر دیا' اس وقت امام الحرمین کی عمر پچاس برس تک پہنچ چکی تھی۔ آپ اپنے وقت اور زمانہ کے امام بن چکے تھے' وہ روزانہ ان کو اپنے گھر لے جاتے اور ان سے ان کی کتاب ''اکسیر الذھب فی صناعۃ الادب'' پڑھتے۔ امام ابوالحسن المجاشعی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس امام

سے زیادہ کسی کو علم کا عاشق نہیں دیکھا۔ کہ یہ علم کو علم ہی کے لئے طلب کرتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی تھی۔

جس نے سردی گرمی علم کے لیے برداشت نہیں کی اس کے لیے کوئی خیر نہیں:

(۱۰۹) ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ حمیدی' محمد بن فتوح الاندلسی البغدادی' امام ابن حزم اور خطیب بغدادی کے شاگرد (ولادت در اندلس ۴۲۰ھ اور وفات در بغداد ۴۸۸ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

امیر ابن ماکولا کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے دوست حمیدی کی طرح کسی کو عفت پاکدامنی' ورع' علمی مشغلہ میں منہمک نہیں دیکھا۔ آپ نے تاریخ اندلس تصنیف کی۔ ابراھیم السلماسی کہتے ہیں کہ میری نظر میں حمیدی جیسا صاحب فضیلت' سردار' گہرے علم والا' اور علم کی نشر و اشاعت والا کوئی نہیں' یحیٰ ابن البناء کہتے ہیں کہ حمیدی کی سخت محنت و مشقت میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ سخت گرمی کی رات میں لکھا کرتے تھے۔ اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے بڑے برتن جس میں کپڑے دھوتے ہیں بیٹھا کرتے تھے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ جس نے سردی گرمی برداشت نہیں کی اس میں کوئی خیر نہیں۔

ابوالفتح' ابن برہان علم کے لیے ضرب المثل:

(۱۱۰) تاج السبکی ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں امام ابوالفتح ابن برھان احمد بن علی البغدادی حنبلی' پھر شافعی المسلک (ولادت ۴۷۹ھ وفات ۵۱۸ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ پہلے حنبلی المذھب تھے پھر شافعی مذھب اختیار کیا' شاشی' غزالی اور اِلکیا' الھر اسی سے فقہ حاصل کی۔

وہ بڑے تیز ذھن والے' عجیب فطرۃ والے تھے' آپ جو چیز بھی سنتے وہ آپ کے ذھن میں پیوست ہو جاتی' علم پر آپ نے اتنی مواظبت کی کہ آپ کا نام علم کے لئے ضرب المثل بن گیا' سفر کی انتہا آپ تک ہوتی' ان کے دروازے پر طلباء کا اتنا ہجوم رہتا کہ ان کی حالت اس حد تک پہنچ گئی کہ ان کا تمام دن سحری سے عشاء کے بعد تک درس علم میں صرف ہوتا۔

نقل کیا گیا ہے کہ ان سے ایک جماعت نے امام غزالی کی ''احیاء العلوم'' کے پڑھنے کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس تمہارے لئے وقت نہیں ہے۔ وہ وقت متعین کرنے لگے وہ جس وقت کا نام لیتے تو یہ فرماتے کہ اس وقت میں فلاں سبق ہے۔ یہاں تک کہ ان کے احیاء العلوم کے درس کے لئے آدھی رات کا وقت متعین ہوا۔

شیخ عبدالفتاح کا اظہار تاسف:

(۱۱۱) عبدالفتاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں' کہ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے' آپ امام ابن برھان رحمہ اللہ کے علم کی نشر و اشاعت پر ثابت قدمی' نقل و ادا پر اپنے آپ کو پابند کرنے کی طرف غور کریں' اور ان علم کے سوختہ طلباء کے اس شوق پر اور جلانے والی حرص پر بھی نظر رکھیں' جو شیخ کے پاس پڑھنے کے لئے سوائے آدھی رات کے دوسرا وقت نہیں پاتے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھ کر وہ تر و تازہ ذوق و شوق کے ساتھ آتے ہیں' اللہ ہی کے لئے ہے ان مشائخ اور طلبا کے ذوق و شوق کی خوبی' ان طلبہ میں علم کی محبت کتنی زیادہ تھی' اور شیوخ سے تحصیل علم اور تفہیم علم کی ان میں کتنی حرص تھی' اور ان شیوخ کو طلبہ علم تک علم پہنچانے اور اشاعت علم میں کتنی ثابت قدمی تھی' تاکہ امانت ادا ہو جائے اور عہد پورا ہو جائے۔

موجودہ زمانہ کے طلبہ کی حالت دیکھ کر ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ جو گھنٹی بجنے کے منتظر بیٹھے رہتے ہیں' کہ کب پچاس منٹ کے درس سے فارغ ہو کر کلاس سے نکلیں گے' اور یہ سبق بھی راحت کے اوقات میں بہترین دل کے نشاط سے' مجتمع ذھن سے' گرمیوں کے ٹھنڈے اور سردیوں کے گرم احاطہ سے' علم کے احاطہ سے' نکلتے ہوئے جو ایک دوسرے پر بھیڑ کرتے ہیں' لگتا ہے جس طرح آگ سے نکل کر بھاگ رہے ہوں' یا ظالم قاتل کی جیل سے فرار ہو رہے ہوں۔

امام ابوسعد السمعانی نے اس موقعہ پر اپنی کتاب ''الانساب فی رسم الصنعانی'' میں ابو عبداللہ الفقیہہ المراغی الشافعی رحمہ اللہ کے جو اشعار نقل کئے ہیں وہ نہایت لطیف اور جامع ہیں۔ فرمایا:

اذا رءیت شباب الحیّ قد نشاؤ ' لا ینقلون فلال الحبرِ والورقا.

ترجمہ"جب تم محلے کے نوجوانوں کو اس حالت میں نشونما پاتے ہوئے دیکھو کہ وہ سیاہی کی دوات اور کاغذ کے دستے اٹھائے نہیں پھرتے۔

ولا تراھم لدی الاشیاخ فی حلقٍ. یعون من صالح الاخبار ما استقاء"

ترجمہ"اور آپ ان کو شیوخ کے حلقوں میں بھی اچھے اور نیک اخبار سے معلومات حاصل کرتے ہوئے بھی نہ دیکھیں"

فذرھم عنک واعلم انھم ھمج. قد بدّلوا بعلو الھمة الحمقاء.

ترجمہ"ان کو چھوڑ دیجئے اور سمجھئے کہ یہ وحشی ہیں' انہوں نے علو ہمتی کو بیوقوفی میں بدل دیا۔

(۱۱۲) عربیت کے علامہ' رئیس اھل لسان' ابو القاسم الزمخشری نے اس ضمن میں کیا خوبصورت کلام کہا ہے جس میں وہ علماء کے راتوں کے جاگنے کی لذت اور زمانہ دراز تک بے خوابی کی لذت بیان کرتے ہیں۔ فرمایا۔

"سَھُری لتنقیح العلوم اَلذُّلی. من وصل غانیةٍ وطیب عِناق"

ترجمہ"تنقیح علوم کے لئے راتوں کو جاگنا میرے لئے زیادہ باعث لذت ہے حسین عورت کے وصل اور اچھے معانقہ سے"

وتمایلی طرباً لحلِّ عویصةٍ. اشھیٰ واحلیٰ من مدامة ساقِ"

ترجمہ"اور کسی مشکل مسئلہ کے حل کے بعد خوشی سے میرا جھومنا' زیادہ میٹھا اور زیادہ من پسند ہے ساقی کے جھومنے سے۔

وصریرُ اقلامی علیٰ اوراقھا. احلیٰ من الدّوکاہ والعشاق"

ترجمہ"اور میرے قلم کی آواز اوراق پر زیادہ میٹھی ہے دوگاہ طرز کے گانے اور اس کے عشاق سے"

والدُّمن نقرِ الفتاةِ لِدُمنّھا' نقری لألقی الرّمل عن اوراقی.

ترجمہ"اور زیادہ لذیذ ہے جوان عورت کے دف بجانے کے لئے ٹھونکا مارنے سے میرا اوراق پر ریت ڈالنے کے لئے ٹھونکا مارنا"

یا من یحاول بالأمانی رتبتی. کم من بین مستفل وآخر راقی.

ترجمہ"اے آرزو سے میرا مرتبہ حاصل کرنے والے' کیا نسبت نیچے اترنے اور اوپر چڑھنے والے میں"

أابیت سھران الدجیٰ و تبیته ' نوماً وتبغی بعد ذالک لحاقی.

ترجمہ"کیا میں اندھیری رات جاگ کے گزاروں' اور تو سو کر گذارے اور پھر تم میرے تک پہنچنے کی امید رکھتے ہو"

"بلند ہمتی سابقین کی نظر میں"

(۱۱۳) اس کتاب میں مذکور واقعات اور اخبار ماضیہ میں آپ نے دیکھ لیا اور آئندہ کے سطور میں بھی آپ خلاف عادت عزائم اور بلند ہمتی آپ ملاحظہ فرمائیں گے ایسے عزائم کہ بعض لوگوں کا محض خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا' جبکہ کچھ حضرات واقعتاً فضیلت کی بلندی' بزرگی' علم کی بلند چوٹی' علم کے بلند مقام' اور ہمیشہ کے معطر تذکرہ کی جانب' اور ہمیشہ زندہ رہنے والے تذکرے کی حقیقت تک پہنچ چکے تھے۔

یہ اصحاب عزیمت ہم سے انسانی طبیعت اور پیدائشی اقدار میں مختلف نہ تھے' ہاں ہم سے بلند ہمتی' عزیمت کو عادت بنانے' اور سخت تکالیف برداشت کرنے اور مشکل گھاٹیوں کو سر کرنے میں ضرور مختلف تھے' انہوں نے جو کامیابی حاصل کی وہ کسی ایسی چیز سے حاصل نہیں کی جس تک ہماری رسائی نہ ہوتی ہو یا اس تک رسائی ہمارے لئے ممکن نہ ہو' نیز ان کی کامیابی کسی آسمانی معجزہ کی کرشمہ سازی بھی نہ تھی' کہ اس معجزہ سے انکا اعزاز و اکرام کیا گیا ہو' یا ان کو کوئی خارق عادت چیز دی گئی تھی' اور ہم کو اس سے محروم رکھا گیا ہو' بلکہ جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے وہاں تک ان کا پہنچنا' ان کی کامیابی' ان کی بلند ہمتی عزیمت کا راستہ اختیار کرنے' مشکلات پر صبر اور

صبر کی عادت اپنانے کی وجہ سے تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اس مقام رفیع تک پہنچے۔

(۱۱۴) امام ابوالفرج عبدالرحمان ابن الجوزی (وفات ۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب ''صید الخاطر'' میں بلند ہمتی کے بارے میں جو کلمات ارشاد فرمائے ہیں جس میں وہ اپنے نفس سے علو ہمتی کے بارے میں بات کرتے ہیں میں نے مناسب سمجھا کہ اس کے کچھ جملے ان صفحات میں نقل کروں۔ ممکن ہے یہ طلبہ کی ہمتوں کو بلندی کی طرف مائل کردے۔ اور ان کی عزیمت کو ان کی آرزوں کی تکمیل کی طرف لے جائے' اس لئے کہ عزائم سے عزائم کو جلا ملتی ہے۔

ابن الجوزی کی بلند ہمتی اور بلند ہمتی پر ان کے گراں قدر ارشادات

(۱۱۵) ابن الجوزی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا' کہ کمال عقل کی دلیل بلند ہمتی ہے' اور کم تر پر راضی ہونے والا شخص کم ترین ہوتا ہے' ایک شاعر نے کہا۔

اذا ما امرءُ رام العلیٰ "ویقنع بالدّون من کادونا"

جب آدمی فوقیت چاہتا ہے تو وہ بلندی کا قصد کرتا ہے کم ترین آدمی کم پر قناعت کرتا ہے اور انسان کی سب سے بڑی آزمائش علو ہمتی میں ہوتی ہے۔ تو جس کی ہمت بلند ہوتی ہے وہی شخص بلندی کو اختیار کرتا ہے۔ اور بعض دفعہ تو زمانہ بھی اس کا ساتھ نہیں دیتا' اور کبھی بلندی کے حصول والا ذریعہ کمزور ہو جاتا ہے تو یہ شخص تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے' اور مجھے علو ہمتی کی ایک طرف اور کنارہ تھوڑا سا عطاء کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں تکلیف میں ہوں' میں یہ نہیں کہتا کہ کاش یہ نہ ہوتا' اس لئے کہ زندگی میں حلاوت عقل کے معدوم ہونے سے پیدا ہوتی ہے' اور عقل مند شخص زیادت لذت عقل کو معدوم کر کے حاصل کرنا نہیں چاہتا' اور جس کو عالی ہمت عطاء کی گئی ہو وہ اس کے علو کے بقدر تکلیف میں ہوتا ہے۔ شاعر نے کہا۔

واذا کانت النفوس کباراً "تعبت فی مرادھا الاجسام"

جب ہمت بلند ہوتی ہے تو اس کی مراد پوری کرنے میں جسم تھکتا ہے۔

(۱۱۶) اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس کی ہمت بلند ہو وہ تمام علوم کو حاصل کر لیتا ہے صرف بعض علوم پر اکتفا نہیں کرتا' وہ تمام علوم کی انتہاء کو پہنچنا چاہتا ہے۔ جبکہ اس کا بدن اس کا متحمل

نہیں ہوسکتا۔ پھر وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ تمام علوم کا مقصود عمل ہے۔ اس کے لئے وہ راتوں کا قیام اور دن کے روزوں پر محنت کرتا ہے' علم اور عمل دونوں کو اکٹھا کرنا انتہائی مشکل کام ہوتا ہے' پھر وہ ترک دنیا کو بہتر سمجھتا ہے اور بقدر ضرورت دنیا کو اختیار کرتا ہے' وہ ایثار و ہمدردی کو پسند کرتا ہے' اور بخل پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور کرم اس سے خرچ کرنے کا تقاضا کرتا ہے' اور اس کی عزت نفس اس کو حصول مال کے لئے حقیر ذرائع اختیار کرنے سے منع کرتی ہے' اگر وہ اپنے طبعی کرم پر چلتا رہے تو وہ فقیر و محتاج رہتا ہے' اور اس کا بدن اور خاندان متاثر ہوتا ہے' اور اگر بخل سے کام لے تو اس کی طبیعت اس کا انکار کرتی ہے' فی الجملہ وہ مشقت اور اضداد کے جمع کرنے کا محتاج رہتا ہے' وہ ہمیشہ نہ ختم ہونے والی تکلیف میں ہوتا ہے۔ اور ایسی تھکاوٹ میں ہوتا ہے۔ جس سے وہ کبھی خالی نہیں ہوتا' پھر اگر عمل میں وہ حقیقی اخلاص پیدا کرے تو اس کی تھکاوٹ زیادہ ہو جاتی ہے' اور اس کی لاغری اور کمزوری زیادہ قوی ہو جاتی ہے۔ کہاں ہیں وہ پست ہمت لوگ' اگر وہ فقیہہ ہے اور حدیث کے بارے میں اس سے پوچھا جائے تو کہتا ہے مجھ کو علم نہیں۔ اور اگر محدث ہو اور فقہ کا کوئی مسئلہ اس سے پوچھا جائے تو کہتا ہے مجھ کو علم نہیں۔ اس کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ لوگ اس کو کم ہمت کہیں گے۔

(۱۱۷) عالی ہمت شخص بعض علوم میں کوتاہی اور تقصیر کو اپنے لئے باعث ذلت و رسوائی سمجھتا ہے کہ اس سے اس کا عیب سامنے آتا ہے' اور لوگوں کو گویا اس کے جسم کا ستر اور چھپا ہوا حصہ نظر آنے لگتا ہے' اور کم ہمت شخص لوگوں کے احسان کی پرواہ نہیں کرتا' اور نہ لوگوں سے سوال کرنے کو قبیح سمجھتا ہے۔ اور دھتکارے جانے سے ناک بھوں بھی نہیں چڑھاتا۔ جبکہ عالی ہمت شخص ان چیزوں کو برداشت نہیں کرسکتا' عالی ہمت شخص کی تھکاوٹ فی الحقیقت راحت ہوتی ہے۔ اور کم ہمت کی راحت تھکاوٹ اور عیب ہوتا ہے۔ اگر عقل اور سمجھ ہو تو' دنیا بلند خصلتوں کے حصول کے لئے سبقت حاصل کرنے کی جگہ ہے' عالی ہمت کو چاہئے کہ وہ اپنی سبقت حاصل کرنے والی ''شوط'' (چکر) میں کوتاہی نہ کرے' اگر آگے نکل گیا تو مقصود حاصل ہو جائے گا اور اگر نہ نکل سکا تو محنت کرنے کی وجہ سے قابل مواخذہ اور قابل ملامت نہیں۔

(۱۱۸) میری ہمت بلند پیدا کی گئی ہے جو ہر چیز کی انتہاء کی طالب ہے' میری عمر ساٹھ

برس ہو چکی ہے لیکن میں اپنی آرزو تک رسائی حاصل نہ کر سکا' اب میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے درازی عمر (ان کی عمر ۹۸ برس ہوئی) تقویت بدن اور آرزوؤں کی تکمیل اور حصول تک رسائی کی دعائیں شروع کر دی ہیں۔ عام مروّجہ عادات نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ تو طلب کرتا ہے عادت اس طرح نہیں رہی میں نے کہا کہ عادت سے تو طلب نہیں کرتا' بلکہ قادر مطلق سے طلب کرتا ہوں' جو عادت سے تجاوز کرنے پر قادر ہے میں نے اپنی ہمت پر نظر کی تو اس کو عجیب وغریب پایا' وہ اس طرح کہ میں نے اس قسم کے علم حاصل کرنے کا قصد کیا جس کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ میں اس تک نہیں پہنچ سکتا' اس لئے کہ میں تمام علوم تک رسائی چاہتا تھا' اختلاف فنون کے باوجود' اور میں ہر فن کا احاطہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ ایسا معاملہ ہے کہ عمر اس کے بعض سے عاجز ہے۔ اگر کوئی بلند ہمت مجھ کو کسی فن کے منتہاء کو پہنچا ہوا مل جاتا تو کسی دوسرے فن میں وہ ناقص ہوتا تھا۔ اس کو میں بلند ہمت نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً محدث جو فقہ کو نہ جانتا ہو' یا فقیہ ہو اور حدیث اس سے فوت ہوتی ہو' میں ناقص علوم پر رضامندی کو ہمت کے نقصان پر محمول کرتا ہوں۔

(۱۱۹) پھر میں علم کے ساتھ عمل میں انتہاء تک کا قصد رکھتا ہوں' مطالعہ اور تصانیف کے ساتھ' افادہ خلق' اور ان کے ساتھ معاشرت کے ساتھ ساتھ میں بشر خافی رحمہ اللہ کا ورع' معروف کرخی رحمہ اللہ کا زھد بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں اور یہ بہت مشکل ہے پھر میں لوگوں سے مستغنی رہنا اور فضیلت کے اعتبار سے بلند نظر بھی رہنا چاہتا ہوں اور علم کی مشغولیت کسب دنیا کی بھی مانع ہے۔ اور احسانات قبول کرنے سے بلند ہمتی مانع ہے' پھر میں اولاد کی بھی اسی طرح شدید خواہش رکھتا ہوں' جس طرح کہ تصانیف کی رکھتا ہوں' تا کہ میرے مرنے اور ضائع ہو جانے کے بعد میرے دو قسم کے نائب اور خلفاء موجود ہوں' اور ان کے حصول کے لئے دل کی مشغولیت چاہئے جبکہ میرا دل تنہائی کا دلدادہ ہے۔

(۱۲۰) میں نے کچھ لوگوں کی بلند ہمتی کا بیان سنا۔ پس میں نے اس پر غور کیا تو ان کی بلند ہمتی کا جو ہر صرف ایک فن میں نظر آیا اور اس سے اہم ترین فن کے نقصان کی انہوں نے پرواہ نہیں کی' ''رضی'' کہتا ہے۔

ولکُلِّ جسمٍ فی النحول بلیۃُ "وبلاء جسمی من تفاوت ھمتی"

ہر جسم کے لئے لاغری میں آزمائش ہے اور میرے جسم کی آزمائش میری مختلف ہمتیں ہیں۔

میں نے جب اس کی ہمت پر نظر کی تو اس کی ہمت صرف حصول امارت تھی۔ ابو مسلم خراسانی اپنی جوانی سے لے کر بڑھاپے تک کے عرصہ میں سو نہیں سکا تھا' اس بارے میں جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میری نیند نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میرا ذھن صاف' ہمت بلند اور نفس مقام رفیع کا شائق ہے' جبکہ میری زندگی ایک وحشی چرواہے کی زندگی ہے۔

پھر اس کو کہا گیا کہ تمہاری حسد کی یہ آگ کیسے ٹھنڈی ہوگی؟ اس نے کہا کہ اقتدار حاصل کرنے پر کامیابی سے' پھر اس کو کہا گیا کہ اقتدار حاصل کر لو تو اس نے کہا کہ اقتدار زبردست خطرات مول لئے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا' کہا گیا کہ خطرات سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ عقل آڑے آتی ہے' کہا گیا کہ پھر کیا کرنا چاہئے' کہا کہ میں اپنی عقل کو جھل پر آمادہ کر کے ایسے خطرات مول لینے کی کوشش کروں گا جو جہالت کے بغیر نہیں کئے جا سکتے۔ اور عقل سے اس کی ایسی تدبیر کروں گا۔ جن سے بغیر عقل کے محفوظ نہیں ہوا جا سکتا۔ اس لئے کہ سستی اور کاہلی معدوم ہونے اور اپنے آپ کو فنا کرنے کے مترادف ہے۔

(۱۲۱) میں نے اس مسکین کی حالت کو دیکھا کہ اس نے ایک اہم جانب کو جو کہ جانب آخرۃ ہے ضائع کیا' حکومت اور اقتدار کے حصول کے لئے کمر بستہ رہا۔ کتنے ہی لوگوں کو اس نے قید کیا۔ اور کتنوں کو اس نے قتل کیا۔ جس کے عوض اس نے دنیا کی لذتیں حاصل کیں لیکن صرف آٹھ برس ان سے مستفید ہو سکا' پھر یہ قید کیا گیا اور عقل کی تمام تدابیر کو بھول گیا۔ پھر قتل کیا گیا اور بری حالت میں یہ آخرت کی جانب گیا۔

(۱۲۲) پس کہاں میں اور کہاں وہ لوگ جن کی حالت میں نے بیان کی جن کی بلند ہمتی کی غایت دنیا تھی؟ میں دنیا کی کوئی ایسی چیز حاصل کرنا نہیں چاہتا جس کی وجہ سے میرے دین کا چہرہ مخدوش ہو اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے علم یا عمل پر اثر انداز ہو' پس ہائے افسوس! میرا قیام اللیل کے لیے ورع کو اختیار کرنے کے قلق پر' اعادہ علم اور دل کا تصانیف کے ساتھ مشغول

ہونے پر' اور ہائے افسوس لوگوں کے ساتھ ملاقات اور ان کو تعلیم دینے کی وجہ سے خلوت کی مناجات مجھ سے فوت ہو جانے پر' اور ہائے افسوس میرا ورع کے مکدر ہو جانے پر اس چیز کے طلب کرنے کی وجہ سے جو میرے اہل خانہ کے لئے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اپنے آپ کو تعذیب کے حوالے کیا ہے اور شاید میری تہذیب میرے تعذیب میں ہے۔ اس لئے کہ بلند ہمتی ان مراتب و مقامات کو طلب کرنا ہے جو اللہ جل شانہ کے قریب کرنے والے ہوں۔ اور کبھی طلب میں حیران ہو جانا مقصود تک رسائی میں راہنما بن جاتا ہے۔

اور یہ میں ہوں کہ ایک ایک سانس کی حفاظت کرتا ہوں کہ کوئی ایک سانس بھی بغیر فائدہ کے ضائع نہ ہو جائے اگر میں اپنے مقصد کو حاصل کر لوں تو "فبھا ونعمت" ورنہ مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(۱۴۳) تمام لذتیں میری حس اور عقل میں مجھ کو حاصل ہیں۔ پس لذات حسیہ کی انتہا اور ان میں سب سے اعلیٰ نکاح ہے۔ اور لذآت عقلیہ میں سب سے اعلیٰ علم ہے۔ پس جس کو یہ دونوں غایات دنیا میں حاصل ہو گئیں۔ تو وہ تمام لذات کی انتہاء کو پہنچ گیا۔ میں طالب علم کی راہنمائی اعلیٰ مطالب کی طرف کرتا ہوں' جس طالب علم کو یہ حاصل ہو جائیں تو اس کی علامات یہ ہیں کہ اس کو بلند ہمتی عطاء کر دی جاتی ہے۔ یہ ہمت اس میں بچپنے میں پیدا کر دی جاتی ہے۔ پس آپ اس کو زمانہ طفولیت میں دیکھیں گے کہ بلند مرتبہ والے کام کی طلب کرتا ہے' جیسا کا حدیث میں روایت ہے کہ بیت اللہ کے قریب جناب عبدالمطلب کا ایک تخت بچھا ہوا ہوتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو اس پر بیٹھ جاتے۔ جناب عبدالمطلب آپ کو اس پر بیٹھا ہوا دیکھ کر فرماتے میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی۔

(۱۴۴) اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ مجھ میں ہمت تو ہے لیکن جو میں طلب کرتا ہوں وہ مجھے نہیں دیا گیا اس کے لئے حیلہ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک قسم کی چیز اس سے منع کی گئی ہے تو دوسری نہیں' پھر یہ بات بھی بعید ہے کہ تم کو ہمت تو دے دی جائے اور تمہاری امداد نہ کی جائے' آپ اپنے حال پر نظر رکھیں۔ ممکن ہے تمہیں کوئی نعمت دی گئی ہو اور تم نے اس کا شکر نہ ادا کیا ہو۔ یا خواہشات کی کسی چیز میں تمہاری آزمائش کی گئی ہو اور تم اس سے نہ رکے ہو۔

اور یہ بھی جان لو کہ بعض مرتبہ دنیا کی بہت ساری لذتیں تم سے دور کر دی جاتی ہیں تا کہ تم کو لذت علم سے آشنا کرایا جائے' تم ضعیف ہو اور شاید تم دونوں کے جمع ہونے کو برداشت نہ کر سکو' وہ بہتر جانتا ہے کہ کیا چیز تمہاری ضرورت ہے۔

(۱۴۵) اور جس چیز کی شرح میں تمہارے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ پس نوجوان مبتدی طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر علم کا ایک حصہ ضرور حاصل کرے۔ اور زیادہ اہمیت علم فقہ کو دے' اور منقولات' یعنی احادیث' سیر' اور اخبار کی نقل میں بھی کوتاہی نہ کرے' کیونکہ اس سے کاملین کی سیرت واضح ہوتی ہے' اور جب اس کو بیان کی وضاحت عطاء کر دی جائے' اور اس پر مستزاد اس کو لغت اور نحو کی معرفت بھی عطاء کر دی جائے تو گویا اس کی زبان کا کنارہ بہترین سان پر تیز کر دیا گیا ہے۔

اور جب یہ علم کو معرفت حق اور اللہ کے دین کی خدمت کے لئے صرف کرے تو اس پر ایسے دروازے کھول دئے جاتے ہیں جو کسی دوسرے پر نہیں کھولے جاتے' اور مجھے اس زمانہ (چھٹی صدی) نے غم میں مبتلا کر دیا ہے کہ اس وقت علماء علم کی کمی کی وجہ سے عوام کی طرح ہو گئے ہیں۔ جب ان کے سامنے موضوع حدیث بیان کر دی جائے تو کہتے ہیں ہاں یہ بھی روایت ہوگی۔ کم ہمتی پر آنسو بہانا ہی زیادہ مناسب ہے۔ ولاحوۃ ولاقوۃ الا باللہ۔

''تیسرا باب''

''فقر اور زندگی کی تنگی

کپڑوں اور بستر کے فروخت کے بیان میں''

فقراور زندگی کی تنگی

علماء کے احوال میں یہ بات وسیع پیمانے پر موجود تھی کہ فقر و فاقہ اکثر علماء کا شعار اور اوڑھنا بچھونا ہوا کرتا تھا' اور اب بھی ہے۔

(۱۲۶) علامہ فلسفی' قاضی' فقیہ' اصول معاشرت کا عالم' ادیب' شیخ ابن خلدون جن کا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا ہے نے اپنے ''مقدمہ'' میں ایک بڑا باب باندھا ہے جس میں انہوں نے تحصیل معاش' کسب کے طریقے اور مختلف صنائع پر بحث کی ہے کہ کس کے لئے کس چیز سے زیادہ نفع ہوسکتا ہے اور کس چیز سے کس کے لئے نفع نہیں ہوسکتا پھر انہوں نے ایک خاص باب قائم کیا ہے۔ جس میں انہوں نے علماء کے ہاتھ میں قلت مال کے اسباب بیان کئے ہیں

فرمایا ''ساتویں فصل'' میں وہ لوگ جو دینی امور مثلاً قضاء' افتاء' تدریس' امامت' خطابت اذان وغیرہ کے ساتھ وابستہ ہیں' اکثر و بیشتر ان کی مالداری زیادہ نہیں ہوتی' اس کا سبب یہ ہے کہ انسانی اعمال کی قیمت کا نام کسب (کمائی) ہے اور اعمال احتیاج کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ اگر بشری اعمال کی ضرورت آبادی سے متعلق ہو تو عام لوگوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے اور حاجت بھی اس کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔

اور دین کے مختلف شعبوں کے ساتھ وابستہ حضرات کی طرف عام لوگوں کی کوئی مجبوری نہیں ہوتی۔ ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اس کی طرف خواص محتاج ہوتے ہیں' جو ان کی خدمت میں بھی رہتے ہیں اور اپنے دین کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں۔ خصومات میں قضاء یا فتویٰ کی ضرورت اگر پیش بھی آ جائے تو بھی اضطراراً اور عمومی طور پر نہیں' اس وجہ سے اکثر و بیشتر ان کی جانب سے استغنا برتی جاتی ہے۔

ارباب حکومت اپنے مصالح کو مدنظر رکھ کر ان کے ساتھ مراسم رکھتے ہیں۔ ان کی طرف احتیاج کی نسبت سے وہ ان کے لئے وظیفہ کی حد مقرر کرتے ہیں' اس طریقہ پر جو ہم نے بیان کیا۔ دین اور مراسم شرعیہ کے باوجود بھی انکو مختلف صنائع اور مراتب کے لوگوں کے برابر نہیں رکھتے بلکہ جتنی ان کی طرف عمومی حاجت اور شہریوں کی ضرورت ہو اس کے بقدر ان کا وظیفہ

مقرر ہوتا ہے۔ تو ان کے حصے میں تھوڑی مقدار ہی آتی ہے۔ اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اس پر خود اپنے آپ میں بھی اور لوگوں کی نظر میں بھی معزز ہونے کی وجہ سے' دنیوی جاہ و مرتبہ والے لوگوں کے سامنے جھکتے نہیں' کہ ان سے کوئی ایسی چیز حاصل کر لیں جس سے وہ اپنے رزق کا معاملہ چلا سکیں' بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ ان کے پاس جاہ و مرتبہ والے لوگوں کے پاس جانے کا وقت ہی نہیں ہوتا' کیونکہ وہ ایک ایسے شرف والے سامان کے ساتھ مشغولیت رکھتے ہیں' جس میں بدن اور فکر دونوں متفکر رہتے ہیں' بلکہ وہ اپنے آپ کو اہل دنیا کے لئے صرف ہی نہیں کر سکتے بوجہ اس شرف والے متاع کے' پس وہ اس کی وجہ سے ان سے بہت دور ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اکثر و بیشتر ان کی مالداری زیادہ نہیں ہوتی۔

میں نے بعض فضلاء کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کی تو انہوں نے میری بات نہیں مانی تو اتفاقاً میرے ہاتھ مأمون الرشید کے دربار کے دیوان کے حساب کے کچھ پرانے اوراق لگے' جس میں آمد و خرچ کی بہت ساری مدات تھیں' اور اسی سے مجھ کو قضاۃ' ائمہ' اور مؤذنین کے وظائف پر بھی اطلاع حاصل ہوئی' اور میں نے جو کچھ کہا تھا اس سے اس کی صحت کا اندازہ بھی ہوا' اور اسی بات کی طرف ہم نے رجوع بھی کیا۔ اور اس معاملہ کو ہم نے اللہ کے عجیب و غریب اسرار سے جو اس کے اپنے مخلوق کے ساتھ ہیں میں شمار کیا۔ اللہ ہی خالق اور قادر مطلق ہے۔ اس کے علاوہ کوئی رب نہیں ہے۔

علم نفس کی ذلت' علماء کی خدمت اور معاش کی تنگی کے ساتھ حاصل ہوتا ہے

علماء کے اقوال و واقعات

(۱۲۷) امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی عظیم کتاب ''المجموع'' کے پرمغز مقدمہ کے باب ''آداب المتعلم'' میں فرمایا کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی علم ملک اور عزت نفس کے ساتھ حاصل کرنے کی کوشش کی وہ کامیاب نہیں ہوا' لیکن جس نے نفس کو ذلیل کر کے تنگی معاش اور خدمت علماء کے ساتھ علم کو حاصل کیا وہ کامیاب رہا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ علم حاصل نہیں ہوتا مگر نفس کو ذلت برداشت کرنے پر صبر کرنے سے' اور یہ بھی فرمایا کہ طلب علم درست نہیں مگر مفلس شخص کے لئے' ان سے پوچھا گیا کہ اس غنی کے لئے جس کی غنا صرف اس کے لئے کافی ہو' فرمایا ایسے غنی میں بھی صلاحیت علم نہیں ہوتی۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس علم سے کوئی بھی اپنی چاہت کی حد تک' اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ ضرر رساں حد تک کا فقر برداشت نہ کر لے' اور جب تک فقر اس کی ہر چیز کو متاثر نہ کر لے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقہ کے حصول پر مدد حاصل کی جا سکتی ہے غموں کے کھل جانے کے ساتھ' اور تعلقات ختم کر دینے کے ساتھ' اور معمولی چیز کو بقدر ضرورت لینے کے ساتھ' ابراھیم اجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے فاقہ کے ساتھ علم حاصل کیا اس کو فہم و فراست عطاء کر دی جاتی ہے۔

(۱۲۸) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام نضر بن شمیل المازنی البصری اللغوی (عالم اھل مرو خلیل بن احمد الفراھیدی کے شاگرد) کی سوانح میں لکھا ہے۔ کہ داؤد بن مخراق نے کہا کہ میں نے نضر بن شمیل کو فرماتے ہوئے سنا کہ انسان علم کی لذت حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ بھوک کو نہ بھول جائے۔

(۱۲۹) یاقوت الحموی نے ''معجم الادبا'' میں امام حافظ فقیہ مجتہد صاحب فن ابن حزم علی بن احمد اندلسی القرطبی (ولادت ۳۸۴ھ وفات ۴۵۶ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا کہ امام ابن حزم ایک دن فقیہ ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی۔ کتب کثیرہ کے مؤلف کے ساتھ ۴۴۰ھ میں ملے اور ان دونوں میں مناظرہ شروع ہوا۔ جب مناظرہ ختم ہوگیا تو فقیہ ابوالولید الباجی نے ابن حزم کو کہا کہ آپ مجھ کو کچھ معذور بھی سمجھیں' اس لئے کہ میرا اکثر مطالعہ چوکیداروں کے چراغوں کی روشنی میں ہوتا رہا' ابن حزم نے کہا کہ تم بھی مجھ کو معذور سمجھو اس لئے کہ میرا اکثر مطالعہ سونے اور چاندی کے بنے ہوئے چراغوں کی روشنی میں ہوتا رہا۔

یاقوت الحموی کہتے ہیں کہ اس سے ابن حزم کی مراد یہ ہے کہ فقر کی بنسبت غنا اور مالداری طلب علم کو زیادہ ضائع کرنے والی ہے۔

(۱۳۰) قاضی عیاض نے ''ترتیب المدارک'' میں امام حافظ فقیہ محدث صاحب فن ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی' القرطبی (ولادت ۴۰۳ھ وفات ۴۷۴ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

آپ اصلاً بطلیوس سے تھے پھر باجہ اندلس منتقل ہوگئے جب آپ پہلی مرتبہ اندلس کی جانب عازم ہوئے تو آپ کی مالی حالت کمزور تھی۔ اور دوران سفر وہ اتنے محتاج ہوگئے کہ قیام بغداد کے زمانہ میں انہوں نے مزدوری شروع کردی' اور ایک پھاٹک پر چوکیدار ہوگئے اس مزدوری سے وہ اپنے لئے نفقہ اور مطالعہ کے لئے روشنی کا اہتمام کرتے۔

پھر وہ اندلس آگئے اور وہاں پر ان کی حالت تنگ ہی تھی تو وہاں وہ سونے کے ورق ڈھالنے والوں کے پاس پتیوں سے ورق اتارنے کی مزدوری پر لگ گئے' اور سونے کے ورق والی رسیوں کو گرہ لگایا کرتے تھے۔ ان کے ثقہ اصحاب نے یہ بات بیان کی کہ وہ ہم کو پڑھانے کے لئے تشریف لاتے اور انکے ہاتھوں پر ہتھوڑے کے نشانات کام کا زنگ اور میل کچیل ہوا کرتا تھا' یہاں تک کہ ان کا علم ظاہر ہوگیا' لوگوں میں ان کی معرفت ہوگئی اور ان کی تصانیف مقبول ہوئیں۔ دنیا میں ان کی آواز بلند ہوئی۔ ان کا حق پہچانا گیا ان کے پاس دنیا آئی' ان کا مقام بلند ہوا' اور ان کا حوصلہ زیادہ ہوا' ان کا حال کشادہ ہوا' اور کمائی وافر ہوگئی اور وہ وافر مقدار

میں مال چھوڑ کر دنیا سے گئے۔ ان کے ہاں مجلس لگنے لگی اور ابن حزم کے ساتھ ان کے مناظرے ہونے لگے جو ابن حزم کی رسوائی اور اپنے مسلمہ مقام سے نیچے گرنے کا سبب بنے' اس سے پہلے ابن حزم وھاں کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ لیکن ان کے ساتھ مناظروں کی وجہ سے ابن حزم کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

(۱۳۱) علامہ شیخ محمد ابوزھرہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''ابن حزم'' میں علامہ باجی اور ابن حزم کا ایک دوسرے کے سامنے معذرت نامہ نقل کرنے میں انتہائی درجہ کی غربت اور کریہہ مالداری کا حال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ابن حزم یہ بات محسوس کرتے تھے کہ مال کی کثرت اور عیش کی زندگی نفس تک پہنچنے والے علم کے راستوں کو مسدود کردیتی ہے۔ مال دار شخص علم کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس لئے کہ فراخی سے لھو ولعب کا دروازہ کھل جاتا ہے تو نور و معرفت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس زندگی کے لذائذ کی کثرت دل کے نور کو مٹادیتی ہے' اور بصیرت کو اندھا کردیتی ہے' اور اس کی تیزی سے ادراک ختم ہو جاتا ہے۔

اور فقیر شخص کا طلب معاش اس پر لھو ولعب کے دروازے بند کردیتا ہے۔ اس کا نفس چمکدار ہو جاتا ہے اور اس میں ہدایت کی نورانیت پھوٹتی ہے' یہ ابن حزم کا نظریہ ہے۔ اور باجی کی نظر اسباب مادیہ کی طرف متوجہ ہے۔ کہ حیات مادی سھل ہونی چاہیے قطع نظر اسباب نفیسہ کے جو اس کو متضمن ہیں غنا کی وجہ سے اکثر علم سے انصراف ہوتا ہے لھو ولعب کی طرف۔ اور علم سے انصراف کے ذرائع بھی وافر ہوتے ہیں۔

طلب علم کی ابتدائی زندگی میں فقر ابیض نعمت خداوندی ہے:

(۱۳۲) استاد عبدالفتاحؒ فرماتے ہیں کہ میری نظر میں اقرب الی الصواب امام باجی کا اعتذار ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ایک قول فیصل ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جس آدمی کے گھر میں آٹا نہ ہو اس کے ساتھ مشورہ نہ کیا کرو اس لئے کہ اس غم سے اس کی عقل نہیں رہتی۔ حقیقت یہ ہے کہ فقر کی دو حالتیں ہیں۔

ایک حالت جس میں انسان کا دل غم و حزن' کثرت عیال' اور نفس ٹوٹ پھوٹ کا شکار

ہونے کی وجہ سے غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اس فقر کے علل میں سے ہے کہ یہ انسان کے نفس اور عقل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کی تعبیر ہم سیاہ فقر کے ساتھ کرتے ہیں اور یہی فقر ذھن کو منتشر اور قابلیت کو ختم کر دیتا ہے۔ اور اس قسم کے فقر میں مبتلا شخص اس طرح مرجھا جاتا ہے۔ جس طرح درخت پانی نہ ملنے کی وجہ سے مرجھا جاتا ہے۔ اور اسی قسم سے اس شخص کا فقر ہے جس کے گھر میں آٹا نہ ہو' شیخ ابراھیم نظام رحمہ اللہ کا فقر اسی قسم کا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تمہارے پڑوس میں جنازہ ہو اور تمہارے گھر میں آٹا نہ ہو تو تم اس جنازے میں شرکت نہ کرو' اس لئے کہ تمہاری مصیبت اس سے زیادہ ہے اور تمہارا گھر ماتم کا زیادہ حقدار ہے۔

اور دوسری حالت یہ ہے کہ اس میں فقیر ہلکے بوجھ والا ہوتا ہے اور اللہ پر اس کا اطمینان راسخ ہو جاتا ہے۔ فقر اس کی سطح جسم اور ظاہری لباس پر ہی اثر انداز ہوتا ہے' اور اس کا دل بہر حال ثابت قدم' پرنور اور مجتمع ہوتا ہے' اس فقر کا نام ہم فقرا بیض سفید فقر رکھتے ہیں طالب علم کی اوائل زندگی میں یہ ایک نعمت ہے۔ کہ دنیا اس کو اپنے مشاغل' خطرات' اور فتنوں کی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ کم دنیار کھنے والے میں زیادہ قوت ہوتی ہے علم کے حفظ اور تحصیل علم کی۔

(۱۳۳) شاید فقر کے اسی نوع کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ترجیح دی شرف اور فضیلت دی ہے غنا پر' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فقر کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے' فقر کے ساتھ انس رکھتے تھے' اور اسی سے ان کو راحت ملتی تھی' حافظ ابن کثیر نے ''البدایہ والنھایہ'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی سوانح میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقر ایک ایسا مقام ہے جس تک اکابرین کے علاوہ کسی دوسرے کی رسائی نہیں ہو سکتی' اور فقر زیادہ اشرف ہے غنا سے اس لئے کہ فقیر پر صبر کڑواہٹ ہے اور اس کا پریشان کرنا حال کے اعتبار سے شکر سے بڑھ کر ہے۔ میں فقیر کی فضیلت کے ساتھ کسی چیز کو برابر نہیں کرتا۔ امام احمد بن حنبل دنیا کی کمی کو پسند فرماتے حساب کے آسانی کی وجہ سے۔

(۱۳۴) حافظ ابن جوزیؒ نے ''مناقب امام احمد بن حنبلؒ'' اور امام علامہ مفلح الحنبلیؒ نے ''الاداب الشرعیۃ'' میں کہا ہے کہ ابوبکر المروزی نے فرمایا کہ میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبلؒ

کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں فقر کے ساتھ کسی چیز کو برابر نہیں کرتا' میں اس وقت زیادہ خوش ہوتا ہوں' جب میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ وہ فقراء کے ساتھ محبت فرماتے' میں نے امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس کے علاوہ کسی دوسری مجلس میں فقیر کو زیادہ باعزت نہیں دیکھا۔ میں نے ان کے سامنے ایک پھٹے پرانے کپڑوں والے' فقر پر صبر کرنے والے فقیر کا ذکر کیا' تو اس کے بعد وہ بار بار مجھ سے اس کے بارے میں پوچھتے' اور فرماتے جاؤ اس کی خبر لاؤ۔ سبحان اللہ فقر پر صبر' میں فقر پر صبر کو کسی چیز کے برابر نہیں قرار دیتا' تم جانتے ہو کہ فقر پر صبر کیا چیز ہے' اور اس کی کیا حیثیت ہے؟

اور فرمایا کرتے تھے کہ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کو دنیا فتنہ میں مبتلاء کرنے کے لئے دی گئی ہے' اور دوسرے کو اس سے گوشہ نشین کیا۔

کیا تم جانتے ہو کہ جب تمہارے گھر والے تم سے کسی چیز کا مطالبہ کریں اور تم اس پر قادر نہ ہو۔ تو تم کو اجر میں کیا چیز ملتی ہے' میرے دنوں میں سب سے خوشگوار دن وہ ہے کہ جس دن میں اس حالت میں صبح کروں کہ میرے پاس کچھ نہ ہو' جتنی دنیا کم ہوگی اتنا حساب کم ہوگا' یہ ایک طعام ہے طعام کے علاوہ اور ایک لباس ہے' اور یہ کم ہی دن ہوتے ہیں۔

ابراھیم بن ادھم رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو ایک بھوک ہے جس کو ہم نے بند کر دیا ہے۔ ہر طعام ہمارے پہلو میں ایک ہی ہے' اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ غنا عافیت کی قسم ہے' اور آسودہ حال لوگوں کی قربت میں فتنہ ہے' اور ان کے ساتھ بیٹھنا فتنہ ہے' ہر چیز کا ایک اکرام ہے۔ اور دل کا اکرام اللہ سے راضی ہونا ہے' اور اپنے بعض احباب کو فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں سے کوئی کتنا عرصہ زندہ رہے گا' پچاس سال' ساٹھ سال' گویا کہ ہم مر گئے' میں جوانی کی تشبیہ ایسی چیز کے ساتھ دیتا ہوں جو میری آستین میں ہو اور گر جائے۔

(۱۳۵) اور شاید فقر کے اسی نوع کی تعریف امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمائی اور اس کے ساتھ انس پیدا اور اس کو علما کی زینت اور وقار سمجھا۔

بیہقی نے ان سے نقل کیا ہے کہ یونس بن عبدالاعلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا اے ابوموسیٰ' میں نے فقر کے ساتھ انس پیدا کر لیا ہے اب مجھے اس سے وحشت نہیں

ہوتی' اور مجھے فرمایا' اے ابو موسیٰ علماء کے ساتھ سب سے مزین چیز فقر ہے' قناعت کے ساتھ جب وہ ان دونوں پر راضی بھی ہو۔ اور میں نے آپ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ علماء کا فقر اختیاری اور جہلاء کا فقر اضطراری ہے۔ ابن عبد الحکم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے امام محمد بن حسن الشیبانی کو فرماتے ہوئے سنا کہ علم ایسے شخص کے حال کے مناسب ہے۔ جس کے دل کو گھٹیا قسم کے سالن نے زخمی کیا ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے ہی فرمایا کہ علم کا طلب کرنا مفلس کے لئے ہی مناسب ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے علم کو آزردگی' دل کی اکتاہٹ سے اور مالداری سے' طلب کیا وہ کم ہی کامیاب ہوتا ہے' لیکن جس نے ذلت نفس' تنگی عیش' اور علم کی خدمت سے حاصل کیا وہ کامیاب ہوا۔

(۱۳۶) اس قسم کے فقر کا شاہد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقر والی حدیث ہے' ان کے فقر نے ہی ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کی حاضر باشی پر اطمینان کے ساتھ مسؤلیت کے ساتھ کم مصروف ہونے کی وجہ سے آمادہ کیا تھا' مال کے اعتبار سے ان کا فقر ان کے لئے اور لوگوں کے لئے بہتر ثابت ہوا' وہ صرف پیٹ بھر کر کھانا مل جانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پابندی کے ساتھ رہتے' اور اسی ضمن میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے لیے احادیث یاد کیں' اگر وہ تجارت و زراعت والے ہوتے جیسے ان کے برابر والے دوسرے تھے مہاجرین و انصار میں سے۔ جو انہوں نے مراد لئے ہیں۔ تو ان کو بھی وہی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے مشغول کر دیتی۔ جس چیز نے ان کو مشغول کیا تھا۔

(۱۳۷) اسی وجہ سے امام ابو محمد جمال الدین عبداللہ بن یوسف ابن ھشام النحوی المصری کتاب ''القطر'' اور ''المغنی'' وغیرہ مصنف (ولادت ۷۰۸ھ وفات ۷۶۱ھ رحمہ اللہ) حصول علم کے طلباء کو سخت مشقت برداشت کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تحصیل علم کی مشقتوں میں سے فقر بھی ہے' اس لئے کہ ہر غالی اور قیمتی چیز تک رسائی کے لئے صبر شرط ہے۔ اور فرمایا کہ جس نے علم کے لئے صبر کیا وہ اس کے حصول پر کامیاب ہو جاتا ہے' جو

حسیناؤں سے منگنی کا طلب گار ہو وہ مال کے خرچ کو برداشت کرتا ہے' اور جو شخص بلند مرتبہ کے حصول کے لئے تھوڑی ذلت برداشت نہیں کرتا پھر وہ تمام زندگی ذلت ہی برداشت کرتا ہے' اور ذلت کی زندگی بسر کرتا ہے۔

فقر' غربت' بھوک' صبر پر علماء کے اقوال:

(۱۳۸) ادب' تاریخ' سوانح' اخلاق کی کتابیں علماء کے اقوال سے فقر' غربت' بھوک اور صبر سے بھری پڑی ہیں' ان شدائد پر صبر' ثواب کے حصول' اور اجر کی امید کرتے تھے' اس میں وہ کامیاب رہے۔

جیسا کہ بعض علماء کا فقر اور تنگدستی سے زچ ہونے' ملول ہونے' پر ان کی فقر کی مذمت سے بھی کتب بھری پڑی ہیں' اور ان علماء کے کثیر مقدار میں اشعار بھی موجود ہیں۔ ان میں سے فقر زندگی کی آسائش کی عدم دستیابی بھوک ان پر غالب آنے کے بارے میں ایک صاحب نے کہا کہ بھوک تو ایک خشک روٹی کے ٹکڑے سے بھی دور ہو جاتی ہے' پھر کس وجہ سے میں اپنے خطرات کو زیادہ کروں' اور موت ہی بہترین منصف ہے کیونکہ اس کا حکم خلیفہ اور تنگ دست فقیر سب کے لئے برابر ہے۔

(۱۳۹) امام شافعی رحمہ اللہ کو ان پر فقر و فاقہ کے غلبہ کی وجہ سے حقیر سمجھا جاتا تھا لیکن وہ صبر سے اس غلبہ کو توڑ دیتے تھے' اور اس پر غالب آ جاتے تھے' آپ کی طرف منسوب اشعار میں آپ نے فرمایا ''اے سراندیپ کے آسمان تو موتیاں برسا' اور اے تکرور کے کنوؤں تم سونے کی ڈلیاں بھاؤ' اگر میں زندہ رہا تو خوراک سے محروم نہیں رہونگا' میری ہمت بادشاہوں والی ہمت ہے' میرا نفس آزاد ہے جو ذلت کو کفر سمجھتا ہے' جب میں عمر بھر ایک خوراک پر اکتفا کر سکتا ہوں تو پھر میں زید و عمرو کی زیارت نہیں کروں گا۔

(۱۴۰) اور یہ ہیں قاضی' ادیب' شافعی فقیہ' ابو الحسن علی بن عبدالعزیز الجرجانی' امام شافعی کے پیروکار' فرماتے ہیں' انہوں نے کہا کہ خضوع تک پہنچ جاؤ اور وہ نہیں جانتے کہ خضوع ہی فقر ہے' میرے درمیان اور مال کے درمیان دو ایسی چیزیں ہیں جنہوں نے مجھ پر غنا حرام کر دی

ہے' انکار کرنے والا نفس' اور زمانہ' جب کہتے ہیں کہ یہ آسانی ہے' تو میں اس سے ورے مواقف دیکھتا ہوں تو اسی جگہ میرے وقوف سے تنگدستی بہتر ہے' اگر زمانہ کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں جس سے میری طاقت کم ہوتی ہے' تو میرے پاس اس کے لئے صبر ہی ہے

(۱۴۱) یہ ایک عالم ہیں جو اس مقام اور بلند مرتبہ تک رسائی سے تکبر کرتے ہیں جو سوال اور ہاتھ پھیلانے سے حاصل ہوتی ہے' وہ ایسے رتبے کو حاصل کرنے سے منع کرتے ہیں روکتے ہیں جس میں ذلت ہو' اور وہ انکساری کے ساتھ ہاتھ پھیلانے کو (اگرچہ وہ بلندی تک رسائی کے لئے ہو) عالم کی حقارت اور ذلت سمجھتے ہیں' اس لئے کہ عالم کا ساتھ کسی انسان کے سامنے ہاتھ پھیلانا مناسب ہی نہیں' کیونکہ دعوت حق کی وجہ سے یہ بلند مقام پر ہے۔ اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی وجہ سے اس کے نفس کی ذلت ہے' یہ متکبر اور انکار کرنے والے شیخ کہتے ہیں کہ تم بلند مرتبت کے حصول کے لئے ہاتھ نہ پھیلاؤ' کہ بلند مرتبت تم کو کہے لاؤ اپنا ہاتھ

(۱۴۲) اور ان میں ایک صاحب ہیں' جن کو ناپسندیدہ امور' حوادثات زمانہ کی نامساعد حالات نے گھیرا لیکن یہ ان پر صبر کی وجہ سے غالب رہے اور گویا کہ انہی کی زبان پر ابوالمظفر محمد بن احمد الأبیوردی کے اشعار ہیں' مجھے زمانہ نے ناپسندیدہ امور سے دوچار کرنا چاہا' لیکن اس سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں تو بہت بڑا اور حوادثات زمانہ بہت کم اور ہلکے ہیں' زمانہ مجھ کو اپنے ظلم وستم کے طریقے بتلاتا رہا اور میں اس کو اپنا صبر بتلاتا رہا۔

(۱۴۳) اور یہ ایک دوسرے صاحب ہیں جو فقر اس کے آلام اور اس کے حملوں پر غالب آتے ہیں اور سختیوں کا مقابلہ صبر اور عزیمت سے کرتے ہیں۔ بلکہ وہ صبر کا مقابلہ کرتے ہیں اور صبر پر غالب آجاتے ہیں اور اس کو شکست دے دیتے ہیں۔ اپنی قوت نفس اور اپنی خود رائی کی متانت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "صبر کیا صبر نے پس اس کی فریادرسی کی صبر نے تو صبور بھی پکارنے لگا اے صبر' صبر کر"

(۱۴۴) ایک دوسرے صاحب فقر کے مقابلہ سے تنگ آگئے اور صبر کو معدوم پایا۔ انہی کی زبان پر ابوالعلاء المعری صَبر ایلوا کے' موجود ہونے اور صبر معہود کے مفقود ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں' صبر پایا جاتا ہے اگر اس کا انکار کیا جائے تو وہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن

لفظ "با" کے سکون والا مفقود ہوتا ہے۔

(۱۴۵) یہ ایک دوسرے صاحب ہیں جو شدائد سے واقف اور اس کی تعریف اور اس پر تبصرہ کرتے ہیں۔ یہ تعریف شدائد کی محبت اور اسکا سایہ ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں کرتے بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان سختیوں نے ان پر دوست کو دشمن اور چھوڑنے والے کو وفا کرنے سے واضح کر دیا ہے' فرمایا' اللہ سختیوں کو جزاء خیر دے' یہ مجھ کو میرے ہی لعاب کا پھندا لگاتی تھیں۔ میری یہ تعریف بطور شکریہ کے نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ سے میں نے دوست و دشمن کی پہچان کی۔

فقر کا مسکن فقہاء کی پگڑیاں ہیں:

(۱۴۶) اور یہ ہیں علامہ ادیب قاضی احمد بن عمر المز جد الز بیدی الیمنی متوفی ۹۳۰ھ رحمہ اللہ فقر سے سوال کرتے ہوئے فرماتے" کہ فقر اور مسکنت ان کے گھر کو پہچان لے اور اس سے اجتناب کرے' تو فقر نے ان کو خبر دی کہ میں آپ کا جلیس وانیس اور آپکا دوست اور ساتھی ہوں' نہ آپ سے ٹلتا ہوں اور نہ آپ سے الگ ہوتا ہوں' میں آپ کا بھائی بند اور دوست ہوں اور یہ بھائی چارہ میرے نزدیک ناپسندیدہ نہیں۔ فرمایا میں نے فقر سے پوچھا تمہاری سکونت کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ فقہاء کی پگڑیوں میں۔ میرے اور ان کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم ہے۔ اور یہ بھائی چارے کا رشتہ میرے لئے توڑنا بہت مشکل اور گراں ہے۔

(۱۴۷) ایک دوسرے عالم فقیر کو بعینہٖ فقیہ قرار دیتے ہیں کہ فقیر کے لفظ "را" کو جب موڑ لیتے ہیں تو اس سے "ھا" بن جاتی ہے' فقیر اور فقیہ میں تلازم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں' فقیہ فقیر ہے' فقیر کی را نے اطراف کو اکٹھا کیا ہوا ہے۔

(۱۴۸) ایک دوسرے عالم لوگوں کے قربت کا معاملہ جب وہ مالدار تھے اور جب وہ تنگدست ہو گئے' بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مالدار تھے تو ان کو بلانا مرحبا' اکرام' اور محبت کے ساتھ ہوتا تھا' پھر حالت فقر میں ان کو بلانا ھجر اور تجاھل سے ہو گیا' اپنے چچازاد' محبوب اور معزز لوگوں کی طرف سے فرماتے ہیں کہ میرے چچازاد مجھ کو مرحبا کہا کرتے تھے' پھر جب مجھ کو تنگدست دیکھا تو مرحبا فوت ہو گیا۔

فقر دوستوں کو کم کرتا ہے اور عیوب ظاہر کرتا ہے:

(۱۴۹) ایک دوسرے کہنے والے نے کہا کہ فقر عیوب کو ظاہر کرتا ہے اور دوستوں کو کم کرتا ہے فرمایا کہ جب انسان کا مال کم ہو جاتا ہے تو اس کے دوست بھی کم ہو جاتے ہیں اور عیوب کے ساتھ انگلیاں اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اسی بات کو بعینہٖ علامہ فقیہ ادیب وزیر یحییٰ بن ھبیرہ الحنبلی (ولادت ۴۹۹ھ وفات ۵۶۰ھ رحمہ اللہ) امام ابن جوزی رحمہ اللہ کے شیخ نے بڑے اچھے انداز میں کہا۔ فرمایا جب آدمی کا مال کم ہو جاتا ہے تو اس کے دوست بھی کم ہو جاتے ہیں اور جو بات اس میں خوبی والی ہوتی ہے وہ قبیح بن جاتی ہے۔

(۱۵۰) اور یہ ایک دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ بلند مرتبہ فضائل اور نادر الوجود محاسن جب ایک انسان میں جمع ہو جاتے ہیں اور یہ فقیر و محتاج ہو تو یہ محاسن گم ہو جاتے ہیں۔ اور اس فقیر کو عزت و اکرام نہیں دیا جاتا۔ فرمایا کہ اگر سحبان کی فصاحت ابن مقلہ کا خط۔ لقمان کی حکمت مریم کی عفت جب ایک شخص میں جمع ہو جائیں اور آدمی مفلس ہو تو جب اس پر بولی لگائی جائے تو وہ ایک درہم میں بھی فروخت نہیں ہوتا۔

(۱۵۱) محمد بن ابن ابی شحاذ الفضی کہتے ہیں۔ کہ فقر عظیم الشان کو بھی اپنی بلند ہمتی کی غایت تک پہنچنے سے روک لیتا ہے اور فقر اس کو گھٹیا امور کے اختیار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے فرمایا کہ فقر جوان کو اپنے قصد تک رسائی سے روک لیتا ہے۔ حالانکہ وہ ایسا تھا کہ اگر غربت نہ ہوتی۔ تو وہ بلند امور کا ارادہ کرتا۔

(۱۵۲) علوم لغت اور عربیت کے امام ابوبکر محمد بن الحسن بن عبداللہ الزبیدی الاشبیلی القرطبی (ولادت ۳۱۶ھ وفات ۳۷۹ھ رحمہ اللہ تعالیٰ) وسیع و عریض دنیوی اسباب میں تھے اور غنا و ثروت کے عظیم نعمتوں سے مالا مال تھے ان کی دنیا انکی اولاد نے عرصہ دراز تک استعمال کی۔ یہ فرماتے ہیں کہ فقر غربت اور وحشت ہے اور غنا راحت و آرام ہے۔ اور فرمایا کہ فقر اپنے وطن میں بھی اجنبی پن ہے۔ اور مال اجنبی جگہ میں بھی اپنا وطن ہے۔ زمین ایسی چیز ہے کہ اس کا کل ایک ہے اور لوگ بھائی اور پڑوسی ہیں۔

(۱۵۳) امام لغوی نحوی فقیہ اصولی ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا الرازی (ولادت ۳۲۹ھ وفات ۳۹۵ھ رحمہ اللہ) اپنے ھمذان کے قیام کے زمانے کے فقر مفلسی اور قرض کی شکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ھمذان میں بارش ہوئی میں اس کا قائل نہیں سوائے اس کے کہ آنتڑیوں میں آگ بھڑک رہی ہے اور میں خالص دعاء اس شہر کے لئے کروں جس میں جو کچھ جانتا تھا اس کے بدلے میں مجھے نسیان ملا میں وہ سب کچھ بھول گیا جو میں اچھی طرح سے جانتا تھا۔ علاوہ ازیں میں مقروض بھی ہوا اور میرے گھر میں ایک درہم بھی نہیں۔

اور یہی ہیں جو مشورہ لینے اور راہنمائی لینے والوں کو نصیحت کیا کرتے تھے علم و ادب سے دور رہنے کی اس لئے کہ یہ اپنے صاحب کے لئے فقر و مفلسی لے کر آتے ہیں۔ فرمایا میرا ایک ساتھی میرے پاس مشورہ لینے کے لئے آیا۔ اس نے زمین کے کناروں میں چلنے پھرنے کا ارادہ کیا تھا میں نے اس کو کہا کہ جو چاہو حاصل کرو سعی کرو اور ہر گھاٹ پر جاؤ سوائے علم و ادب کے۔

(۱۵۴) علامہ ادیب مؤرخ جغرافی یاقوت الحموی (ولادت ۵۷۴ھ وفات ۶۲۶ھ رحمہ اللہ) کو جو خط لکھا جس کو قاضی ابن خلکان نے نقل کیا جس میں وہ موت کو فقر پر ترجیح دیتے ہیں۔

فرمایا کہ پہلے تو میں متردد تھا اور اب میرا یقین محکم ہو گیا کہ موت فقر سے بہتر ہے۔ میں اپنے اہل و عیال سے غمگین دل کے ساتھ الوداع ہوا۔ اور اپنے وطن سے میں مالداری طلب کرنے کے لئے سفر کیا جدائی پر روتے ہوئے میں نے اس کو کہا صبر کرو۔ اس لئے کہ تنگدستی والی عمر سے موت بہتر ہے۔ یا تو میں مال کما کر لے آؤں گا یا ایسی جگہ مر جاؤں گا جہاں میری موت پر آنسو بہانے والے کم ہوں گے۔

(۱۵۵) یہ غربت کے مارے علماء جب فقر ان کو اپنے جبڑوں سے کاٹتا تو یہ اکثر وزیر ادیب حسن بن محمد الازدی المھلبی (ولادت ۲۹۱ھ وفات ۳۵۲ھ رحمہ اللہ) کے اشعار پڑھتے رہتے ان پر بھی ایک طویل زمانہ تک فقر رہا فرمایا۔

کاش موت فروخت ہوتی کہ میں اس کو خرید لیتا اس زندگی میں تو کوئی خیر نہیں۔ کاش کہ

موت لذیذ ذائقہ والی مجھ کو آلیتی' جو مجھ کو چھٹکارا دلا دیتی اس کربیہ زندگی سے جب میں دور قبر دیکھتا ہوں تو میں پسند کرتا ہوں کہ کاش یہ میری قبر ہوتی۔ اللہ اس آزاد نفس پر رحم کرے' جو موت کا صدقہ اپنے اس بھائی پر کرے۔

ایک موقعہ پر انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اپنے اوپر جو مصائب ہیں' میں زیادتی طلب کروں' تو میری بدحالی اور دشواری بڑھ جائے گی' اور اگر مردوں پر بھی میری زندگی جیسی زندگی پیش کی جائے تو وہ کبھی ایسی زندگی کو نہیں چاہیں گے۔

(۱۵۶) میں اس باب کو ابو اسحاق الغزی شاعر کے قول پر ختم کرتا ہوں جو ان اکابرین صابرین کی زبانوں پر جاری ہیں' فرمایا۔

کہ ہم پر گردش ایام نے وہ کچھ ڈالا' جس کی ہم میں طاقت نہ تھی' جیسا کہ ٹوٹی ہوئی ہڈی پر پٹی باندھی جاتی ہیں۔ ایک کہنے والے نے جس کو سیاہ فقر نے گھیر رکھا تھا۔ اور اس سے جدا نہ ہوتا تھا اور اس فقر نے کسی حالت میں ان کا ہاتھ نہ چھوڑا' شکایت کے لب ولہجہ میں وہ اس طرح تعبیر کرتے ہیں' چودھویں کی چاند نے زمین کو شرقاً وغرباً روشن کر دیا' لیکن میری سواری کی جگہ اس سے تاریک اندھیرے میں ہے۔

ایک صاحب علم کی فقر وفاقہ کے ہاتھوں آہ وبکا:

(۱۵۷) امام العربیہ محمود بن عمر الزمخشری' جن کی تالیفات مشرق ومغرب میں متعارف ہیں۔ نے غربت سے دل برداشتہ ہو کر فرمایا' اے میرے دوستو کیا میرے فضائل مجھ کو نصیب والا کر دیں گے۔ جبکہ میں کسی جاہل سے بھی اونچا نہیں ہوں۔ اور میرے ذمہ میرے اماثل و اقران کے جو حقوق ہیں' انکا کیا بنے گا جبکہ دنیا رذیلوں پر وافر ہو گئی' اور جس چیز نے مجھ کو زخمی کیا ہے' وہ یہ کہ شاہ سوار میرے فضائل قافلوں میں گاتے ہیں' دور دراز شہروں تک میرے قصائد پہنچ چکے ہیں' اور جہاں تک روشنی پھیلتی ہے' میرے رسائل پہنچ گئے ہیں' میرے کتنے امالی اور مصنفات ہیں کہ ان کی وجہ سے میرا ذہن جوڑوں کے قطع ہونے تک پہنچا' وہ آداب سے مستغنی ہیں۔ لیکن جب میں اپنے ہاتھ کو دیکھتا ہوں تو اس میں سوائے انگلیوں کے کچھ نہیں' ہائے افسوس

کہ میں غنی ہوتا فخرِ خوارزم اور فضلاء کا سردار نہ ہوتا' اور فرمایا کہ میں زمانہ کی شکایت تو کرتا ہوں۔ لیکن اس شکایت کو رفع کرنے والا کوئی نہیں دیکھتا جو میری پراگندہ اور پتلی حالت کو دیکھے' ہائے افسوس کون ہے میرے لئے تجارت کی جگہ میں فائدہ مند سامان لینے والا جبکہ راس المال صرف فضیلت ہو' ہلاکت ہو' اہل علم کے لئے وہ کس طرح پیچھے رہ گئے جبکہ جاہل پوری سبقت لے گئے۔

دنوں کے ذمہ میرا قرض ہے کب وہ مجھے دیا جائے گا۔ مجھے تو ٹال مٹول کرنے والے کے لمبے ٹال مٹول سے واسطہ پڑا ہے۔ اللہ کے سامنے اور اس کی صنع کے سامنے میری شکایت ہے۔ لوگوں سے میری امیدوں کا تعلق نہیں۔

فقر کو غناء پر فضیلت دینے والے علماء اور شیخ عبدالفتاح کا قول فیصل:

(۱۵۸) فقر کے اس شدید تنگی کے باوجود ان علماء میں جن کے اقوال آپ نے ملاحظہ فرمائے' بہت سارے علماء ایسے بھی ہو گذرے ہیں جو فقر کو غنا پر ترجیح دیتے ہیں' ان میں سے ایک امام فقیہ محدث ابوجعفر محمد بن احمد بن نصر الترمذی عراق میں ابن شریح سے پہلے شوافع کے شیخ (ولادت ۲۰۱ھ وفات ۲۹۵ھ رحمہ اللہ) ہیں۔ تاج السبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں ان کے احوال میں لکھا ہے' کہ جو لوگ غنا کو فقر پر ترجیح دیتے ہیں انہوں نے ان پر خوب رد فرمایا۔

اور انہی میں سے فقیہ محدث عبداللہ بن احمد بن زَبْرَ الشافعی۔ قاضی مصر (ولادت ۲۵۶ھ وفات ۳۲۹ھ رحمہ اللہ) ہیں یہ بھی فقر کو غنا پر فضیلت دیتے ہیں انہوں نے ایک کتاب ''تشریف الفقر علی الغنی'' تصنیف کی' خود قاضی ابن زَبْرَ فقراء میں سے نہیں تھے جیسا کہ ابن حجرؒ کی کتاب ''رفع الاصر عن قضاۃِ المصر'' میں ان کے تذکرے سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱۵۹) اور اسی طرح امام حافظ ابوسعید بن العربی احمد بن محمد سنن ابی داؤد کے راوی (ولادت ۲۴۶ھ وفات ۳۴۰ھ رحمہ اللہ) نے بھی ایک کتاب ''تشریف الفقیر علی الغنی'' تصنیف کی۔ جس میں انہوں نے ابوبکر بن المنذر کی کتاب ''تشریف الغنی علی الفقیر'' پر رد کی

ہے ائمہ متبوعین امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام مالک' امام احمد' رحمہم اللہ کے اقوال فقر کے بارے میں پہلے گذر چکے ہیں امام محقق ابن القیم رحمہ اللہ نے ایک صاف اور منقح کلام کیا ہے غنی شاکر اور فقیر صابر کی فضیلت کے بارے میں ان کے ارشادات ان کی کتاب ''مدارج السالکین'' میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

(۱۶۰) غنا پر فقر کی فضیلت کے بارے میں بہت اشعار کہے گئے ہیں۔ ادیب الثعالبی نے اپنی کتاب "تحسین القبیح و تقبیح الحسن" میں کہا کہ فقر کی تحسین کے بارے میں جو بہترین بات کہی گئی ہے وہ ابوالعتاھیہ کا قول ہے۔ فرمایا' تم نہیں دیکھتے کہ فقیر کے لئے تو مالداری کی امید رکھی جاتی ہے' اور غنی پر فقر کا خوف رکھا جاتا ہے۔

محمود الوراق نے کہا' اے فقر پر عیب لگانے والے کیا تو باز نہیں آتا' غنا کا عیب بہت بڑا ہے اگر تم سمجھو' فقر کے شرف اور فضیلت میں سے یہ بات ہے اگر تمہاری نظر صحیح ہو تو غنا کو طلب کر کے اللہ کی نافرمانی کرتے ہو' اور جب فقیر ہوتے ہو تو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے ہو۔ کسی دوسرے نے بھی غنا اور فقر میں موازنہ کرتے ہوئے' اور غنا کو فقر پر فضیلت دیتے ہوئے کہا' علم کے حصول میں انہماک کی وجہ سے ہم غنا کے حصول سے بے نیاز ہو گئے' جیسا کہ غنی لوگ علم کے حصول سے بے پرواہ کئے گئے' بوجہ مال کے فراوانی کی کوشش' ان کا حصہ جہل اور مال میں ہو گیا اور ہمارا حصہ علم وفقر میں۔

(۱۶۱) عبدالفتاحؒ کہتے ہیں کہ بہترین معیار اور معتدل راستہ ''کفاف'' ہے یعنی لوگوں سے انسان کا بے پرواہ ہونا۔ نہ تو اتنا فقر ہونا چاہیے کہ انسان بعض مرتبہ کفر کی حد تک پہنچ جائے۔ اور نہ ناشکری والی مالداری ہو۔ جو انکار کا سبب بنتی ہے۔ اور اس میں بہترین اقوال جو میں نے یمن میں سنے تھے' وہ امام محمد بن ابراہیم ابن الوزیر ''ایثار الحق علی الخلق'' جیسی عمدہ اور نفیس کتابوں کے مصنف (ولادت ۷۷۵ھ وفات ۸۴۰ھ رحمہ اللہ) کے ہیں۔

فرمایا۔ تیری ہی تعریف ہے کہ تو نے مجھ کو ایسے فقر میں مبتلا نہیں کیا جو مجھ پر گراں ہو اور نہ ایسی غنا میں مبتلا کیا جو میرے دل کو سرکشی اور لہو میں مبتلا کر دے'' مجھے تو نے علم اور حمد وثنا کے لئے فارغ کر دیا اور دل بھی اس کے لئے صالح کر دیا اور تو برابر میری راہنمائی بھی کرتا ہے۔ نہ میں

مغموم ہوں اور نہ سائل اور نہ غیر ضروری چیز میں مشغول۔

فقر وفاقہ سے پیدا ہونے والے آفات کا مختصر تذکرہ:

(۱۶۲) حافظ الدلجی احمد بن علی المصری (ولادت ۷۷۰ھ وفات ۸۳۷ھ رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب ''الفلاکۃ والمفلوکون'' میں' ایک خاص باب باندھا ہے۔ جس میں انہوں نے وہ آفات ذکر کئے جو فقر وفاقہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو فقر وفاقہ کو مستلزم اور اس کا مقتضی ہیں' فرماتے ہیں کہ یہ آفات حد وحساب سے زیادہ اور قلم کی برداشت سے باہر ہیں' ان میں سے سینے کی تنگی ہے۔ جلدی طیش میں آنا ہے۔ اور لوگوں سے الگ تھلگ ہونا ہے' اس لئے کہ فرح و سرور والی طبیعت سے وسعت اخلاق اور وسعت صدر پیدا ہوتا ہے' اور غم واندوہ والی طبیعت سے نفس کی تنگی اور لوگوں سے انقباض پیدا ہوتا ہے اور ان میں سے غصہ ہے جو نادار فقیر کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ اور اس میں ردی اخلاق پیدا کرتا ہے مثل جھوٹ' چاپلوسی' نفاق وغیرہ کے' اور ان میں سے حسد ہے ارباب نعمت کے ساتھ اور اس کی نعمت کے زوال کی محبت تاکہ وہ اس کے ساتھ برابر ہو جائے حالت فقر اور حالت تنگی میں اور اس کو کسی کی نعمت کے زوال سے تشفی ہوتی ہے کہ زمانہ نے ان سے اس کے لئے انتقام لیا فقیر اپنے آپ کو نعمتوں کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے منعمین سے اور انہی خرابیوں میں لوگوں کے آبرو پر حملہ ہوتا ہے۔ ان سے نگاہ پھیرنا اور ان کی غیبت کرنا اس لئے کہ جو شخص دوسرے کو اپنے سے اعلیٰ دیکھے اور اس کی برابری سے عاجز ہو' تو وہ اس کی برائیوں اور ذاتی پوشیدہ باتوں کی جستجو میں رہتا ہے۔ اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے اس میں جو موھوم برائی ہے یہ اس سے برتر ہے۔ یا وہ اس کے لئے نقائص گھڑتا ہے۔ جو اس کے لئے بیان کرتا ہے۔ اور اپنے بارے میں یہ شعور رکھتا ہے کہ میں صفات کمال سے متصف ہوں۔ اور یہ ایک کوشش ہوتی ہے کسی فاضل کی قدر ومنزلت سے لوگوں کی نظریں ہٹانے کے لئے یا اس پر طعن وتشنیع سے لذت اندوز ہونے کے لئے۔ اور انہی نقائص میں سے ہے کہ فقر انسان کو گمنام' زبان کو بند' اور بیان کو ضعیف وکمزور بنا دیتا ہے' اس لئے کہ غنی بولتا ہے اور فقیر گونگا ہوتا ہے۔ اور بعض مرتبہ بعینہ ایک بات یا ایک فعل پر نظر اور حکم مختلف ہوتا ہے۔ اگر

وہی بات فقیر کہے تو رد کر دی جاتی ہے اور اگر غنی کہے تو قبول کر لی جاتی ہے' اس لئے کہ لوگ غنی کی طرف میلان اور فقیر سے بعد رکھتے ہیں۔ اور انہی میں سے اندرونی قلق ہے۔ جو فقیر پر اس کے حال و مستقبل میں سوار رہتا ہے۔ آپ ہمیشہ اس کو اپنے آپ کی فکر و غم میں مبتلا پائیں گے۔ خصوصاً جب وہ عیالدار یا مزمن مرض میں مبتلا ہو' اور انہی میں سے سفر وغیرہ کی صعوبات اور اس کے خطرات برداشت کرنا ہے جب اپنے ملک میں اس کے رزق کے وسائل تنگ ہوں۔ یہ اس عذاب کے علاوہ ہیں جو خود سفر میں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے'' ایک شاعر نے کہا' کہ مالدار تو اپنے ملک میں مقیم رہتے ہیں اور تنگدستوں کا آب و دانہ دور دراز جگہوں میں پھینک دیا گیا ہے

(۱۶۳) میں پھر اس جانب کے علماء کی اخبار کی طرف آتا ہوں۔ اور اس سلسلہ کی ابتداء میں اپنے زمانہ کے اہل علم اور اہل تقویٰ کے سردار امام سفیان ثوری الکوفی (ولادت ۹۷ھ وفات ۱۶۱ھ رحمہ اللہ) کے ذکر سے کرتا ہوں' حافظ ابو نعیم اصفہانی نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں انکا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ کو ایک مرتبہ اتنی سخت بھوک نے آلیا تھا کہ تین دن تک وہ کوئی چیز چکھ نہ سکے۔ اسی دوران ان کا گذر ایک ایسے گھر پر ہوا جس میں شادی کی تقریب تھی۔ ان کو ان کے نفس نے اس پر آمادہ کیا کہ اندر چلے جائیں۔ لیکن اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی' وہ اپنے بیٹے کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کو ایک روٹی کا ٹکڑا دیا گیا وہ انہوں نے کھایا اور اوپر سے پانی پی کر ایک ڈکار لی' اور فرمایا تمہارے لئے اتنی ہی چیز کافی ہے جو اس سے ادھر کا دروازہ بند کر دے' اور لوگ تو حرص کرتے ہیں نمک اور روٹی کے ٹکڑے پر' اور تو فرات کا پانی پیتا ہے' اور غذا کھاتا ہے' اور مقابلہ کرتا ہے ثرید کھانے والوں کے ساتھ' جب وہ ڈکار لیتے ہیں تو تو بھی ڈکار لیتا ہے۔ جیسا کہ اچھے قسم کا حلوا زیادہ کھانے سے تیرا پیٹ پھول گیا ہو۔

(۱۶۴) اس کے بعد میں عربیت کے امام اور مدون خلیل بن احمد الفراھیدی البصری (ولادت ۱۰۰ھ وفات ۱۷۰ھ رحمہ اللہ) کا تذکرہ کرتا ہوں' جن کے بارے میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص سونے اور مشک سے پیدا کئے ہوئے انسان کو دیکھنا پسند کرتا

ہو تو خلیل بن احمد کو دیکھ لے۔

ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں' ذھبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں امام ابو عبدالرحمان خلیل بن احمد الفراھیدی جو نہایت ذھین' علم عروض کے موجد' عربیت کے امام اور نامور عالم تھے۔ کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ انہوں نے ایوب السختیانی' عاصم الاحوال' عوام بن خوشب' غالب القطان وغیرہ کبار محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور علم نحو سیبویہ' نضر بن الشمیل' ہارون بن موسیٰ النحوی' وھب بن جریر اصمعی وغیرہ سے حاصل کیا۔

علوم عربیت میں سرکردہ تھے۔ دیندار' متقی' متواضع اور بڑی شان والے تھے' ان کی ایک کتاب ''العین'' ہے' وہ فوت ہو گئے مگر کتاب کو مکمل اور مہذب نہ کر سکتے' تاہم پھر بھی بڑے بڑے علماء ان کے اس بحر ذخار سے گھونٹ گھونٹ ہی پی سکتے ہیں' نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ خلیل بصرہ میں اپنے گھاس پھوس کے گھر میں اس حالت میں قیام پذیر رہے کہ دو پیسے پر قدرت نہ رکھتے تے' جبکہ ان کے تلامذہ ان کے علوم پر کثیر اموال کماتے تھے' اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے اوپر وہ دروازہ بند نہیں کرتا جس سے میری ہمت گذر سکتی ہو' ایوب بن المتوکل نے کہا کہ خلیل جب کسی انسان کو فائدہ پہنچاتے' تو یہ نہیں سمجھتے کہ میں نے اس کو فائدہ پہنچایا' اور جب کسی سے استفادہ کرتے تو ہمیشہ اس کے معترف رہتے کہ میں نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

حافظ ذھبی نے اس کلام کے بعد فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں معاملہ برعکس ہے فارس اور اھواز کے حکمران سلیمان بن حبیب بن ابی صفرازی کے ہاں ان کا وظیفہ مقرر تھا۔ انہوں نے ان کو بلانے کے لئے خط لکھا۔ انہوں نے سلیمان کے جواب میں لکھا کہ سلیمان کو یہ بات پہنچا دو کہ میں اس وظیفہ سے زیادہ وسعت اور غنا میں ہوں جبکہ میں صاحب مال بھی نہیں بلکہ اپنے نفس پر بخل کرتے ہوئے میں یہ دیکھتا ہوں' کہ کوئی بھی کمزوری اور لاغری کی وجہ سے مر جائیں۔ اور نہ اس حال پر باقی رہا' رزق تقدیر کے مطابق ہے نہ تو ضعف اس کو کم کر سکتا ہے اور نہ کوئی حیلہ ساز اس کو تمہارے لئے بڑھا سکتا ہے' اور فقر تو نفس میں ہوتا ہے نہ مال میں جو ہم سمجھتے ہیں' اور اسی طرح غنا بھی نفس میں ہوتا ہے نہ مال میں۔ سلیمان نے ان کا وظیفہ ختم کر دیا۔ اس پر

انہوں نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو کھانے کے لئے منہ دیا ہے وہ میری وفات تک میرے رزق کا ضامن ہے۔ تم نے مجھکو تھوڑے سے مال سے محروم کیا' لیکن میرے محروم ہونے سے تمہارے مال میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔

سلیمان کو جب یہ بات پہنچی تو ان کا وظیفہ بحال کر دیا گیا' اور ان کو کام سے مستثنیٰ کر دیا گیا' خلیل کو انہوں نے معذرت لکھی اور وظیفہ دگنا کر دیا۔

ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے کہا کہ میں حساب کی ایک ایسی قسم متعارف کروانا چاہتا ہوں کہ اگر لونڈی بھی بازار جائے تو اس پر بھی کوئی ظلم نہ کر سکے' وہ مسجد میں داخل ہوئے اور فکر اسی کام میں لگا ہوا تھا کہ ایک ستون کے ساتھ ٹکرائے' اس فکر میں اتنے منہمک تھے کہ ان کو ستون کی خبر نہ تھی' اپنی پشت پر گر پڑے' جس کی وجہ سے موت واقع ہوئی' رحمتہ اللہ علیہ۔

مہذب بننے کا طریقہ:

(۱۶۵) حافظ خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' میں علامہ فقیہ نابغہ روزگار' قاضی ابو عبداللہ شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی (ولادت ۹۵ھ بخاریٰ میں' وفات ۱۷۷ھ کوفہ میں' رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

یحییٰ بن یزید کہتے ہیں کہ قاضی شریک کا مستنیر بن عمرو النخعی پر گذر ہوا تو ان کی مجلس میں بیٹھ گئے' مستنیر نے ان کو کہا کہ ابو عبداللہ تم کو تمیز کس نے سکھائی انہوں نے کہا کہ تہذیب میرے نفس اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے' میں خراسان بخاریٰ میں پیدا ہوا۔ میرے ایک چچازاد نے وہاں سے مجھے اٹھا کر نہر صَرصَر کے پاس لا کر میرے دوسرے چچازاد کے پاس ڈالدیا' میں نے ان کے معلم کے پاس بیٹھنا شروع کر دیا اور تعلیم قرآن کے ساتھ میرا دل معلق ہو گیا۔ میں ان کے شیخ کے پاس آیا اور عرض کی چچا جان آپ جو کچھ مجھے یہاں دیتے ہیں' وہ مجھے کوفہ میں دیں تاکہ میں وہاں سنت (حدیث) کا علم حاصل کروں اور اپنی قوم کو پہچان لوں' انہوں نے ایسا کر لیا' فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں کچی اینٹیں بنا کر فروخت کرتا' قلم کاغذ' سیاہی خریدتا اور اس پر علم اور حدیث تحریر کرتا' پھر میں نے فقہ حاصل کی' اور اس میں یہ مقام حاصل کر لیا جو آپ دیکھ

رہے ہیں۔ مستنیر بن عمرو نے اپنے بیٹوں کو کہا کہ میں نے تم کو بہت تہذیب سکھائی مگر مجھے تمہاری کامیابی نظر نہیں آ رہی' اس لئے تم میں سے ہر ایک از خود تہذیب سیکھنے کی کوشش کرے' جس نے اچھا کیا تو اپنے فائدہ کے لئے اور جس نے برا کیا تو اپنے نقصان کے لئے۔

علم فقر کا ذائقہ چکھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا:

(۱۶۶) امام دارالھجرہ امام مالک (ولادت ۹۵ھ وفات ۱۷۹ھ رحمہ اللہ) کے بارے میں قاضی عیاض نے جو اپنے زمانہ میں مالکیہ کے شیخ تھے' نے اپنی کتاب ''ترتیب المدارک لمعرفۃ اعلام مذھب مالک'' میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کو فقر نے اس طرح گھیر لیا تھا کہ انہوں نے گھر کی چھت کی لکڑیاں فروخت کر دیں۔

ابن القاسم کہتے ہیں کہ امام مالک طلب علم میں اس طرح مشغول ہوئے کہ ان کے گھر گر گئے تو انہوں نے اس کی لکڑیاں فروخت کر دیں' پھر بعد میں دنیا ان کی طرف متوجہ ہوئی' قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ علم فقر کا ذائقہ چکھنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

امام ابوحنیفہ کی سخاوت

(۱۶۷) خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور موفق الخوارزمی نے ''مناقب ابی حنیفہ'' میں قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الکوفی البغدادی امام ابو حنیفہ کے شاگرد (ولادت ۱۱۳ھ وفات ۱۸۲ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔ کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حدیث اور فقہ حاصل کرتا تھا اور میں بہت غریب اور خستہ حال تھا۔ میرے والد ایک دن آئے۔ میں امام ابوحنیفہ کی مجلس میں تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ واپس چلا گیا۔ میرے والد نے مجھے کہا بیٹا۔ امام ابوحنیفہ کی ہمسری نہ کرو' کیونکہ ابوحنیفہ کو فکر معاش نہیں' اور تو معاش کا محتاج ہے' میں نے والد کے فرمان برداری کو ترجیح دی اور مزید طلب علم سے رک گیا۔

امام ابوحنیفہ نے مجھے کئی دن مجلس سے غیر حاضر پایا تو میرے متعلق پوچھا' پھر میں نے ان کی مجلس میں آنا شروع کر دیا' غیر حاضری کے بعد جب میں پہلی مرتبہ ان کی مجلس میں آیا' تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ تم کو ہماری مجلس کی حاضری سے کس چیز نے روکا' میں نے کہا کہ فکر معاش اور والد کی فرماں برداری نے' میں ان کی مجلس میں بیٹھ گیا جب تمام لوگ چلے گئے تو انہوں نے مجھے ایک تھیلی دی اور فرمایا اس کو اپنے کام میں لاؤ' میں نے تھیلی میں دیکھا تو ایک سو درہم تھے۔ انہوں نے مجھے فرمایا کہ حلقہ درس میں پابندی رکھو اور جب یہ ختم ہو جائے تو مجھے بتا دینا' میں پابندی سے آنے لگ گیا ابھی تھوڑا ہی عرصہ نہیں گذرا تھا کہ انہوں نے مجھے ایک دوسری تھیلی دے دی' پھر وہ برابر مجھے دیتے ہی رہے' میں نے کبھی ان پر محتاجی ظاہر نہیں کی اور نہ کبھی کسی چیز کے ختم ہونے کے بارے میں بتایا' وہ اس طرح تھے گویا ان کو خود بخود ختم ہو جانے کا علم ہو جاتا ہے' یہاں تک کہ میں اس سے مستغنی ہو گیا اور صاحب مال ہو گیا' میں ان کی مجلس میں ۲۹ یا ۱۷ برس رہا۔ اور میں اپنی حاجت کو پہنچ گیا۔ اللہ کریم نے مجھ پر ان کی برکت اور حسن نیت سے۔ وہ برکاتِ علم و مال کھولے جو اس نے کھولنے تھے' اللہ میری طرف سے ان کو اچھا بدلہ دے اور ان کی مغفرت فرمائے۔

امام ابو یوسف کو علم کا شوق اور امام ابوحنیفہ کی دور رس نگاہ

(۱۶۸) یہاں پر ایک دوسرا واقعہ بھی جس کو خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' میں نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے والد فوت ہو گئے' اور ابو یوسف چھوٹے بچے رہ گئے' ان کی والدہ نے ان کے لئے امام ابوحنیفہ کی مجلس کی حاضری ناپسند سمجھی' حسن بن ابی بکر نے اس طرح بیان کیا' اور حسن بن محمد النقاش نے کہا کہ مجھے محمد بن عبدالرحمٰن السامی نے بتایا' ان کو بہراۃ نے خبر دی کہ مجھے علی بن الجعد نے بتایا' کہ مجھے یعقوب بن ابراہیم ابو یوسف القاضی نے بتایا کہ میرے والد ابراہیم بن حبیب فوت ہو گئے اور مجھے چھوٹا بچہ والدہ کی گود میں چھوڑ گئے۔ میری والدہ نے مجھ کو دھوبی کے حوالہ کر دیا۔ میں اس کی خدمت کرتا رہوں' میں دھوبی کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں چلا جاتا' اور وہاں بیٹھ کر سنتا' میری والدہ حلقہ درس میں میرے پیچھے آ جاتی' اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر دھوبی کے پاس لے جاتی۔ امام ابوحنیفہ نے یہ بات میری حاضری اور شوق علم کی وجہ سے محسوس کی' جب میری والدہ کا بار بار آنا اور میرا بھاگنا حد سے بڑھ گیا' تو میری والدہ نے امام ابوحنیفہ کو کہا کہ اس بچے کو خراب کرنے کا اصل سبب تو ہی ہے' یہ یتیم بچہ ہے اس کا کچھ بھی نہیں ہے۔ میں اون کات کر اس کا پیٹ پالتی ہوں' میں چاہتی ہوں کہ یہ کم از کم ایک دانق (درہم کا چھٹا حصہ) تو کمائے جس کو اپنے اوپر خرچ کرے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر یہ اس طرح علم حاصل کرتا رہا تو روغن پستہ کے ساتھ فالودہ کھائے گا میری والدہ وہاں سے واپس ہو گئی اور کہا کہ تو بوڑھا سٹھیا گیا ہے تیری عقل ختم ہو گئی' امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کی مجلس کو لازم پکڑا وہ میری مالی امداد کیا کرتے تھے' اور انہوں نے میری کوئی حاجت و ضرورت رہنے نہیں دی' اللہ نے مجھے علم کے ذریعہ فائدہ دیا اور مجھے اتنا بلند کیا کہ مجھ کو قضاء کا عہدہ مل گیا' اور میں ہارون الرشید کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگ گیا' اور اس کے دستر خوان پر اس کے ساتھ کھانے لگ گیا' ایک دن ہارون الرشید کے سامنے فالودہ پیش کیا گیا' ہارون الرشید نے کہا یعقوب کھاؤ' یہ ہمارے لئے بھی روزانہ تیار نہیں کیا جاتا' میں ہنس پڑا انہوں نے ہنسنے کا سبب پوچھا تو میں نے کہا اللہ امیر المؤمنین کی زندگی دراز کرے' کوئی ایسی

بات نہیں' انہوں نے کہا تم ضرور مجھے بتاؤ گے' میں نے ان کو پورا قصہ سنایا۔ انہوں نے اس پر بہت تعجب کیا' اور فرمایا مجھے قسم ہے علم انسان کو بلند کرتا ہے اور دین و دنیا کا نفع پہنچاتا ہے' اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے لئے انہوں نے رحمت کی دعا کی' اور کہا کہ وہ عقل کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھتے ہیں جو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔

علامہ کوثری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف کے والد والا واقعہ درست اور والدہ والا غلط ہے اسلئے کہ اس کی سند میں مشہور کذاب حسن بن زیاد النقاش المقری ہے جو جھوٹ گھڑنے میں مشہور و معروف تھا۔

علمی دنیا کا بے تاج بادشاہ اور مامون الرشید کی علم دوستی

(۱۶۹) اور یہ امام النحو' لغت' شعر' ادب' حدیث کے امام نضر بن شمیل المازنی (ولادت ۱۲۲ھ وفات ۲۰۳ھ رحمہ اللہ) ہیں۔ قاضی ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں ان کی سوانح میں لکھا ہے جس کو ''ابو عبیدہ نے اپنی کتاب ''مثالب البصرہ'' میں نقل کیا ہے کہ نضر بن شمیل پر بصرہ میں معاش کی اتنی تنگی ہو گئی کہ انہوں نے خراسان کی طرف نکلنے کا ارادہ کر لیا' جب وہ جانے لگے' تو ان کو الوداع کہنے کے لئے تین ہزار افراد ان کے ہمراہ نکلے' اور ان میں کوئی بھی' محدث' لغوی' عروضی' اور مؤرخ کے علاوہ نہ تھا۔ جب مربد مقام پر پہنچے تو بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ اے اھل بصرہ تم سے جدائی مجھ پر شاق ہے' اللہ کی قسم اگر مجھ کو یہاں پر روزانہ ایک کیلو لوبیا بھی ملتا۔ تو میں کبھی تم کو چھوڑ کر نہ جاتا۔ لیکن ان تین ہزار حاضرین میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو یہ بوجھ برداشت کر سکتا۔ مجمع کو الوداع کہنے کے بعد جب وہ خراسان پہنچ گئے تو بہت بڑا مال ان کے ہاتھ آیا وہاں ان کی اقامت مَرْو میں تھی۔

ان کی اقامت مَرْو کے زمانہ میں ان کے اور مامون بن ہارون الرشید کے درمیان عجیب و غریب واقعات و نوادرات پیش آئے' نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ میں مامون کی رات کی گفتگو کی مجلس میں جایا کرتا تھا۔ ایک رات جب میں گیا تو میرے کپڑوں کو پیوند لگے ہوئے تھے۔ تو مامون نے کہا نضر یہ کیا خشک زاھدانہ زندگی ہے کہ تم امیر المؤمنین کی مجلس میں ان پھٹے پرانے کپڑوں میں آئے ہو' میں نے کہا امیر المؤمنین میں بوڑھا اور کمزور شخص ہوں اور مَرو کی گرمی بہت زیادہ ہے میں ان پھٹے پرانے کپڑوں سے ذرا ٹھنڈک حاصل کرتا ہوں' انہوں نے کہا نہیں تم زاھد خشک ہو۔

پھر حدیث پر بحث شروع ہو گئی۔ مامون نے عورتوں کا ذکر شروع کرتے ہوئے کہا کہ ہم کو ہشیم نے مجالد سے' شعبی سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اذا التزوّج الرجل المراة لدينها وجمالها كان فيه سداد من عوز"

کہ جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس کے جمال اور دین کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو یہ غریب کے لئے بقدر کفاف گذر بسر کا بندوبست ہوتا ہے۔ یہاں پر مامون نے سَدَاد سین کے فتح کے ساتھ پڑھا' میں نے کہا امیر المؤمنین ھشیم نے سچ کہا ہے' مجھے عوف بن ابی جمیلہ نے بیان کیا کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ نے جو روایت بیان کی اس میں (سِداد) سین کے کسرہ کے ساتھ ہے' فرمایا کہ مامون ٹیک لگائے ہوئے تھا اور سیدھا بیٹھ گیا' انہوں نے کہا نضر تم نے یہاں سَداد کیوں پڑھا میں نے کہا اس لئے کہ "سداد" پڑھنا غلط ہے' اس نے کہا کہ تم مجھ کو غلط پڑھنے والا سمجھتے ہو' میں نے کہا کہ غلطی ھشیم کی ہے' وہ بہت غلطیاں کرنے والا تھا' امیر المؤمنین اس لفظ کی تفتیش میں لگ گئے اور کہا کہ ان میں کیا فرق ہے' میں نے کہا کہ (سَداد) سین کے فتح کے ساتھ دین اور راستے میں اعتدال اور میانہ روی کو کہتے ہیں اور "سِداد" سین کے کسرہ کے ساتھ بقدر گذر بسر کو کہتے ہیں اور جس کے ساتھ آپ کسی چیز کو بند کریں تو وہ "سِداد" ہے مامون نے کہا کہ کیا عرب اس فرق کو جانتے ہیں' میں نے کہا ہاں یہ عرجی شاعر کا شعر ہے۔

اضاعونی وایَّ فتیً اضعوا "الیوم کریھة وسداد ثغر"

ترجمہ "انہوں نے مجھ کو ضائع کر دیا اور کس نوجوان کو انہوں نے جنگ اور سرحد بند کرنے کے لئے ضائع کیا۔ مامون نے کہا اللہ اس شخص کا برا کرے جس کے پاس ادب یعنی علم ادب نہ ہو' کافی دیر وہ خاموش رہا پھر مجھے کہا کہ نضر تمہارے پاس مال وغیرہ کیا ہے' میں نے کہا کے مَرْد میں تھوڑی سی زمین ہے' جس پر میں گذر بسر کرتا ہوں' اس نے کہا کہ کیا ہم تم کو کچھ اس کے ساتھ ہدیہ نہ کر دیں' میں نے کہا کہ میں اس کا ضرورت مند بھی ہوں۔

اس نے کاغذ لیا مجھے علم نہ تھا کہ وہ کیا لکھ رہا ہے' پھر اس نے خادم کو کہا کہ یہ خط لے کر ان کے ساتھ فضل بن سھل کے پاس جاؤ' جب فضل نے خط پڑھا تو کہا اے نضر۔ امیر المؤمنین نے تمہارے لئے پچاس ہزار درھم دینے کا حکم لکھا ہے' اس کا سبب کیا ہوا' میں نے جھوٹ نہیں بولا اور سارا واقعہ بیان کر دیا تو اس نے اپنی جانب سے تیس ۳۰۰۰۰ درہم دینے کا حکم کر دیا۔ تو اس طرح میں نے اسی ۸۰۰۰۰ ہزار درہم لے لئے ایک حرف کے بدلے جس کا اس نے مجھ

سے استفادہ کیا تھا۔

(۱۷۰) حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء" میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی تک (محمد بن ادریسؒ ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ) میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اوائل عمر میں ہی علم حاصل کرتا تھا اور میرے پاس مال وغیرہ نہیں تھا۔ اس وقت میری عمر ۱۳ سال سے بھی کم تھی۔ میں دیوان جاتا تھا' اور ان سے لکھے ہوئے کاغذ لاتا تھا' اور ان کی پشت پر اپنا سبق لکھتا۔

مناقب امام شافعیؒ

(۱۷۱) امام بیہقی نے اپنی کتاب ''مناقب الشافعی'' میں اور قاضی عیاض نے ''ترتیب المدارک'' میں اور یاقوت کی ''معجم الأدباء'' میں، امام شافعی رحمہ اللہ کے مناقب وتذکرہ میں آیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میں مکتب میں تھا، معلّم جو سبق بچوں کو دیتے وہ میں سنتا تھا، اور جو وہ کہتے اس کو حفظ کر لیتا تھا، میں یتیم تھا میری والدہ کے پاس معلّم کو دینے کے لئے فیس نہیں تھی۔ اور معلّم اس وجہ سے مجھ سے خوش تھے کہ میں ان کے چلے جانے کے بعد ان کی جگہ نیابت کیا کرتا تھا، مکتب کے دوسرے لڑکے لکھا کرتے تھے اور معلم کی املاء سے فارغ ہونے سے پہلے جو کچھ میں لکھتا تھا اس کو حفظ بھی کر لیا کرتا تھا، معلم نے ایک دن مجھ کو کہا کہ تم سے کچھ لینا میرے لئے حلال نہیں، پھر جب میں مکتب سے نکل جاتا تو میں ٹھیکریاں، کھجور کے درخت کی جڑیں اور ان سے ایک طرف کے لکھے ہوئے کاغذات مانگتا جس کی ایک طرف خالی ہوتا، اور ان پر لکھتا یہاں تک کہ ایک بڑا مٹکا جو میری والدہ کا تھا بھر گیا۔

(۱۷۲) حافظ عبدالبر نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ وماینبغی فی روایۃ وحملہ'' کے باب ''الحض علیٰ استدامة الطلب والصبر على اللاواء والنصب '' میں امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ کہ میں اپنی والدہ کے زیر تربیت یتیم تھا، انہوں نے مجھ کو مکتب میں ڈالدیا اور ان کے پاس معلم کو دینے کی فیس نہ تھی۔ معلّم مجھ سے اس وجہ سے خوش تھا کہ میں ان کے چلے جانے کے بعد نیابت کرتا تھا۔ جب میں نے قرآن کریم ختم کر لیا، تو میں نے مسجد میں داخلہ لے لیا، اب میں علماء کی مجلس میں بیٹھنے لگ گیا، میں جو حدیث یا مسئلہ سنتا اس کو یاد کر لیتا تھا۔ میری والدہ کے پاس اتنا کچھ بھی نہ تھا کہ میں اس پر کاغذ خرید سکتا، جب کوئی ہڈی سفیدی کی وجہ سے چمکتی ہوئی مجھے نظر آتی تو اس کو اٹھا لیتا، اور اس پر لکھتا، یہاں تک کہ ہمارے ہاں ایک مٹکا تھا وہ میں نے بھر لیا۔

پھر یمن کا والی آیا تو اہل قریش نے ان کے ساتھ بات کی کہ وہ مجھے لے جائیں، میری

والدہ کے پاس اتنا کچھ نہ تھا کہ وہ مجھے دے دیتی اور میں اس سے اپنا لباس آراستہ کر لیتا میری والدہ نے سولہ درہم میں اپنی چادر رہن رکھوائی، اور وہ رقم مجھے دے دی جس سے میں نے اپنا لباس آراستہ کر لیا۔

ایثار اور قربانی کی بے نظیر مثال:

(۱۷۳) مسعودی نے ''مروج الذهب'' میں، قاضی عیاض نے ''ترتیب المدارک'' میں اور یاقوت الحموی نے ''معجم الأدباء'' میں۔ سیر ومغازی کے عالم محمد بن عمر الواقدی المدنی، ثم البغدادی (ولادت ۱۳۰ھ وفات ۲۰۷ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا۔ محمد بن سعد کہتے ہیں کہ مجھ کو واقدی نے غمگین حالت میں دیکھا تو فرمایا کہ غمگین نہ ہوں، اس لئے کہ رزق اس جگہ سے آتا ہے جہاں سے تجھ کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ میں ایک مرتبہ اتنا مفلس ہو گیا تھا کہ میں نے اپنا گھوڑا فروخت کر دیا، یحییٰ بن خالد نے میری تاخیر کو محسوس کیا تو میں نے کچھ معذرت کی۔ ان کو جب میرے حالت کی خبر ہوئی تو انہوں نے مجھ کو پانچ سو درہم دئے، وہ رقم لے کر جب میں گھر گیا تو وہ رقم میں نے قرض کی ادائیگی اور اھل وعیال پر خرچ کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اہل مدینہ کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص جس پر راستہ میں ڈاکہ پڑ چکا تھا میرے پاس آیا اور اپنی حالت کی شکایت کی، میرے پاس جو کچھ بچا ہوا تھا وہ میں نے اس کو دے دیا اور گھوڑا نہ خرید سکا۔

یحییٰ بن خالد نے پھر مجھ کو دیر سے آتا ہوا پایا۔ سبب پوچھا تو میں نے تمام بات ان کو بتا دی، وہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے ان سے رقم لی تھی، لیکن جب میں لے کر گھر پہنچا تو فلاں انصاری میرے پاس آئے اور انہوں نے اپنی حالت کی شکایت کی، تو میں نے وہ رقم ان کو دیدی، یحییٰ اس انصاری کی طرف سوال کرتے ہوئے متوجہ ہوئے کہ اولاد ابی بکر نے تم کو رقم دی، اس نے بھی ان کو بات بتا دی، یحییٰ اس سخاوت سے حیران رہ گیا، پھر اس نے میرے لئے اور اس آل ابی بکرؓ کے لئے اور انصاری کے لئے ہزار ہزار دینار دینے کا اعلان کیا۔ اور میرے بیوی بچوں کے لئے پانچ سو کا بوجھ اس غم کے جو

اس کو لاحق ہوا تھا' جس وقت میں وہ رقم دے رہا تھا۔

واقدی کہتے ہیں کہ میرے دو دوست تھے ان میں ایک ہاشمی تھا اور ہم مثل ایک جان کے تھے' مجھ پر سخت تنگی کا وقت آیا اور عید بھی سر پر آئی' میری بیوی نے مجھ کو کہا کہ اپنی جان پر تو سختی اور تنگی ہم برداشت کرلیں گے' لیکن بچوں کی وجہ سے میرا دل کتنا چلا جارہا ہے' اس لئے کہ جب یہ پڑوسیوں کے بچوں کو دیکھیں گے' کہ انہوں نے عید کا خوبصورت لباس پہن رکھا ہے اور یہ اسی پرانے کپڑوں میں ہیں۔ اگر آپ کسی چیز کا بندوبست کرلیں جو ہم صرف ان کپڑوں پر خرچ کرلیں تو بہتر ہوگا' کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاشمی دوست کو اپنی حالت کے بارے میں لکھا' انہوں نے مجھے ایک سربمہر لفافہ بھیجا' اس پر لکھا تھا کہ اس میں ایک ہزار درھم ہیں' میں ابھی مطمئن نہ ہو پایا تھا کہ میرے دوسرے دوست کا خط آگیا' اس میں بھی وہی شکایت درج تھی جو میں نے اپنے ہاشمی دوست کو لکھی تھی' میں نے وہ لفافہ یا تھیلا اسی طرح اس کو بھیج دیا' اور بیوی سے بوجہ شرم کے میں رات کو مسجد میں رہا' جب میں گھر واپس آیا تو اس نے بھی میرے اقدام کو مستحسن سمجھا اور کسی ناراضگی کا اظہار نہ کیا۔

ہم اسی حال میں تھے کہ میرا ہاشمی دوست وہ تھیلا اسی حالت میں اٹھائے ہوئے میرے پاس آگیا' اس نے مجھ کو کہا کہ سچ سچ بتاؤ تم نے اس تھیلے کا کیا' کیا تھا جو میں نے تم کو بھیجا تھا' میں نے اس کو بات اسی طرح بتادی'

اس نے کہا کہ جب امداد طلب کرنے کے لئے تمہارا پیغام مجھ کو پہنچا تو میں صرف اسی مقدار کا مالک تھا جو میں نے تم کو بھیج دی تھی' میں نے اپنے دوست سے ہمدردی طلب کرنے کے لئے خط لکھا' اس نے مجھ کو میرا ہی تھیلا میری مہر کے ساتھ بھیج دیا' واقدی کہتے ہیں کہ ہم نے وہ ہزار درھم آپس میں برابر تقسیم کرلئے اور ایک سو درھم ہم نے عورت کو بھی دے دئے یہ قصہ کسی طرح مأمون کو پہنچ گیا اس نے مجھے بلایا۔ میں نے اس کے سامنے تمام معاملہ بیان کر دیا تو اس نے ہمارے لئے سات ہزار کا حکم صادر کر دیا ہر ایک کے لئے دو دو ہزار دینار اور عورت کے لئے ایک ہزار دینار۔

علم کی خدمت' حالت فقر و مسکنت میں:

(۱۷۴) سمعانی کے ''الانساب'' میں محدث ابو عامر قبیصہ بن عقبہ السوائی الکوفی' امام احمد و بخاری وغیرھما کے شیخ (وفات ۲۱۵ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔ کہ شہزادہ دلف بن ابی دلف العجلی' قبیصہ بن عقبہ کے دروازے پر آیا اس کے ساتھ خدام اور کتابت حدیث کے لئے نوجوان لڑکے بھی تھے' اس نے دروازہ کھٹکھٹایا قبیصہ نے نکلنے میں ذرا تاخیر کی' خدام نے دوبارہ دروازہ کھٹکھٹایا' اور کہا کہ اقلیم جبل کے بادشاہ کا بیٹا تمہارے دروازے پر ہے' اور تم نکل نہیں رہے ہو' وہ جب نکلے تو ان کی تہبند کے ایک کونے میں روٹی کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا' شہزادے نے اپنے مصاحبین کو کہا کہ جو شخص دنیا کے اس مقدار پر راضی ہو وہ اقلیم جبل کے بادشاہ کے ساتھ کیا کرے گا' اللہ کی قسم میں اس سے حدیث نہیں پڑھوں گا' اور اس نے ان سے حدیث نہیں پڑھی۔

(۱۷۵) امیر الصنعانی نے ''توضیح الافکار'' میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے حدیث کے بیان کرنے پر اجرت لینے کی اجازت دی ہے' ان میں ابو نعیم فضل بن الدکین (ولادت ۱۳۰ھ وفات ۲۱۹ھ رحمہ اللہ) بھی ہیں۔ جو امام بخاری' امام احمد' اسحاق بن راھویہ' ابن مبارک اور بہت سارے مخلوق کے شیخ ہیں' وہ حدیث بیان کرنے پر عوض لیا کرتے تھے' اور اس طرح لیا کرتے تھے کہ اگر کسی کے پاس پورا درھم نہ ہوتا تو ریز گاری لیتے' سالم درھم اور ریزگاری کی قیمت میں جو تفاوت ہوتا تھا وہ بھی وصول کرلیا کرتے تھے' اور فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مجھ کو اجرت لینے پر مجبور کرتے ہیں لیکن میرے گھر میں تیرا افراد ہیں اور ایک روٹی بھی نہیں ہے۔

(۱۷۶) امام ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''مناقب امام احمد بن حنبل'' میں ایک مستقل باب منعقد کیا ہے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے فتنہ خلق قرآن میں اس نظریہ کو قبول نہیں کیا تھا' ان میں انہوں نے ابو عثمان عفان بن مسلم البصری امام بخاری کے شیخ (ولادت ۱۳۴ھ وفات ۲۲۰ھ رحمہ اللہ) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ عفان بن مسلم وہ پہلے شخص ہیں جن کو اس آزمائش میں آزمایا گیا۔

پھر ابن الجوزی نے اپنی سند کے ساتھ (جو قاسم بن ابی صالح تک ہے) نقل کیا ہے کہ میں نے ابراھیم بن الحسین بن دیزل کو کہتے ہوئے سنا کہ جب عفان بن مسلم کو اس فتنہ میں بلایا گیا تو اس وقت میں ان کے گدھے کا لگام پکڑا ہوا تھا' جب ان پر خلق قران کا قول پیش کیا گیا' تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکاری ہوئے' اور ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا' تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہارا وظیفہ بند کر دیں گے' ان کو ہر مہینہ ہزار درھم دئے جاتے تھے۔ تو انہوں نے یہ آیت پڑھی ''وفی السماء رزقکم وما توعدون'' کہ آسمان میں ہے رزق تمہارا اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے' جب وہ گھر واپس لوٹے تو گھر کے خواتین اور دیگر اھل خانہ نے ان کو ملامت کی ان کے گھر میں تقریباً چالیس افراد تھے۔

جب وہ گھر واپس تشریف لائے تو کسی نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک شخص اندر داخل ہوا جیسا کوئی گھی یا تیل فروخت کرنے والا ہو' اس کے پاس ایک تھیلا تھا جس میں ایک ہزار درہم تھے' اس نے کہا ابو عثمان' اللہ تجھے ثابت قدم رکھے' جیسا تم نے دین کو قائم دائم رکھا۔ یہ ایک ہزار درہم تم کو ہر مہینے ملتے رہیں گے۔

امام حافظ عفان بن مسلم کا عطاء سلطان سے عطاء رحمٰن کی طرف اللہ کے اس فرمان ''وفی السماء رزقکم وما توعدون'' پر اعتماد کرتے ہوئے رجوع نے مجھے دو بیت یاد دلائے' جو میں نے اپنے شیخ استاد عیسٰی البیانونی الحلبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حفظ کئے تھے' پھر ان کے اشعار کا پتہ مجھے اندلسی شاعر محمد بن ادریس البلنسی جن کا لقب مرج الکحل تھا' جن کی وفات ۶۳۴ھ میں ہوئی (رحمہ اللہ) کے کلام میں چلا جن کو علامہ خیر الدین الزرکلی نے ''اعلام'' میں ان کی سوانح میں نقل کیا۔

ترجمہ ''جس رزق کو تم طلب کرتے ہو اس کی مثال اس سایہ کی ہے جو تمہارے ساتھ چلتا ہے تم اس کے پیچھے چل کے اس کو نہیں پکڑ سکتے ہو' اور جب تم دوسری طرف چل پڑو تو وہ تمہارے پیچھے پیچھے آئے گا۔

انبیاء کی وراثت حاصل کرنے کی خاطر:

(۱۷۷) اور یہ امام الأئمہ علم الجرح والتعدیل کے امام ''یحیٰ بن معین'' البغدادی جو امام بخاری ومسلم اور ان کے علاوہ آئمہ حدیث کے شیخ ہیں (ولادت ۱۵۸ھ وفات ۲۳۳ھ رحمہ اللہ) ہیں' حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' اور علیمی نے ''المنہج الاحمد'' میں ان کی سوانح میں کہا کہ ان کی ولادت خلیفہ ابو جعفر المنصور کے زمانہ خلافت ۱۵۸ھ میں ہوئی' ان کے والد معین۔ عبداللہ بن مالک کے منشی تھے۔ پھر ان کو ایّ کے خراج پر مقرر کیا گیا وہیں وہ فوت ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے ایک کروڑ پچاس ہزار درھم چھوڑے۔ یحیٰ نے وہ تمام رقم حصول حدیث پر خرچ کر دی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے پاس پہننے کے لئے جوتا بھی نہ رہا' جب یحیٰ فوت ہوئے تو انہوں نے ایک سو چودہ بڑے بڑے مشک اور چار بڑے بڑے مٹکے کتابوں کے بھرے ہوئے چھوڑے ''تہذیب التہذیب'' کی روایت میں ہے کہ بیس تھیلے بھی بھرے ہوئے چھوڑے۔

وعظ ونصیحت پر ملنے والی اجرت ٹھکرادی:

(۱۷۸) قاضی عبدالجبار کی ''طبقات المعتزلہ'' اور ابن المرتضی کی ''الامنیۃ والامل'' میں فقیہ عالم ابو محمد جعفر بن المبشر المعتزلی البغدادی (وفات ۲۳۴ھ رحمہ اللہ) کے بارے میں آیا ہے' کہ وہ علم وتقویٰ میں بہت مشہور تھے' اور روایت کی گئی ہے کہ ان کو ان کی کسی حاجت نے اتنا سخت پریشان کیا کہ وہ اپنے بھائیوں کی زکوٰۃ لیا کرتے تھے' ایک دن ان کے پاس ایک تاجر آیا' انہوں نے اس کی موجودگی میں خطبہ نکاح کے بارے میں کچھ باتیں کیں۔ تاجر کو یہ باتیں بہت پسند آئیں' اس نے ان سے ان کے حال کے بارے میں پوچھا' انہوں نے اپنی فقر کی حالت بیان کی' اس نے ان کے لئے پانچ سو درھم بھیجے' انہوں نے وہ واپس کر دئے' ان کو کہا گیا کہ بادشاہ کے مال کو واپس کرنے میں تو ہم آپ کو اس مال کے مشکوک ہونے کی وجہ سے معذور سمجھتے تھے' لیکن اس مال کو واپس کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے' جعفر نے کہا کہ کیا وہ میرے وعظ ونصیحت سے متاثر نہیں ہوا؟ کیا تم میرے لئے جائز سمجھتے ہو کہ میں دعوت الی اللہ اور اپنی

نصیحت پر اجرت لوں اگر میں یہ وعظ نہ کرتا اور وہ مجھے کچھ دیتا تو میں قبول کر لیتا۔

(۱۷۹) ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''تہذیب التہذیب'' اور حافظ المزی کی ''تہذیب الکمال'' میں محمد بن رافع النیشاپوری' بخاری' مسلم' اور ان کے طبقہ کے آئمہ کے شیخ اور مقتداء' (وفات ۲۴۵ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ذکریا بن دلویہ کہتے ہیں کہ امیر طاہر بن عبداللہ الخزاعی نے محمد بن رافع کو پانچ ہزار درھم اپنے ایک ایلچی کے ہاتھ بھیجے وہ ان کے پاس عصر کی نماز کے بعد پہنچا اس وقت یہ مولی کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے۔ اس نے وہ تھیلا ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا امیر طاہر نے یہ رقم بھیجی ہے تا کہ آپ اپنے اھل وعیال پر خرچ کریں۔

محمد بن رافع نے کہا کہ یہ لے لو اور واپس لے جاؤ مجھ کو ان کی احتیاج نہیں' سورج دیوار کے اوپر والے کنارے تک آ گیا ہے تھوڑی دیر بعد غروب ہو جائے گا۔ میری عمر اسی ۸۰ برس سے متجاوز ہو گئی میں کب تک زندہ رہوں گا' انہوں نے وہ مال لوٹا دیا' ایلچی وہ مال لے کر واپس چلا گیا' محمد بن رافع کا بیٹا والد کے پاس آیا اور کہا ابا جان ہمارے پاس رات کا کھانا نہیں ہے' محمد بن رافع سخت سردی کے موسم میں جب باہر نکل کر آئے تو اپنے اوپر وہ لحاف لپیٹا ہوا تھا جو وہ رات کو اوڑھا کرتے تھے۔

کتاب اللہ کی خاطر غیرت کھا کر مال ٹھکرانے والا محروم نہیں رہا:

(۱۸۰) ''معجم الأدباء'' اور ''وفیات الاعیان'' اور ''الوافی بالوفیات'' میں امام عربیت ابو عثمان المازنی بکر بن محمد بن عثمان' البصری' النحوی' صرفی' امام سیبویہ کے بعد جن سے زیادہ نحو جاننے والا کوئی نہ تھا' اور جنہوں نے سب سے پہلے علم الصرف کو مدوّن کیا' ان سے پہلے علمِ صرف علمِ نحو ہی میں درج تھا (وفات ۲۴۹ھ رحمہ اللہ) کے بارے میں آیا ہے۔

کہ مازنی بہت ہی پرہیز گار تھے ایک یہودی ان کے پاس ''کتاب سیبویہ'' پڑھنے کے لئے آیا اور اس کتاب کو پڑھانے پر اس نے ان کو ایک ہزار دینار دینے کو کہا' انہوں نے انکار کر دیا اور اس کو منع کر دیا ان کو ان کے شاگرد ''مبرد'' نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ اس

منفعت کو ٹھکرا رہے ہیں' اپنے فاقہ اور خستہ حالی کے باوجود بھی' انہوں نے کہا کہ اس کتاب میں اللہ کریم کی کتاب کی تین سو سے زائد آیتیں ہیں' کتاب اللہ کے لئے غیرت کرتے ہوئے میں نہیں چاہتا کہ کسی ذمی کافر کو میں اس کتاب پر قادر بناؤں' مبرّد کہتے ہیں کہ اتفاقاً خلیفہ واثق کے دربار میں ایک لونڈی عرجی شاعر کے اس شعر کو گا رہی تھی۔

"اظلوم ان مصابکم رجلاً اھدی السلام تحیۃ ظلمُ"

ترجمہ ''اے حسینہ جس کو اپنے حسن پر غرور ہے' تیری قاتل آنکھوں کے تیر اس شخص کی طرف ہیں جو تمہاری طرف اس دل سے سلام کا ہدیہ پیش کرتا ہے یہ کس قسم کا ظالم ہے۔ وہاں موجود لوگوں کا ''رجلاً'' کے اعراب میں اختلاف ہوا بعض نے اس کو اسم اِنّ بنا کر نصب کر دیا اور بعض نے خبر بنا کر اس کو رفع کر دیا' لونڈی اس پر مصر تھی کہ میرے شیخ ابو عثمان نے مجھے منصوب ہی سکھایا' واثق نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ان کو بصرہ سے بغداد لے آئیں۔ ابو عثمان کہتے ہیں کہ جب میں ان کے سامنے آ گیا۔ تو اس نے کہا کونسے قبیلے سے ہو میں نے کہا بنو مازن سے' اس نے کہا کونسے مازن سے' مازن تمیم' یا مازن قیس' یا مازن ربیعہ' یا مازن یمن سے ہو میں نے کہا مازن ربیعہ سے' اس نے میرے ساتھ میری قوم کے لب ولہجہ میں بات کی' اور مجھے کہا تمہارا نام کیا ہے ''ما اسمک'' کی جگہ ''با اسمک'' کہا' اس لئے کہ مازن ربیعہ میم کی جگہ باً پڑھتے ہیں اور باً کی جگہ میم میں اپنی قومی لب ولہجہ میں اس کو جواب دینا مناسب نہ سمجھا کہ مجھے ''مکر'' سے اس کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے' میں نے کہ امیر المؤمنین میرا نام بکر ہے' حالانکہ مجھے باء کو میم کے ساتھ بدل کر مکر کہنا چاہئے تھا' وہ میرے ارادے کو سمجھ کر ہنس پڑا' پھر مجھے کہا کہ تم شاعر کے قول "اظلومُ ان مصابکم رجلاً" میں "رجلاً" پر نصب پڑھنا مناسب سمجھتے ہو یا رفع' میں نے کہا امیر المؤمنین نصب زیادہ مناسب ہے' انہوں نے کہا کیوں' میں نے کہا اس لئے کہ ''مصابکم'' مصدر بمعنی ''اصابتکم'' ہے یزیدی نے میرے ساتھ معارضہ شروع کر دیا' میں نے کہا کہ یہ بمنزلہ "ان ضربک زیداً ظلمٌ" کے ہے' "رجلٌ" "مصابکم" کا مفعول ہے' اور اسی وجہ سے منصوب ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ یہ کلام معلق ہے اور جب "ظلمٌ" کہیں گے تو کلام مکمل ہو جائے گا' واثق نے داد تحسین دی۔

پھر اس نے کہا تمہاری اولاد ہے۔ میں نے کہا امیر المؤمنین صرف ایک بیٹی ہے۔ اس نے کہا کہ الوداع کرتے وقت اس نے تم کو کیا کہا تھا' میں نے کہا کہ اس نے اعشیٰ کا شعر پڑھا تھا۔

"تقول ابنتی حین جدّ الرحیل. ارانا سواءً ومن قدیتم"

ترجمہ "میری بیٹی کہہ رہی ہے جب سواری تیار ہوئی۔ کہ ہم کو معلوم ہو رہا ہے کہ ہم اور یتیم برابر ہو گئے"

ابانا فلا رمت من عندنا "فانا بخیر اذا لم ترم"

ترجمہ: ہمارے ابا جان اگر آپ ہم کو چھوڑ کر سفر پر نہ جائیں تو بخیریت ہوں گے۔

ارانا اذا اضمر تک البلاد' تجفی وتقطع منا الرحم'

ترجمہ: ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ سفر آپ کو شہروں میں گم کر دے گی۔ ہم بے سہارہ ہو جائیں گے اور رشتہ دار صلہ رحمی چھوڑ دیں گے۔

واثق نے کہا کہ گویا میں تمہارے ساتھ تھا اور تم نے اعشیٰ کے اشعار کہے ہوں گے۔

"تقول بنتی وقد قربت مرتحلاً. یا رب جنّب اَبی الا وصاب والوجعا"

"میری بیٹی کہہ رہی تھی جب میں اونٹ کے قریب ہوا اس پر رخت سفر رکھنے کے لئے اے میرے رب میرے والد سے درد دکھ اور مصائب دور رکھ"

"علیکِ مثل الذی صلیتِ فاغتمضي نوماً فاِنّ لجنب المرء مضطجعاً"

"تمہارے لئے ایسی ہی حفظ و آمان کی دعا ہو تم اپنی نیند کی جگہ کی طرف چلی جاؤ اور آرام کرو۔"

میں نے کہا امیر المؤمنین آپ نے سچ کہا لیکن میں نے اپنی بیٹی کو جریر کا ایک شعر زیادہ کہا جو اس نے اپنی بیٹی کو کہا تھا'

"ثقی باللہ لیس لہٗ شریک" ومن عند الخلیفۃ بالنجاح"

"اللہ پر اعتماد کرو اس کا کوئی شریک نہیں' اور خلیفہ کی جانب سے کامیابی پر"

اس نے کہا کہ کامیابی پر وثوق رکھو انشاءاللہ' پھر میرے لئے ایک ہزار دینار کا حکم کیا' اور باعزت و باوقار مجھے واپس لوٹایا' مبرّد دیکھتے ہیں کہ جب وہ واپس بصرہ تشریف لائے تو مجھے کہا ابوالعباس "یہ مبرّد کی کنیت ہے" کہ دیکھو ہم نے اللہ کے لئے سو واپس کر دئے تو اللہ نے ہمیں اس کے عوض ایک ہزار عنایت فرما دئے۔

علم وادب کی تعظیم

(۱۸۱) قفطی کی ''ابناء الرواۃ علیٰ اِنباء النحاۃ'' میں ابوالولید عبدالملک بن قطن المھری القیروانی، النحوی، شاعر، ادیب، لبیب (وفات ۲۵۶ھ رحمہ اللہ) کے بارے میں آتا ہے، کہ ان کے پاس اطراف واکناف سے علماء کی آمد رہتی تھی اور ان کا ہاتھ تنگ تھا۔ کھانے کے بہت شوقین تھے، اور کھانے پینے میں میانہ روی نہیں رکھ سکتے تھے، کثرت سے درھم ودینار ان کے پاس آتے تھے لیکن وہ ان کو اپنے پاس روک نہ سکتے تھے مرتے دم تک ان کی یہ حالت رہی۔

ابوعبداللہ الدورانی کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابوالولید المھری کے ساتھ جا رہا تھا کہ ہمارا گذر قصابوں پر ہوا، ان میں سے ایک شخص ان کی طرف کھڑا ہوا، اور کہا ابوالولید مجھے تم سے بہت تکلیف پہنچی ہے، اس لئے کہ اب میرا تمام سامان تمہارے پاس ہوگیا ہے، لہٰذا اب تم سے مجھ کو اپنا مال لینا ضروری ہے۔ انہوں نے معذرت کی اور صبر کی تلقین کی۔ اس نے انکار کیا۔ اسی حالت میں ایک شخص کا ہم پر گذر ہوا، اس نے کہا تمہارا شیخ پر کتنا قرض ہے، اس نے کہا دس دینار، اس نے کہا کہ وہ میرے ذمہ ہوگئے میرے ساتھ چلو کہ میں تم کو دے دوں، وہ اس کے ساتھ چل پڑا، میں نے سمجھا کہ شاید مُہری کے بھائی بندوں میں سے کوئی ہے، اور مُہری سمجھے کہ شاید ان کے ساتھ یہ احسان میری وجہ سے اس شخص نے کیا۔ جب ہم مہری کے گھر پہنچے تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص جس نے میری طرف سے قرض ادا کیا یہ کون تھا۔ میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا۔ میں تو یہ خیال کر رہا تھا کہ کوئی آپکا جاننے والا ہے، اس بارے میں جب معلوم کیا گیا تو معلوم ہوا کہ رومی نصرانی عطار ہے۔ اس وقت لوگ علم وادب کی تعظیم آج کے برعکس کیا کرتے تھے۔

علم کے حصول کی خاطر پورے دن میں صرف ایک روٹی پر گزارا:

(۱۸۲) ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حجاج بن الشاعر حافظ ابوحجاج بن یوسف بن حجاج الثقفی البغدادی، ان سے ابوداؤد، مسلم، بقی بن مخلد، ابویعلی، ابن ابی حاتم اور کثیر مخلوق نے روایت کی ہے، (وفات ۲۵۹ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

صالح بن جزرہ کہتے ہیں کہ میں نے حجاج بن الشاعر کو کہتے ہوئے سنا فرما رہے تھے کہ میری والدہ نے میرے لئے ایک سو روٹیاں جمع کیں، وہ میں نے ایک تھیلے میں ڈال لیں اور مدائن کے ایک جوان کے پاس چلا گیا، میں اس کے دروازے پر سو دن رہا، روزانہ ایک روٹی نکالتا اور دجلہ کے پانی میں بھگو کر اس کو کھالیتا جب وہ روٹیاں ختم ہوگئیں تو میں واپس چلا آیا۔

ایثار اور قربانی کی اعلیٰ مثال:

(۱۸۳) خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد میں علامہ یعقوب بن شیبہ (ولادت ۱۸۲ھ وفات ۲۶۲ھ رحمہ اللہ) ''مسند الکبیر المعلّل'' کے مصنف، کہ اس سے بہتر مسند معلّل تصنیف ہی نہیں ہوئی، کی سوانح میں آیا ہے۔

ابوالحسن احمد بن یوسف بن البھلول کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ مجھ کو یعقوب بن شیبہ نے بتایا، کہ ایک شخص پر ایک عید کا وقت ایسا آیا کہ اس کے پاس سوائے سو دینار کے اور کچھ نہ تھا، (مراد اپنی ذات ہے) اس کے احباب میں سے کسی نے اس کو لکھا کہ عید آگئی ہے اور میرے پاس بچوں پر خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں، اس نے اخراجات کے لئے کچھ رقم کی استدعا کی، اس نے وہ سو دینار ایک لفافہ میں ڈالے اس پر مہر لگائی اور اس کی طرف بھیج دئے، وہ لفافہ اس شخص کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اس کے دوستوں میں سے کسی کا خط اس کو پہنچا اس نے بھی عید کی آمد اور اپنی تنگ دستی کا تذکرہ اس میں کیا تھا، اور کچھ رقم طلب کرنے کا مطالبہ کیا تھا، اس نے وہ تھیلا اسی طرح اس کی طرف روانہ کر دیا، اور پہلے والے شخص کے پاس کچھ نہ رہا، اس نے اپنے دوست کو لکھا، یہ اب تیسرا شخص ہے جس کے پاس دینار پہنچے، اس کو اپنا حال لکھا اور عید کے اخراجات کی استدعا کی، اس نے وہ تھیلا مہر لگا ہوا اس کی طرف بھیج دیا، جب اس کے پاس وہ تھیلا اسی حالت میں پہنچا جس حالت میں اس نے بھیجا تھا، تو وہ تھیلا اٹھائے اپنے دوست کے پاس پہنچ گیا، اور کہا کہ اس تھیلے کی حقیقت کیا ہے جو تم نے مجھ کو بھیجا تھا، اس نے کہا کہ ہم پر عید آئی اور ہمارے پاس بچوں پر خرچ کرنے کے لئے کچھ نہ تھا، میں نے اپنے بھائی کو لکھا اور بچوں کیلئے عید کے خرچے کے استدعا کی۔ اس نے یہ تھیلا مجھ کو بھیج دیا۔ پھر جب

آپ کا رقعہ موصول ہوا' تو وہ میں نے آپ کو بھیج دیا' اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ اس کے پاس چلو' یہ دونوں اس تیسرے کے پاس چلے گئے اور ان کے پاس وہ تھیلا بھی تھا' انہوں نے آپس میں وہ راز کی بات افشا کی۔ پھر وہ رقم آپس میں تقسیم کر لی' ابوالحسن کہتے ہیں کہ مجھ کو میرے والد نے کہا کہ وہ تین اشخاص یعقوب بن شیبہ' ابوالحسان الزیادی' تھے اور تیسرا شخص میں بھول گیا ہوں میرے والد نے اس کا نام بھی مجھے بتایا تھا۔

اہل علم کی نظر میں سونا اور مٹی برابر ہیں:

(۱۸۴) قاضی ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں داؤد بن علی الاصفہانی الظاہری اہل ظواہر کے شیخ (ولادت ۲۰۱ھ وفات ۲۷۰ھ رحمہ اللہ) بغداد کی علمی ریاست کی انتہاء ان پر ہوتی ہے' کی سوانح میں لکھا ہے۔

ابوعبداللہ المحاملی کہتے ہیں کہ میں نے عید الفطر کی نماز مدینہ کی جامع مسجد میں پڑھی' پھر میں نے داؤد بن علی کے پاس عید کی مبارکباد کے لئے آنے کا ارادہ کر لیا' میں جب ان کے پاس آیا تو ان کے پاس تھال میں ایک ناکارہ قسم کی سبزی کے پتے پڑے ہوئے تھے' اور ایک پیالہ میں پھلوں کا عرق تھا اور اس میں آٹے کا بورا پڑا ہوا تھا' اور یہ بیٹھ کر کھا رہے تھے' میں نے ان کو عید کی مبارکباد دی' اور ان کی حالت پر مجھ کو تعجب ہوا اور میں نے محسوس کیا کہ دنیا کے ساز و سامان کی کوئی حقیقت نہیں' میں ان کے ہاں سے نکلا اور قریب ایک شخص کے گھر گیا جو افعال خیر کا دلدادہ تھا' اس کو جرجانی کہا جاتا تھا۔ وہ سر اور پاؤں سے برہنہ میرے لئے نکلا' اور کہا کہ قاضی صاحب کیا ارادہ لے کر تشریف لائے ہو' میں نے کہا کہ داؤد بن علی تمہارے پڑوس میں ہیں ان کی علمی حیثیت تم جانتے ہو پھر میں نے ان کی حالت جو میں نے دیکھی تھی بیان کی' میں نے ان کو کہا کہ تم کیوں داؤد بن علی کی حالت سے بے خبر ہو۔

جرجانی نے کہا کہ داؤد بد اخلاق آدمی ہے میں نے گذشتہ رات اس کے لئے ایک ہزار درہم بھیجے تا کہ ان کا کچھ ہو جائے لیکن وہ اس نے واپس کر دئے اور غلام کو کہا کہ اس کو کہہ دو تم نے مجھ کو کس نظر سے دیکھا ہے' اور کس نے تم کو میری حالت اور ضرورت پہنچائی' کہ تم نے یہ رقم

میرے پاس بھیجی۔

محاملی کہتے ہیں کہ مجھ کو بڑا تعجب ہوا اور میں نے جرجانی کو کہا کہ تم وہ رقم میرے پاس لے آؤ میں لے کر جاتا ہوں' اس نے وہ رقم مجھ کو دے دی' اور غلام کو کہا کہ ایک دوسرا تھیلا لے آؤ' اس نے ایک ہزار مزید دے دئے' اور کہا کہ یہ ہماری طرف سے اور یہ قاضی کی عنایت کی وجہ سے' میں نے ان کے لئے یہ دو ہزار درہم لئے اور ان کے پاس آ گیا' میں نے دروازہ کھٹکھٹایا' اندر گیا' اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد وہ درہم نکال کر ان کے سامنے رکھ دئے تو انہوں نے کہا کہ جس شخص کو میں نے اپنے راز کا امین بنایا کیا اس کی یہی جزا تھی۔ میں نے امانت علمی کی وجہ سے تجھ کو اندر آنے کی اجازت دی' یہ واپس لے جاؤ مجھ کو ضرورت نہیں۔

محاملی کہتے ہیں کہ میں واپس آ گیا اور دنیا میری نظر میں بہت حقیر ہو چکی تھی۔ واپس آ کر میں نے جرجانی کو تمام بات بتا دی' اس نے کہا کہ میں نے یہ رقم اللہ کے لئے نکالی ہے' اب یہ میرے مال میں واپس نہیں آ سکتی' پس قاضی ہی اس کا ذمہ دار ہے کہ ان کو اہل بر و عفت میں صرف کر دیں۔ جب کسی کی آنکھ سونے کی خواہش سے بلند ہو جائے تو پھر اس کی نظر میں سونا اور مٹی ایک برابر ہو جاتا ہے۔

علم جبے اور دستار کا محتاج نہیں:

(۱۸۵) امام داؤد بن علی الظاہر' فقیر' اللہ کی ذات پر مطمئن سے ایک عجیب بات سرزد ہوئی جس کو میں یہاں تبعاً ذکر کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک بہت بڑے عالم کو ان کی فقر کی وجہ سے ہلکا سمجھا' اس فقیر عالم نے اس کو علم سے جھکایا' اس کو اس میں عجیب درس ملا۔

قاضی ابن خلکان کہتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ داؤد ظاہری کی مجلس میں روزانہ چار سو کبار علماء جبہ و دستار والے حاضر ہوتے تھے' داؤد کہتے ہیں کہ ایک دن میری مجلس میں ابو یعقوب الشریطی آئے یہ اہل بصرہ میں سے تھے انہوں نے دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ کسی کو اٹھائے بغیر وہ میرے پہلو میں آ کر بیٹھ گئے' مجھے کہا جوان جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو' مجھے ان کے اس کہنے پر غصہ آ گیا' اور میں نے ازراہ استہزا ان کو کہا کہ میں آپ سے حجامت (سنگی

کھچوانے) کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں' ابو یعقوب دوزانو ہو کر بیٹھ گئے' پھر انہوں نے حدیث "افطر الحاجم والمحجوم" کے تمام طرق بیان کر دئے اور کسی نے اس کو مرسل بیان کیا' کسی نے مسند اور کسی نے موقوف' اور کن کن فقہاء نے اس کو بطور مسلک اختیار کیا' اور حضور علیہ السلام کی سنگی کھچوانے والی حدیث کے اختلاف طرق بیان کئے اور حجام کو اجرت دینے کا بیان کیا۔ کہ اگر احتجام حرام ہوتا تو آپ اجرت نہ دیتے' پھر اس حدیث کے طرق کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ سے سینگی کھچوائی بیان کئے' پھر حجامت کی صحیح احادیث بیان کئے' پھر متوسط' پھر احادیث ضعیفہ یعنی موضوع احادیث بیان کیں۔ موضوع مثلاً' حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ فلاں دن اور فلاں وقت سینگی نہ کھنچواؤ' پھر اہل طب نے جو سنگیوں کے بارے میں کہا وہ بیان کیا' پھر بتایا کہ اصفہان داؤد ظاہری کے شہر سے سنگیوں کا رواج کس طرح ختم ہوا' داؤد کہتے ہیں کہ میں نے ان کو کہا اللہ کی قسم میں آج کے بعد کسی کو حقیر نہیں سمجھوں گا۔

زمانہ طالب علمی میں چقندر اور بندگوبھی کے پتے کھا کر گزارا کرنے والے:

(۱۸۶) ذھبی نے "تذکرۃ الحفاظ" اور "سیر اعلام النبلاء" میں حافظ شیخ الاسلام بقی بن مخلد القرطبی کے تذکرے میں لکھا ہے کہ انہوں نے مشرق و مغرب کا طواف اپنے پاؤں پر چل کر کیا' ذھبی کہتے ہیں کہ ابو الولید الفرضی نے کہا کہ بقی بن مخلد کہا کرتے تھے کہ میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں کہ جن کے طالب علمی کے ایام اس طرح گذرے ہیں کہ جن کو کھانے کے لئے چقندر یا بندگوبھی کے وہ پتے جو پھینک دئے جاتے ہیں کے علاوہ دوسری کوئی چیز میسر نہ آتی تھی۔

(۱۸۷) علامہ یاقوت الحموی نے "معجم الأدباء" میں بقی بن مخلد اندلسی کے تذکرے میں لکھا ہے' کہ انہوں نے ایک دن طلبہ کو کہا کہ آج تم بھی علم حاصل کرنے کے لئے آ گئے ہو کیا علم اس طرح حاصل کیا جاتا ہے' کہ جب کسی کا کوئی دوسرا کام نہ ہو تو کہتا ہے چلو علم حاصل کر لیتے ہیں۔ میں ایک شخص کو جانتا ہوں (اپنی طرف اشارہ ہے) کہ اس کے طالب علمی کے ایام اس پر اس طرح گذرے ہیں کہ اس کے پاس کھانے کے لئے چقندر کے پتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا' اور کئی مرتبہ اس نے کاغذ خریدنے کے لئے کپڑے فروخت کئے' پھر اللہ نے کسی ذریعہ

سے کپڑوں کا بندوبست کیا۔

(۱۸۸) حافظ ابن ابی حاتم الرازی "جرح و تعدیل" کے مقدمہ میں اپنے والد امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ ۲۱۴ھ میں' میں بصرہ میں اٹھارہ مہینے رہا' میں یہ سوچ کر گیا تھا کہ ایک سال رہوں گا' میرا خرچہ جب ختم ہو گیا تو پھر میں رفتہ رفتہ اپنے بدن کے کپڑے فروخت کرنے لگا' یہاں تک کہ کپڑے بھی ختم ہو گئے اور میں بغیر خرچ کے ہو گیا' میں اپنے ایک دوست کے ساتھ مشائخ کی مجلس میں شام تک سماع کے لئے جاتا تھا' شام کو میرا دوست گھر چلا جاتا اور میں خالی ہاتھ واپس آ کر سخت بھوک کی وجہ سے صرف پانی پیتا رہتا۔

(۱۸۹) خطیب کی "تاریخ بغداد" اور ابن حجر کی تہذیب التہذیب" میں امام محمد بن نصر المروزی (ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۹۴ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ میں مصر میں کئی سال رہا' اور میرے کھانے' کپڑے' کاغذ' سیاہی اور دیگر اخراجات پر سالانہ بیس درہم خرچ ہوتے تھے۔

نصرت خداوندی:

(۱۹۰) خطیب کی "تاریخ بغداد" میں محمد بن جریر الطبری' اور ذھبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں محمد بن ہارون الرویانی اور تاج الدین السبکی نے "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں محمد بن نصر المروزی کے احوال میں' مصر میں محمد ین (محمد کی جمع) کے بھوک و افلاس کی حکایت لکھی ہے' ابو العباس البکری کہتے ہیں کہ رحلہ علم نے محمد بن جریر الطبری' محمد بن اسحاق بن خزیمہ' اور محمد بن نصر المروزی' اور محمد بن ہارون الرویانی کو مصر میں جمع کیا' یہ ۲۵۶ھ کا زمانہ تھا' یہ محتاج اور فقیر ہو گئے' یہاں تک کہ معمولی گذاران کے لئے بھی ان کے پاس کچھ نہ بچا' اور بھوک نے شدت اختیار کر لی کہ ان کو تکلیف ہونے لگی' ایک رات یہ اس گھر میں اکٹھے ہو گئے جس میں حدیث شریف لکھا کرتے تھے' یہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ قرعہ اندازی کر لی جائے' اور جس کے نام قرعہ نکلے وہ اپنے ساتھیوں کے لئے کھانا مانگ کر لائے گا جب قرعہ پڑا تو محمد بن اسحاق بن

حزیمہ کے نام نکلا' انہوں نے ساتھیوں کو کہا کہ مجھ کو ذرا مہلت دو' کہ میں صلاۃ استخارہ پڑھ لوں' انہوں نے نماز شروع کردی' یہ باقی حضرات کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی طرف روشنیاں چلتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں' والی مصر احمد بن طولون کے ایلچی آئے اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا' انہوں نے جب دروازہ کھولا تو وہ سواری سے اترا' اور کہا کہ محمد نصر کون ہے؟ انہوں نے اس کی طرف اشارہ کردیا۔ اس نے ایک بٹوہ نکالا جس میں پچاس دینار تھے ایک بٹوہ دے دیا' پھر کہا کہ تم میں محمد بن اسحاق بن حزیمہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے' وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو بھی ایک بٹوہ دیا جس میں پچاس دینار تھے' پھر کہا کہ محمد بن ہارون کون ہے' کہا کہ یہ ہے ان کو بھی اتنی رقم دے دی۔

پھر کہا کہ کل دوپہر کے وقت امیر سوئے ہوئے تھے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا ان کو کہہ رہا تھا کہ ''محامد'' یعنی محمد نام والے یہ لوگ بھوک سے نڈھال ہیں یہ رقم کی تھیلیاں ان کے پاس بھیج دو' یہ تم پر تقسیم کردیے گئے ہیں جب یہ ختم ہوجائیں تو اطلاع کردینا تاکہ مزید دیے جائیں۔

ورع وتقویٰ اور فقر وفاقہ کا حسین امتزاج:

(۱۹۱) خطیب کی ''تاریخ بغداد'' اور ذھبی کی ''سیر اعلام النبلاء'' میں ابوجعفر محمد بن احمد نصر الترمذی الشافعی الزاھد (ولادت ۲۰۱ھ وفات ۲۹۵ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے کہ انہوں نے انتیس سال احادیث لکھیں' اصحاب شافعی سے فقہ حاصل کی' بغداد میں سکونت اختیار کی۔ وہاں حدیث پڑھائی' احمد بن کامل' ابن قانع ابوبکر بن خلاد الرامھرمزی ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی'' کے مصنف ابوالقاسم الطبرانی نے ان سے علم حدیث حاصل کی۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ آپ ثقہ' عابد' زاہد اور غیر ضرر رساں تھے' احمد بن کامل کہتے ہیں کہ میں نے عراق میں شافعیہ کا ان سے بڑا آدمی ان سے زیادہ متقی اور کم خوراک کھانے والا شخص نہیں دیکھا' وہ فقر اور فقر پر صبر کے عظیم حالت پر تھے۔

ابراھیم بن السری الزجاج کہتے ہیں' کہ میں ابوجعفر کو مہینہ کے چار درھم دیا کرتا تھا' جن

سے وہ اپنا گذارہ چلاتے اور کسی سے کچھ مانگتے نہ تھے۔ محمد بن موسیٰ بن حماد البربری کہتے ہیں کہ مجھے انہوں نے خبر دی کہ ایک مہینہ انہوں نے صرف پانچ پیسوں پر گذارہ کیا' میں نے ان کو کہا کہ یہ کس طرح آپ نے گذارہ کیا' تو فرمایا کہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ تھا تو میں اس پر شلجم خریدتا' اور روزانہ ایک کھالیتا' ۹۴ھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔

تن کے کپڑے فروخت کر کے کاغذ خریدنا:

(۱۹۲) علامہ ابوزید الدباغ نے ''معالم الایمان فی معرفۃ اھل القیروان'' میں ابوجعفر احمد بن عبدالرحمان القصری (وفات ۳۲۱ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے کہ وہ فقیہ' صالح' کثرت سے رونے والے تھے' روایت تصحیح کتب' اور جمع کتب کے ساتھ ان کو خاص شغف تھا' اور کہا کرتے تھے کہ دن اور رات میں لکھنے کی کثرت کی وجہ سے چالیس سال سے میرا قلم خشک نہیں ہوا' کبھی وہ اپنے کپڑے فروخت کر کے کتاب یا لکھنے کے لئے کاغذ خریدا کرتے تھے۔

ابوبکر مالکی کہتے ہیں کہ ابوجعفر سوس شہر میں یحییٰ بن عمر کی ملاقات کے لئے وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی' ان کے پاس اتنا کچھ نہ تھا کہ کاغذ خرید کر کتاب اپنے لئے نقل کرلیتے' انہوں نے اپنی قمیص فروخت کی اور اس سے کاغذ خریدے' کتاب لکھی پھر اس کا تقابل کیا اور واپس قیروان آ گئے۔

تیس ہزار طالب علموں کا ہجوم:

(۱۹۳) ابن الجوزی نے ''المنتظم'' میں اور ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ مجود علامہ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد بن واصل' النیشاپوری' فقیہ شافعی' المعروف ابن زیاد الشافعی صاحب تصانیف' (ولادت ۲۳۸ھ وفات ۳۲۴ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔ کہ انہوں نے طلب علم کے لئے عراق' شام اور مصر کا سفر کیا' بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہاں حدیث پڑھائی' حدیث اور فقہ دونوں کا علم آپ کے پاس جمع تھا ثقہ اور صالح تھے۔

حاکم کہتے ہیں کہ شافعیہ میں وہ عراق میں اپنے زمانہ کے امام تھے۔ فقہیات اور اختلاف صحابہ کا بہت علم رکھتے تھے' دارقطنی کہتے ہیں کہ مجھے اپنے مشائخ میں ان سے زیادہ اسایند اور

متون کا حافظ نہیں ملا' متون کے اندر زیادت الفاظ کو بھی وہ جانتے تھے' جب حدیث بیان کرنے کے لئے بیٹھتے تو شاگرد کہتے حدیث بیان کرو تو وہ فرماتے تم سوال کرو' وہ سوال کرتے یہ اس سے متعلق حدیث بیان کرتے اور املاء کرواتے۔

ابو عبداللہ بن بطہ کہتے ہیں کہ ہم ابوبکر نیشاپوری کی مجلس میں حدیث کی زیادت سننے کے لئے گئے ان کی مجلس میں سیاہی کی دواتوں کا تخمینہ اندازاً تیس ہزار تھا۔ اس کے بعد تھوڑی ہی مدت گذری تھی کہ ہم ابوالنجاد کی مجلس میں حاضر ہوئے تو ان کی مجلس کے دواتوں کا تخمینہ دس ہزار تھا' لوگوں نے تعجب کیا تھا کہ دو تہائی لوگ چلے گئے۔

یوسف بن عمر القواس کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر نیشاپوری کو کہتے ہوئے سنا' کہ تم اس شخص کو جانتے ہو جس نے چالیس سال رات کو قیام کیا ہو' اور رات کو تھوڑی دیر صرف گھٹنوں کے بل سویا ہو' اور روزانہ صرف پانچ دانوں پر گذارہ کیا ہو' اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی ہو' پھر کہا کہ وہ میں ہوں' اور یہ سب کچھ ام عبدالرحمان کو پہچاننے سے پہلے تھا' میں اس شخص کو کیا کہوں جس نے میری شادی کروائی' میرا ارادہ تو خیر ہی کا تھا' ان کی وفات ۳۲۴ھ میں ہوئی' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ایک کتاب کا دو سو مرتبہ مطالعہ:

(۱۹۴) مؤرخ ادیب' صلاح الدین الصفدی نے فلسفی اسلام محمد بن محمد بن طرخان ابو نصر الفارابی' حکیم' علامہ' نادر روزگار' (ولادت فاراب میں ۲۶۰ھ وفات دمشق ۳۳۹ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ وہ دنیا کے لوگوں میں بہت زاھد تھے' سیف الدولہ نے ان کے لئے روزانہ کے چار درہم مقرر کئے تھے' وہ دمشق سے مصر گئے' بعض نے یہ بھی کہا کہ وہ جب حران سے واپس لوٹے تو بغداد میں ارسطو کی کتابوں کے مطالعہ کے لئے بیٹھ گئے' یہاں تک کہ حکمت میں مہارت حاصل کر لی۔

کہا جاتا ہے کہ ارسطو کی کتاب ''النفس'' کا ایک نسخہ ملا جس پر ابونصر الفارابی کے خط کے

ساتھ لکھا ہوا تھا کہ میں نے یہ کتاب دو سو مرتبہ پڑھی' اور خود کہا کرتے تھے کہ میں نے ارسطو کی کتاب ''السماع الطبیعی'' چالیس مرتبہ پڑھی' اور مجھے پھر بھی اس کے اعادے کی ضرورت تھی' یونانی اور دیگر بہت سی زبانیں بہت خوبصورتی کے ساتھ بولتے تھے' اور خود اپنے بارے میں کہا کرتے تھے کہ ستر سے زائد زبانیں خوبصورتی سے بول سکتا ہوں' ان سے پوچھا گیا کہ تم اس زبان کو زیادہ جانتے یا ارسطو تو کہنے لگے کہ اگر میں ان کو پالیتا تو میں ان کا بڑا شاگرد ہوتا۔

ابن سینا کہتے ہیں کہ میں نے ابونصر الفارابی سے کسب فیض کے لئے سفر کیا۔ لیکن میں نے ان کو نہیں پایا' کاش میں ان کو پالیتا تو ضرور فائدہ حاصل کر لیتا' ابن سینا کہتے ہیں کہ میں نے ارسطو کی کتاب ''مابعد الطبیعہ'' کا مطالعہ کیا۔ لیکن وہ مجھے کچھ بھی سمجھ نہ آئی' اور اس کتاب کے واضع کی غرض میں نہ سمجھ سکا' یہاں تک کہ میں نے کتاب چالیس مرتبہ پڑھی' وہ مجھے یاد تو ہو گئی لیکن سمجھنے میں مایوسی رہی' میں نے کہا کہ اسکے سمجھنے کی میرے پاس کوئی سبیل نہیں۔

کتاب سمجھ آ جانے پر صدقہ:

ایک دن میں عصر کی نماز کے بعد کاغذ فروشوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دلال آواز لگا رہا تھا ایک مجلد کتاب کے فروخت کرنے کی' کاغذ فروش نے اس کو میری طرف متوجہ کیا' میں نے بختی کے ساتھ اور اس یقین کے ساتھ وہ کتاب واپس کر دی کہ اس کے علم میں کوئی فائدہ نہیں' اس نے کہا مجھ سے خرید لو صرف تین درہم میں فروخت کرتا ہوں۔ میں نے خرید لی' دیکھا تو وہ ابونصر الفارابی کی اس کتاب کے اغراض پر کتاب تھی' میں واپس گھر آیا اور جلد از جلد اس کو پڑھنا شروع کیا' تو اسی وقت مجھ پر اس کتاب کی اغراض کھل گئیں' کتاب میری سمجھ میں آ گئی' دوسرے دن میں نے فقراء پر بہت سا صدقہ کیا۔

زندگی کے دو دور

(۱۹۵) ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں عالم ادیب' شاعر' عاقل' سخی وزیر حسن بن محمد الازدی' المھلبی' البصری' جو وزیر المھلبی کے نام سے مشہور تھے (ولادت ۲۹۱ھ وفات ۳۵۲ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ ابوالحسن احمد بن لُوَیہ معز الدولہ کے وزیر تھے' اپنی عظمت قدر' وسعت صدر' بلند ہمتی' ہاتھ کی سخاوت میں مشہور تھے۔ علم وادب' اور اہل علم کے ساتھ محبت میں بھی' یہ انتہاء پر تھے' معز الدولہ کے ساتھ تعلقات سے پہلے' یہ حوائج اور ضروریات کے بارے میں بہت تنگ اور تختی میں تھے' ایک مرتبہ سفر بھی کیا' اور اس سفر میں ان کو سخت مشکلات پیش آئیں' ان کو گوشت کھانے کی اشتہاء پیدا ہوئی' لیکن گوشت خریدنے پر ان کو قدرت نہ تھی' انہوں نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے ترجمہ" کاش کہ موت فروخت ہوتی تو میں اس کو خرید لیتا' اس زندگی میں تو کوئی خیر نہیں' کاش اچھے ذائقے والی موت آجاتی جو مجھ کو اس کریہہ زندگی سے نجات دلا دیتی۔

جب میں کسی قبر کو دور سے دیکھ لیتا ہوں تو کہتا ہوں کاش یہ میری قبر ہوتی اللہ اس شریف بندے پر رحم فرمائے جو اپنے بھائی پر وفا کی شرط سے صدقہ کرلے۔ اس کے ساتھ اس کا ایک دوست تھا' جس کا نام عبداللہ الصوفی' یا ابوالحسن العسقلانی تھا اس نے جب یہ اشعار سنے تو ایک درھم کا گوشت خرید کر پکا کر ان کو کھلا دیا' اور دونوں الگ ہو گئے' اس کے بعد مہلبی کے احوال تبدیل ہو گئے' اور ان کو بغداد میں معز الدولہ کی وزارت مل گئی' اور جس دوست نے سفر میں ان کو گوشت کھلایا تھا اس کے احوال تنگ ہو گئے' اس کو مہلبی کی وزارت کی خبر بھی ہو چکی تھی' اس نے ان کا ارادہ کیا وہاں پہنچے اور ایک رقعہ لکھا' کہ وزیر کو کہہ دیں کہ ان پر میری جان قربان ہو۔ ایک بات جو وہ بھول چکے ہوں گے' کیا آپ کو یاد ہے کہ جب زندگی سے آپ تنگ آ چکے تھے اور آپ نے کہا تھا کاش موت فروخت ہوتی تو میں اس کو خرید لیتا۔

جب وزیر نے رقعہ پڑھا' ان کو یاد آیا' اور ان کے کرم کا جذبہ ابھرا' اور فوراً اپنے ساتھی کے لئے سات سو درھم کا حکم صادر کیا اور جوابی رقعہ میں یہ آیت

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت

سبع سنابل فی سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء

واللہ واسع علیم.

لکھی۔ پھر ان کو بلایا انعام واکرام سے نواز اور ایک ملازمت دے دی جس سے وہ اپنا کام چلائیں' اس ضیق کے بعد جب مہلبی کو وزارت ملی تو اس نے یہ اشعار کہے۔

"ترجمہ" زمانہ میرے فاقہ کی وجہ سے نرم ہو گیا' اور اس نے میری لمبے گٹھن زندگی میں میری غم خواری کی اس نے میری امید مجھے پہنچا دی اور جس سے میں بچنا چاہتا تھا اس سے مجھ کو بچائے رکھا میں اس کے تمام سابقہ گناہوں سے درگذر کروں گا' اور اس گناہ سے بھی جو بڑھاپے نے میری مانگ نکالنے کی جگہ (بالوں) سے کیا۔

ان کے تنگی کے وقت کے دوسرے اشعار جو انہوں نے بعض رؤسا کو لکھے' بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ اشعار ابونواس شاعر کے ہیں' "ترجمہ" اگر میں اپنی اس مصیبت پر تم سے زیادہ کا مطالبہ کروں۔ تو تم زیادہ فقر اور محتاجی مجھ کو دیتے' اور اگر مردوں کو میری جیسی زندگی پیش کر دی جائے تو وہ بھی اس زندگی کو نہ چاہیں گے۔

ہاتھ کی کمائی اور علم کی خدمت:

(۱۹۶) انباری کی "نزھۃ الألباء" اور قفطی کی "ابناء الرواۃ" اور ابن خلکان کی "وفیات" میں ابوسعید حسن بن عبداللہ السیرافی' قاضی' نحوی' بغدادی' فارسی الاصل' جامع العلوم والفنون (ولادت ۲۸۴ھ وفات ۳۶۸ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے کہ ان کی ولادت فارس کے شہر سیراف میں ہوئی' وہیں انہوں نے طلب علم کی ابتداء کی' پھر بغداد آئے اور کبار مشائخ سے علم حاصل کیا' پھر ان کو قاضی بنایا گیا' یہ قرآن کا درس دیا کرتے تھے' قراۃ' علوم قرآن' علم نحو' لغت' فقہ' فرائض' کلام' شعر' عروض' قوافی' حساب اور ان کے علاوہ علوم پڑھایا کرتے تھے' بصریوں کے نحو کے بہت بڑے عالم تھے' فقہ میں امام ابوحنیفہ کے مذھب کی نسبت رکھتے تھے' بغداد میں شیخ القراء ابوبکر بن مجاھد سے قرآن پڑھا' اور لغت کے شیخ ابوبکر بن درید سے لغت اور ان دونوں نے ان سے نحو پڑھی' ابوبکر بن السراج بغدادی' اور ابوبکر مُبْرَمان بغدادی سے انہوں نے نحو پڑھی' ان میں سے ایک نے ان سے قرأت اور دوسرے نے حساب پڑھا۔

انہوں نے بہت ساری کتب تصنیف کیں' ان میں سے ان کی سب سے بڑی تصنیف "کتاب سیبویہ" کی شرح ہے۔ کتاب سیبویہ کی ان سے اچھی شرح کسی نے نہیں لکھی' اور اگر

ان کی کوئی دوسری تصنیف نہ بھی ہوتی تو ان کے فضیلت کے لئے یہی کافی تھی' اور ان کی ایک کتاب ''المقصورۃ الدریدیہ'' کی شرح ہے۔ اور ایک سو اوراق پر مشتمل ان کی ایک کتاب ہمزات وصل اور ہمزات قطع پر ہے' اور ایک کتاب ''اخبار النحاۃ البصریین'' ہے' اور ایک کتاب ''الوقف والابتداء ہے' اور ایک کتاب ''صناعۃ الشعر والبلاغۃ'' ہے اور ایک کتاب ''جزیرۃ العرب'' ہے۔

آپ انتہائی زاھد تھے صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے اور جب تک دس اوراق نہ لکھ لیتے تو اس وقت تک مجلس قضاء یا مجلس تدریس کے لئے تشریف نہ لے جاتے' اس تحریر کی دس درھم اجرت لیتے جو اس کے اخراجات کے بقدر ہوتے تھے' ان کا خط بہت اچھا تھا' پھر مجلس کی طرف نکلتے' بہت پاکیزہ' عفیف' اچھے طور طریقے والے' اچھے اخلاق والے تھے' رحمۃ اللہ علیہ قفطی کہتے ہیں کہ ان کے واقعات میں نے یہاں مختصراً ذکر کردیے ہیں تفصیلی احوال پر میں نے الگ ایک مفید کتاب بنام ''المفید فی اخبار ابی سعید'' لکھی ہے۔

منفرد زمانہ کتاب کے مصنف:

(۱۹۷) امام لغوی' فقیہ' ادیب' نحوی' شاعر' ادیب' ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا الرازی' ایک منفرد زمانہ کتاب ''مقاییس اللغۃ'' کے مصنف ہیں آپ قزوین میں بڑے ہوئے پھر ھمذان کا سفر کیا' وہاں مقیم ہو گئے' اور غربت بھوک وافلاس نے آپ کو آ گھیر لیا تھا' مقروض اور تنگ دست ہو گئے تھے ھمذان کی شکایت میں انہوں نے اشعار کہے۔

''ترجمہ' ھمذان میں بارش شروع ہو گئی لیکن میں اس کا قائل نہیں' سوائے اس کے کہ آنتڑیوں میں آگ بھڑک رہی ہے' میں کیوں نہ اس شہر کے لئے دعاء کروں جس نے مجھ کو بدلہ نسیان کا دیا جو کچھ میں جانتا تھا۔ اور جو کچھ جانتا تھا وہ میں بھول گیا۔ اور میں مقروض بھی ہو گیا اور میرے گھر میں ایک درھم بھی نہ رہا' پھر ہمذان سے ریؔ منتقل ہو گئے' اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔

قاضی کی سواری پر سوار ہونے سے انکار:

(۱۹۸) حافظ ذھبی نے ''معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار'' میں ابوالحسن الدرانی القطان الدمشقی علی بن داؤد' جامع دمشق کے امام اور قاری اور وہاں کے محدث (وفات ۴۰۲ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ انہوں نے قراء کی ایک بہت بڑی جماعت کو قرأت پڑھائی' اور عام لوگوں نے بھی آپ سے قرأت پڑھی' ان کے شاگرد انشا' بن نظیف المعز ی الدمشقی کہتے ہیں کہ روایت عامر میں ان جیسا حاذق اور متقن میں نے نہیں دیکھا۔

عبدالمنعم النحوی کہتے ہیں کہ قاضی ابومحمد العلوی اور مشائخ کی ایک جماعت ''داریؔ'' آئی۔ شیخ علی بن داؤد کو جامع دمشق میں امام بنانے کے لئے اھل داریؔ نے ان کا مقابلہ کیا اور بڑے ردّ و کد کے بعد اجازت دی۔

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ میں نے ابن اکفانی سے سنا وہ مشائخ سے نقل کررہے تھے کہ ابوالحسن بن داؤد۔ داریؔ میں امام تھے' جامع دمشق کے امام فوت ہو گئے' دمشق والے داریؔ آئے تا کہ شیخ کو امامت کیلئے لائیں' اھل داریؔ اسلحہ لے کر نکل آئے اور کہا ہم اپنا امام تم کو نہیں دیتے۔ ابومحمد عبدالرحمٰن بن نصر نے کہا کہ داریؔ والو' کیا تمہیں یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ لوگ کہیں کہ دمشق والے امام کے لئے اھل داریؔ کے محتاج ہو گئے' انہوں نے کہا کہ ہم راضی ہو گئے۔

قاضی کا خچر ان کو سواری کے لئے پیش کیا گیا' انہوں نے انکار کیا اور اپنے گدھے پر سوار ہو کر دمشق آئے' اور مینارہ شرقیہ میں سکونت اختیار کی' درمیان برآمدے کی شرقی جانب میں آپ قرأت پڑھایا کرتے تھے' امامت پر کوئی اجرت نہیں لیا کرتے تھے' اور پڑھنے والوں سے بھی کوئی صلہ قبول نہیں کرتے تھے۔ اپنے داریؔ والی جائیداد سے گذارہ کیا کرتے تھے۔ گذارے کے بقدر گندم وہاں سے لاتے۔ گندم پسوانے کے لئے خود چکی پر تشریف لیجاتے آٹا خود گوندھتے' روٹی خود پکاتے' قراۃ الشامیین کی ریاست آپ پر ختم تھی آپ سیدھے راستہ پر

گامزن رہے' رحمۃ اللہ علیہ'

"اولئک الناس ان عدّو وان ذکرو. ومن سواھم فلغو" غیر معدودِ"

لوگ تو یہی ہیں کہ ان کو گنا جائے اور ان کا ذکر کیا جائے' اور ان کے علاوہ جو ہیں تو وہ لغو اور بیکار ہیں کسی شمار کے نہیں۔

سات سو فقہاء کا مجمع:

(۱۹۹) تاج السبکی نے "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں ابو حامد الاسفرائینی (ولادت ۳۳۴ھ وفات ۴۰۶ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ شیخ ابو حامد احمد بن محمد الأسفرائینی حافظ المذھب اور امام مذھب تھے' علم کے پہاڑوں میں بلند پہاڑ اور علماء امت میں رفیع الشان عالم تھے' اسفرائین میں پیدا ہوئے اور جوانی میں بغداد آئے' ابوالحسن بن مرزبان اور ابوالقاسم الدارکی' سے فقہ حاصل کی یہاں تک کہ اپنے زمانہ کے یکتاء روزگا ہو گئے' اور عبداللہ بن عدی' ابوبکر اسماعیل' ابوالحسن الدارقطنی' ابراھیم بن محمد بن عبدک الأسفرائینی وغیرہ سے حدیث حاصل کی ان سے ان کے تلامذہ میں قاضی القضاۃ ابوالحسن الماوردی۔ فقیہ سلیم الرازی' ابوعلی السنجی' ابوالحسن المحاملی' اور بہت سے دوسرے حضرات نے روایت کی۔

شیخ ابواسحاق الشیرازی کہتے ہیں کہ بغداد کی دینی و دنیوی سربراہی ان پر ختم تھی زمین ان کے اصحاب سے بھر گئی تھی' ان کی مجلس میں تین سو فقیہ جمع ہوتے تھے۔ موافق اور مخالف ان کی فقہی صلاحیت ان کی فضیلت اور تقدم' حسن نظر' نظافت علم پر متفق تھے۔ خطیب کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ ان کی مجلس میں سات سو فقیہ حاضر رہتے تھے' اور لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر امام شافعی ان کو دیکھ لیتے تو بہت خوش ہوتے۔

بادشاہوں کے ہاں ان کا بڑا مقام تھا۔ دین میں وافر حصہ' زھد و تقویٰ میں پایہ کمال تھا' تمام اوقات کو تدریس مناظرہ' چھوٹی چھوٹی باتوں پر نفس کا مواخذہ' اور زبان کی لغزشوں کے مواخذے پر' "اگر چہ دوران احسان زبان جلدی چل جاتی" صرف کرتے تھے۔

خلیفہ وقت امیر المؤمنین کے ساتھ ان کا معاملہ چلا' انہوں نے امیر المؤمنین کو لکھا۔ جان لو کہ تم مجھ کو میری حکومت جو اللہ نے مجھ کو دی ہے معزول نہیں کر سکتے ہو۔ اور میں اس بات پر قدرت رکھتا ہوں کہ میں دو تین کلموں کا ایک رقعہ خراسان لکھ دوں' تو تم کو تمہاری خلافت سے معزول کر سکتا ہوں۔

ان کے شاگرد سلیم الرازی کہتے ہیں کہ شیخ ابو حامد ابتدائی زمانہ میں پھاٹکوں پر چوکیداری کیا کرتے تھے۔ اور چوکیداری کے تیل سے مطالعہ علم کرتے تھے۔ اور چوکیداری کی اجرت سے کھاتے تھے' انہوں نے سترہ برس کی عمر سے فتویٰ دینا شروع کیا تھا' اور پچالیس برس مفتی رہے' یعنی وفات تک' جب ان کی وفات کا وقت قریب آ گیا' تو فرمانے لگے' کہ جب ہم فقیہ ہو گئے تو موت آ گئی۔

(۲۰۰) تاج السبکی کی "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں امام فقیہ حسین بن محمد الطبری الکشفلی' کشفل طبرستان کے بستیوں میں ایک بستی ہے (وفات ۴۱۴ھ بغداد میں ہوئی) رحمہ اللہ' کی سوانح میں آیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ کشفلی کے بعض شاگردوں نے ان کے پاس فاقہ کی شکایت کی اور یہ کہ والد کی طرف سے جو خرچہ ملتا تھا اس میں تاخیر ہو گئی' شیخ نے طالب علم کا ہاتھ پکڑا اور محلہ ربیع کے تاجر کے پاس لے گئے' اور اس کے لئے تاجر سے پچاس دینار قرض لئے۔ تاجر نے کہا پہلے کچھ کھا لیتے ہیں' تو دستر خوان بچھایا گیا۔

پھر تاجر نے لونڈی کو کہا مال لے آ' وہ مال لائی' تو اس نے پچاس دینار لے کر ان کو دے دئے' جب یہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے اس طالب علم کے چہرے کو دیکھا تو اس کا رنگ بدل چکا تھا' شیخ نے کہا تم کو کیا ہو گیا' اس نے کہا میرے دل میں اس لونڈی کی محبت بیٹھ گئی' شیخ ان کو لے کر پھر تاجر کے پاس آئے' اور کہا کہ ہم تو ایک دوسرے فتنے میں مبتلا ہو گئے تاجر نے کہا وہ کیا ہے' شیخ نے کہا کہ ان فقیہ صاحب کو لونڈی سے محبت [illegible] تاجر نے لونڈی کو باہر نکالا اور طالب علم کے حوالے کر دی اور کہا کہ عین ممکن ہے کہ اس [illegible] کے دل میں بھی اس کی محبت پیدا ہو گئی ہو جیسا [illegible] دل میں پیدا ہوتی ہے۔

چند دن بعد فقیہ کو والد کی جانب سے چھ سو دینار خرچہ پہنچ گیا تو اس نے تاجر کو لونڈی کی قیمت اور پچاس دینار لوٹا دیے۔

چاند کی روشنی کا استعمال:

(۲۰۱) حافظ ابن عساکر کی کتاب ''تبیین کذب المفتری'' میں ابو منصور محمد بن حسین الایوبی النیشاپوری (وفات ۴۲۱ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں آیا ہے' ان کے القاب یوں درج ہیں' الاستاذ' الامام' حجۃ الدین' صاحب البیان' والحجۃ والبرہان' واللسان الفصیح والنظر الصحیح'' امام اشعری کے مذہب پر متقدمین و متاخرین میں سب سے بالغ النظر ائمہ اصول میں ان کی تصانیف مشہور و مقبول ہیں مثل ''تلخیص الدلائل'' وغیرہ کے۔

بچپن ہی میں استاد بن بورک کی شاگردی اختیار کی۔ انہی سے فارغ التحصیل ہوئے اور ان کے طریقے کو لازم پکڑا' فقر اور تنگدستی کے باوجود بھی خوب محنت کی' یہاں تک کہ اسباق پر تعلیقات اور مطالعہ کے لئے تیل خریدنے کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے یہ کام چاند کی روشنی میں کیا کرتے تھے' اس کے باوجود بھی فقر سے تنگدل نہ ہوتے اور ورع و تقویٰ کو لازم پکڑا' اور کبھی مشتبہ مال سے کچھ نہ لیا۔

تنگ دستی کی وجہ سے کوچ کرنا:

(۲۰۲) قاضی شمس الدین ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں قاضی عبدالوھاب بن علی بن نصر المالکی البغدادی الفقیہ'' ولادت بغداد میں ۳۶۲ھ وفات مصر میں ۴۲۲ھ رحمہ اللہ'' کے احوال میں لکھا ہے۔

ابن بسام نے ذخیرہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ بقیۃ الناس تھے' اور اصحاب قیاس کی زبان تھے' میں نے ان کے کچھ اشعار دیکھے ہیں۔ کہ ان کے معانی صبح صادق سے زیادہ واضح اور الفاظ کامیابی پر فتح حاصل کرنے سے بھی زیادہ میٹھے' بغداد نے ان کے ساتھ وہی حال کیا جو کہ بلاد اپنے اہل فضل کے ساتھ کرتے ہیں' جیسا کہ گردش ایام کا فیصلہ ہوتا ہے محسنین کے ساتھ۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں کو چھوڑا اور وہاں کے پانی اور سایہ کو الوداع کہا' مجھے بیان کیا گیا

ہے' کہ جس دن وہ بغداد سے جا رہے تھے تو وہاں کے اکابر اور اہل علم و فضل کا ایک جم غفیر ان کے ہمراہ تھا۔ انہوں نے ان لوگوں کو کہا کہ اگر تمہارے درمیان رہتے ہوئے مجھے صبح شام دو روٹیاں بھی ملتی' تو میں کبھی بھی تمہارے شہر کو اپنے آرزو کی تکمیل کے لئے نہ چھوڑتا' اسی سے متعلق کہا گیا ہے۔

"سلام علیٰ بغداد فی کل موطنٍ . وحق لها مِنّی سلام مضاعف"

ہر جگہ بغداد پر سلام ہو اور میری طرف سے وہ کئی گنا زیادہ سلام کا حقدار ہے۔

فو الله ما فارقتها علیٰ قِلیً لها. وانّی بشطیی جانبیها لعارف"

پس اللہ کی قسم میں نے اس کو اس سے ناراض ہو کر نہیں چھوڑا' میں اس کی دونوں جانبوں کے کناروں کو جانتا ہوں۔

ولکن ضاقت علَی باسرها . ولم تکن الا رزاق فیها شاَعف"

بلکہ یہ مجھ پر بالکل ہی تنگ ہو گیا۔ وہ اس میں رزق کی ضرورت پوری نہیں کرتا۔

وکنت کخل کنت اهویٰ دنوّہ ' و اخلاقه تنائی به وتخالف"

میں تو دوست کی طرح اس کے قریب ہونا چاہتا تھا' اور اس کے اخلاق اس کو مجھ سے دور اور مخالف کر رہے تھے' اور اسی بارے میں کہا گیا۔

بغدادُ دارُ لاهل المال طیبة " وللمفالیس دارُ الضنک والضیق"

بغداد مالداروں کے لئے پاکیزہ گھر ہے' اور مفلسوں کے لئے تنگی اور سختی کا گھر ہے۔

ظللت حیران امشی فی ازقتها "کانّنی مصحف فی بیت زندیق"

میں اس کے گلی کوچوں میں اس طرح حیران و پریشان پھرتا رہا جیسے زندیق کے گھر میں قرآن ہوں۔

بغداد سے مصر جاتے ہوئے وہ حلب کے قریب شہر ''معرۃ النعمان'' سے گذرے' وہاں کے شیخ اس وقت ابوالعلاء المعریٰ تھے' انہوں نے ان کی ضیافت کی۔ ان کے علم' فقہ' ادب اور شعر نے ان کو متعجب کر دیا' انہوں نے اشعار کہے جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

والمالکی بن نصر زار فی سفر "بلادنا فَحَمُدِنا النائی واسفراء"

ابن نصر مالکی نے دوران سفر ہمارے شہر کی زیارت کی' پس ہم نے اس دور ہونے والی مسافر کی تعریف کی۔

اذا تفقّه احیا مالکاً جدْلاً "وینشر الملک الضلیل إن شعرا"

فقہ میں بحث و جدال کے وقت امام مالک کو زندہ کر دیتا ہے۔ اور جب اشعار کہتا ہے تو ملکِ ضلیل امرؤالقیس کو زندہ کر دیتا ہے۔

پھر مصر کی طرف متوجہ ہوئے تو اس کے جھنڈے کو بلند کیا' اور اس کے زمین و آسمان کو علم سے بھر دیا۔ وہاں کے اکابرین وسادات نے ان کی اتباع کی' غرائب ان پر ختم ہو گئے۔ اور مرغوبات ان کے ہاتھ میں لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ سب سے پہلے وہ اپنی خواہش کو پہنچے۔ اور جس چیز کی ان کو اشتہا تھی وہ انہوں نے کھائی' بعض لوگوں نے کہا کہ جب وہ مرض وفات میں الٹ پلٹ ہو رہے تھے۔ اور ان کی جان نکل رہی تھی۔ تو اس وقت وہ کہہ رہے تھے "لا الٰہ الا اللہ" کہ جب ہم کو زندگی ملی تو موت بھی آ گئی' اس پر کہا گیا۔

متیٰ یصل العطاش إلی ارتواءِ "اذا استقت البحار من الرّکایا"

جب پیاسا شخص پیاس بجھانے کے لئے پہنچتا ہے' تو اس وقت سمندر کنوئیں سے پانی طلب کرتا ہے۔

ومن یثنی الاصاغر عن مراد "وقد جلس الاکابر فی الزوایا"

اور کون پھیریگا چھوٹوں کو ان کے مقصد سے' جب اکابر کونوں پر بیٹھ جائیں۔

وإن ترفع الوُضعاء یوماً "علی الرّفعاء من إحدی الرّزایا"

اور اگر ایک دن نیچ کے لوگ بڑے لوگوں سے بڑے ہو گئے تو یہ بڑی مصیبت ہوگی۔

اذ استوت الأسافل والأعالی "فقد طابت منادمة المنایا"

جب نیچ اور اونچ' عالی اور سافل برابر ہو جائیں' تو بے شک خوش ہو جائے گا موت کا ہم نشین۔

گھر کا سامان فروخت کرنا:

(۲۰۳) قاضی ابن ابی یعلی نے "طبقات الحنابلہ" میں قاضی ابوعلی الہاشمی محمد بن الحنبلیؒ (ولادت ۳۴۵ھ وفات ۴۲۸ھ بغداد) کی سوانح میں لکھا ہے۔

ابوعلی بن شوکہ نے کہا کہ ہم نے فقہاء کی ایک جماعت جمع کی اور قاضی ابوعلی الہاشمی کے پاس چلے گئے۔ ہم نے ان کے سامنے اپنا فقر اور تکلیف بیان کی تو انہوں نے کہا' صبر کرو اللہ تم کو وسیع رزق دے گا' اور میں تمہارے سامنے کچھ بیان کرتا ہوں جس سے تمہارا دل خوش ہو جائے گا۔ میں ایک سال کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ کہ مجھ پر اتنی تنگی آئی کہ میں نے گھر کی سواری فروخت کر دی اس کی رقم ختم ہو گئی۔ پھر میرے گھر کا درمیانی حصہ گر گیا۔ میں نے وہ لکڑیاں بیچ کر گذارہ کیا۔ میں مستقل گھر میں بیٹھ گیا باہر نہ نکلتا تھا۔ سال بھر میں ایسا ہی رہا۔ سال کے بعد مجھ کو بیوی نے کہا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں نے کہا دروازہ کھول دو۔ اس نے دروازہ کھولا ایک شخص اندر داخل ہوا اس نے مجھ کو سلام کیا۔ جب اس نے میری حالت دیکھی تو بیٹھا نہیں اور کھڑے کھڑے یہ اشعار کہے۔

لیس من شدۃِ تصیبک الا سوف تمضی. وسوف تکشف کشفاً.

یہ مصیبت جو تجھ پر آتی ہے یہ عنقریب چلی جائے گی ختم ہو جائے گی۔

لا یضیق زرعک الرحیب فان النا ریعلو لھیبھائم طفقا .

تیری حالت مبارکبادی سے تنگ نہ ہو اس لئے کہ آگ شعلے اوپر کو اٹھتے ہیں پھر بجھ جاتے ہیں۔

وقد رأیتنا من کان اشفی علی الھلک . فوافت نجاۃ حین اشغی.

بہت سارے ایسے لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ ہلاکت کے قریب ہو چکے ہوتے ہیں' جب بالکل ہلاک ہونے کو تھے تو نجاۃ برابر آئی اور مصیبت سے نکل گئے۔

وہ میرے پاس سے نکل گیا بیٹھا نہیں میں نے اس سے نیک شگون لیا' وہ ابھی نکلا ہی تھا کہ امیر المؤمنین قادر باللہ کا ایلچی آیا اور اس کے پاس کپڑے تھے۔ دینار اور خچر زین سمیت تھا۔ اور اس نے کہا کہ امیر المؤمنین بلا رہے ہیں۔ اور مجھے کپڑے دینار اور خچر دے دیئے' میں نے اپنی حالت بدلی' حمام میں داخل ہوا' اور قادر باللہ کے پاس چلا گیا۔ مجھے انہوں نے کوفہ کی قضا اور گورنری حوالے کر دی اور میری حالت ثروت والی ہو گئی۔

ایک سال میں سات مرتبہ صحیح مسلم لکھنا:

(۲۰۴) علامہ یاقوت الحموی نے ''معجم الأدباء'' اور حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام ابوبکر محمد بن احمد البغدادی۔ المعروف ابن خاضبہ (وفات ۴۸۹ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں لکھا ہے۔

محمد طاہر المقدسی کہتے ہیں کہ میں نے ابن خاضبہ سے سنا میں نے ان کے سامنے بیان کیا کہ بعض ہاشمیوں نے اصفہان میں مجھے بیان کیا کہ ابوالحسین بن مھتدی باللہ اعتزال کے طرف مائل ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ کو علم نہیں لیکن میں تم کو ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔

جب بغداد میں سیلاب والے سال میرا گھر میری کتابوں اور کپڑوں پر گر گیا' اور میرا کچھ بھی اس کے علاوہ نہ تھا' میرا کنبہ تھا' میری والدہ' بیوی' بچیاں تھیں' میں کتابیں لکھا کرتا تھا اور ان پر خرچ کرتا تھا' مجھے یاد ہے کہ اس سال میں نے صحیح مسلم سات مرتبہ لکھی تھی۔

ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور ایک پکارنے والا پکار رہا ہے کہ ابن خاضبہ کہاں ہے۔ مجھے اس کے سامنے حاضر کیا گیا' تو اس نے مجھ کو کہا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ جب میں دروازے سے اندر داخل ہو گیا تو چت لیٹ گیا اور ایک پاؤں دوسرے پر رکھ لیا' میں نے کہا شکر ہے کہ لکھنے سے میری جان چھوٹ گئی' میں نے سر اٹھایا تو ایک خچر ایک لڑکے کے ہاتھ میں تھاما ہوا تھا۔ میں نے کہا یہ کس کا ہے؟ اس نے کہا کہ شریف ابوالحسن جو غرق ہوا ہے کا ہے۔ جب صبح ہوئی تو اس کی موت کی خبر آئی۔

محرومی کے علاوہ ہر چیز میں ان کا حصہ کم تھا:

(۲۰۵) ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں ابومحمد عبداللہ بن محمد البکری' ادیب' ابن صارہ' الاندلسی' الشنترینی' مشہور شاعر (وفات ۵۱۷ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔ کہ وہ ماہر شاعر تھے۔ نظم اور شعر دونوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے' محرومی کے علاوہ ہر چیز میں ان کا حصہ بہت کم تھا۔ فقر اور تنگدستی کی وجہ سے وہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی فروخت کر دیا کرتے تھے۔ بہت کوشش کے بعد وہ کسی والی کے منشی کے درجے تک پہنچے۔ جب بادشاہوں کا اندلس سے انخلاء ہوا تو انہوں نے اشبیلہ میں پناہ لی۔ ان کی حالت رات کی تاریکی سے زیادہ متوحش تھی اور وہ زیادہ منفرد تھے سہیل ستارے سے' کتابوں کی کتابت میں ان کو بڑی مہارت اور بصیرت تھی۔ لیکن کساد بازاری کی وجہ سے یہ راستہ بھی ان کے لئے خالی نکلا' اس بارے میں انہوں نے کہا ہے۔

امّا الوارقة فهي ايكة حرفة ' اوراقها و ثمارها الحرمان''

کتابت ایک ناپسندیدہ حرفت ہے' اس کے اوراق اور اس کے پھل محرومی ہے۔

تشبهتُ صاحبها بحالةِ ابرة ' تكسر العراة وجسمها عريان''

میں اس کام کرنے والے کی تشبیہ سوئی سے دیتا ہوں' کہ ننگوں کو تو کپڑے پہناتی ہے لیکن اس کا اپنا جسم ننگا ہوتا ہے۔

زندگی بھر کا فقر:

(۲۰۶) قفطی کی ''ابناء الرواۃ'' اور ابن خلکان کی ''وفیات الاعیان'' اور سیوطی کی ''بغیۃ الوعاۃ'' میں ابن ظفر الصقلی المکی الحموی (ولادت ۴۹۷ھ وفات ۵۶۵ھ رحمہ اللہ) کی احوال میں جو آیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

وہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن ظفر' حجۃ الدین' مفسّر' نحوی' لغوی' کثیر السفر' فاضل اور ادیبوں میں یگانہ روزگار مفید تصانیف والے تھے۔

صقلیہ میں پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں بڑے ہوئے۔ پھر مختلف شہروں میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ مغرب میں داخل ہو گئے۔ افریقہ اور اندلس میں گشت کیا' مہدیہ میں ایک مدت قیام کیا وہاں فرنگیوں کے ساتھ لڑائی کا انہوں نے مشاہدہ کیا' مسلمانوں سے ان کی موجودگی میں وہ جگہ فرنگیوں نے قبضہ کی۔

پھر صقلیہ منتقل ہو گئے' پھر مصر چلے گئے' پھر حلب آ گئے' پھر مدرسہ ابن عصرون میں مقیم ہو گئے۔ وہاں انہوں نے ایک بہت بڑی تفسیر تصنیف کی' پھر شیعہ سنی فسادات ہو گئے۔ تو باقی سامان کے ساتھ ان کی کتابیں بھی لوٹ لی گئیں' پھر وہ ''حماۃ'' شہر چلے گئے اور اس کو اپنا وطن بنا لیا اور بزبان حال انہوں نے کہا۔

تتقاذف الاحوال بی کاَنّنی ' ولَیت اَمرَ ساحةِ الاَفاقِ"

مصائب مجھ کو ادھر ادھر پھینک رہے ہیں گویا کہ آفاق کی پیائش کا کام میرے حوالے کیا گیا ہے۔

ضرورت اور حاجت کی وجہ سے انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح غیر کفو میں کر دیا تھا۔ اس کا شوہر اس کو ''حماۃ'' سے لے گیا اور کسی دوسرے شہر میں اس کو فروخت کر دیا۔ ان کو ''حماۃ'' میں قبولیت حاصل ہوئی وہیں مقیم ہو گئے۔ طلبہ کو بہت فائدہ پہنچایا' ان کو جو مشاہرہ دیا جاتا تھا وہ ان کی ضرورت سے بہت کم تھا' وہ مرتے دم تک فقر کو سینے سے لگائے ہوئے تھے' رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ عالم' صالح' زاہد اور متقی تھے۔ ضروری امور میں مصروف اور اپنی حالت پر صابر تھے۔ انہوں نے ادب میں بہترین کتب تصنیف کیں اور قرآن کریم کی بھی ایک بہترین تفسیر ''الینبوع'' کے نام سے لکھی۔ تقریباً تیس تصانیف منفرد اور عجیب نوعیت کے چھوڑ گئے تھے' اور گویا کہ انہوں نے اپنے اوپر کثرت مصائب کی وجہ سے اپنا آپ ہی مراد لیا' (رحمہ اللہ) نے فرمایا

علی قدر فضل المرء تأتی خطوبه "ویعرف عند الصبر فیما یصیبهٔ"

آدمی کی فضیلت کے مطابق اس پر مصائب آتے ہیں' اور آدمی پہنچے ہوئے مصیبت کے وقت پہچانا جاتا ہے۔

ہوئے مصیبت کے وقت پہچانا جاتا ہے۔

ومن قُلّ فیما یتقیهِ اصطباره "فقد قل فیما یرتجیهِ نصیبهُ"

اور جس چیز سے انسان بچنا چاہتا ہو اگر اس میں اس کا صبر کم ہو تو جس چیز کی وہ تمنا کرتا ہے اس میں اس کا حصہ کم ہوتا ہے۔

آدھے دینار پر قناعت:

(۲۰۷) حافظ ذھبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' اور تاج السبکی نے ''طبقات الشافعیة الکبریٰ'' میں امام مقتدا' شیخ النحو' ابوالبرکات' کمال الدین عبدالرحمان بن محمد بن عبیداللہ الانباری نزیل بغداد کی سوانح میں لکھا ہے'

کہ ابو منصور الرزّاز وغیرہ سے آپ نے نظامیہ میں فقہ حاصل کی امام شافعیؒ کے مذہب میں کمال حاصل کیا۔ اور خلافیات یعنی ''فقہ المقارن'' پڑھی اور انبار میں سماع حدیث اپنے والد خلیفہ ابن محفوظ سے اور بغداد میں ابو منصور بن خیرون سے' عبدالوھاب انماطی سے' قاضی ابوبکر بن محمد الشہر زوری سے اور کئی ایک سے کی' پھر نظامیہ میں اعادہ کیا' حدیث بھی وہاں پڑھائی اور وعظ بھی کیا' ابن الجوالیقی ابوالسعادات ابن الشجری سے علم ادب حاصل کیا اور کئی دیوانوں کی شرح کی اور ان کو نشر کیا اور بلا مقابل ادب میں عراق کے شیخ ہوئے' بڑے بڑے آئمہ نے ان سے علم حاصل کیا' نحو میں بھی آپ بہت بڑے امام تھے۔ آپ ثقہ عفیف' مناظر' گہرے علم والے' متقی' زاہد' عابد اور پاکباز تھے۔ کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرتے تھے۔

کھانے پینے میں تنگ گذران والے تھے' دنیا کے کسی چیز کے ساتھ آلودہ نہیں ہوئے سیدھے راستہ پر چلے۔ ابن النجار نے ان کی بہت تصانیف نقل کیں۔ ان سے استفادہ کے لئے دنیا کے تمام اطراف کی طرف سے سفر ہوئے۔

ان کے شاگرد موفق بن عبداللطیف البغدادی کہتے ہیں کہ کمال ہمارے شیخ تھے۔ عبادت کے لئے یکسو ہو کر اس راستہ پر چلنے والوں میں ان سے زیادہ قوی ہم نے کوئی نہیں دیکھا اور اس اسلوب میں ان سے زیادہ سچا کوئی نہیں تھا۔ وہ بالکل سچ ہی سچ تھے ان میں کسی قسم کا تصنع نہ تھا۔

شراور احوال دنیا سے ناواقف تھے' والد سے ایک گھر ملا تھا اسی میں رہا کرتے تھے اور ایک دکان تھی جس کا کرایہ مہینہ کا آدھا دینار تھا۔ اس پر قناعت کیا کرتے تھے اور اسی سے کاغذ خریدتے۔ خلیفہ مستضئی باللہ نے ان کے لئے پانچ درہم بھیجے لیکن قبول نہ کئے' واپس لوٹا دئے' انہوں نے کہا کہ قبول کر کے بچوں کو دے دو' تو فرمانے لگے کہ اگر میں نے ان کو پیدا کیا ہوتا تو میں ہی ان کو رزق دیتا' روشنی نہیں جلایا کرتے تھے' ان کی لکڑی کے تخت پر ان کے کپڑے اور عمامہ ہوتا' جمعہ کے روز پہن کے جمعہ کے لئے نکلتے' جمعہ کے علاوہ باہر نہیں نکلا کرتے تھے' گھر میں پرانے کپڑے پہنتے ایک سوتیں کتابیں انہوں نے تصنیف کیں' ان کی مشہور کتاب ''نزھتہ الألباء فی طبقات الأدباء'' ہے۔

تنگی احوال سے سفر کرنا:

(۲۰۸) ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں عبداللہ بن اسعد المعروف ابن الدھان الموصلی' فقیہ شافعی (ولادت ۵۲۲ھ وفات ۵۸۱ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں لکھا ہے۔

کہ وہ فقیہ فاضل' ادیب تھے' لطیف اشعار کہتے تھے' الفاظ خوبصورتی سے ڈھالتے تھے' یہ اھل موصل سے تھے' جب ان کے احوال تنگ ہو گئے تو انہوں نے مصر کے وزیر صالح بن اڑیک کے پاس جانے کا قصد کرلیا' لیکن اتنے وسائل نہیں تھے کہ بیوی کو ساتھ لے جاسکے' تو انہوں نے شریف ضیاء الدین بن عبیداللہ الحسینی موصل میں علویوں کے نگران افسر کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

وذات شجو اسأل البین عبرتها. و کانت تؤمل بالتنفید امساکی.

حاجت مند عورت نے آنسو بہا دئے اور ان کے ختم ہونے پر مجھ کو روکنا چاہتی ہے۔

لَجّت فلما رأتنی لا اصیغُ لھا . بکت فاقرح قلبی جفنھا الباکی

اس نے بہت الحاح وعاجزی کی جب اس نے دیکھا کہ میں خاموش ہوں اس کی آواز پر' تو وہ رو پڑی اور اس کے رونے والی پلک نے میرا دل زخمی کردیا۔

قالت وقدرأتِ الاجمال محدجة ' والبین قد جمع المشکوّ والشاکی''

جب اس نے اونٹوں پر کسے ہوئے کجاوے دیکھے اور حال یہ تھا کہ جدائی شکایت کرنے اور جس سے شکایت کی جارہی ہے کو جمع کیا' تو اس نے کہا

من لی اذا غبت فی ذا المحلِ قلت لھا. قلت اللہ و ابن عبید اللہ مولاک''

میر اس جگہ کون ہوگا تمہاری عدم موجودگی میں' میں نے کہا اللہ ہے پھر اس کے بعد تیرا مولا ابن عبیداللہ''

لا تحزعی بالخباس الغیث عنکِ فقد ' سألتُ نَوءَ الثریا جود مغناکِ''

تم بارش کے رک جانے کی فریاد نہ کرو' میں نے ستاروں کی جھرمٹ سے تیرے لیے کافی سخاوت کا مطالبہ کیا۔

شریف مذکور نے ان کے ایام غیبوبت میں اس خاتون کی جملہ ضروریات کی کفالت کی۔ یہ خود مصر چلے گئے اور صالح بن اڑیک کی مدح کی۔ ان کے احوال بدل گئے' پھر یہ حمص شہر میں رہے اور ۵۸۱ھ میں اپنے وطن اور اھل وعیال سے دور اجنبی جگہ میں فوت ہوئے' رحمتہ اللہ علیہ اور بزبان حال کہا۔

قد قضی اللہ ان اموت غریباً. فی بلادِ اساق کرھاً''

اللہ کا فیصلہ ہے کہ میں اس جگہ اجنبی بن کر مروں جہاں میں مجبوری میں لایا گیا''

فی فوأدی مخبّات معانٍ . نزلت آیۃ الحجاب علیھا''

میرے دل میں فائدہ اٹھانے کے لئے پوشیدہ تمنائیں تھیں جن پر حجاب والی آیت نازل ہوگئی۔

نابینا شخص کا سفر:

(۲۰۹) حافظ ذھبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' اور ''معرفۃ القراء الکبار'' میں امام شاطبی کے احوال میں لکھا ہے' شیخ عالم' امام' عامل' مقتداء' سید القراء ابو محمد وابو قاسم بن فیرہ بن خلف الرعینی

الاندلسی' الشاطبی' نابینا'' ''شاطبیہ'' اور'' رائیۃ'' کے ناظم۔ یہ دونوں کتابیں قرأۃ اور علامات کے بارے میں ہیں۔ اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے ان کتابوں کو حفظ کیا جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ بڑے بڑے شعراء اور بڑے بڑے بلیغ اور حاذق قراء ان کے سامنے جھک گئے تھے۔ انہوں نے نیا اسلوب اختصار کے ساتھ اپنایا اور مشکل کو آسان بنایا۔

۵۳۸ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ اپنے شہر میں ابوعبداللہ بن ابی العاص النفری سے سبعہ پڑھی' پھر ''بلنیہ'' کا سفر کیا۔ وہاں ابوالحسن بن ھذیل سے قرأتیں پڑھیں اور ان کو ابوعمرو الدانی کی ''التیسیر'' جو انہوں نے حفظ کی تھی سنائی' انہوں نے بھی اور دوسروں نے بھی کتابوں کا سماع کیا' حج کے لئے گئے اور ابوطاہر السلفی سے سماع کیا۔

بہت ذھین تھے' فن قرأت' نحو' علامات' فقہ اور حدیث میں ان کو دسترس حاصل تھی۔ نظم میں ان کے عمدہ اشعار ہیں۔ اس کے ساتھ تقویٰ للٰہیت اور وقار بھی تھا۔ مصر کو انہوں نے وطن بنایا۔ ان کا ذکر عام' شان بڑی اور آواز دور دور تک پھیل گئی تھی۔ قرأ کی ریاست اور سربراہی ان پر ختم ہوگئی تھی' مختلف اطراف سے قرأ ان کے پاس آتے تھے ۵۹۵ھ کو مصر میں فوت ہوئے' رحمۃ اللہ علیہ''

ابوشامیہ کہتے ہیں کہ ہم کو سخاوی نے خبر دی کہ علامہ شاطبی کا اپنے شہر سے منتقل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ان کے بارے میں سوچا گیا کہ ان کو خطیب بنایا جائے تو انہوں نے حج پر جانے کی وجہ سے خطابت سے معذوری ظاہر کی۔ حج پر تشریف لے گئے اور واپس اپنے شہر نہیں آئے۔ خطباء پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں کہ وہ امراء کا ان اوصاف کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں جو ان کی نظر میں درست نہ تھے' ان الزامات سے بچنے کے لئے انہوں نے خطیب بننے سے معذوری ظاہر کی اور سخت فقر پر صبر کیا۔

امام جزوی کا حال:

(۲۱۰) ''وفیات الاعیان'' اور'' سیر اعلام النبلاء'' اور'' الفلاکۃ والمفلوکون'' نے امام جزولی' امام النحو' ابوموسیٰ عیسیٰ بن عبدالعزیز الجزولی' البربری' المراکشی (وفات ۶۰۷ھ مراکش

میں رحمہ اللہ) نحو کے امام اس کے دقائق اور غرابت اور شاذ پر مطلع' کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ انہوں نے حج کیا اور مصر میں عبداللہ بن برّی کی مجلس اختیار کی عربیت اور لغت میں دسترس حاصل کی ''صحیح البخاری'' کی سماع ابومحمد بن عبیداللہ سے کی' پھر مغرب (مراکش) واپس آئے اور ''بجایہ'' شہر میں ایک مدۃ تک قیام کیا ''مرّیہ'' وغیرہ میں بھی صدر نشین رہے' بہت بڑے بڑے آئمہ اور خلق کثیر نے ان سے سند حاصل کی' ایسے امام تھے کہ ان کی ہمسفری نہیں کی جا سکتی تھی اور نحو میں ایسی علامت تھے کہ ان کا غبار چھٹ نہیں سکتا تھا' عبارت اور فہم میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

ذھبی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن الموقانی کا لکھا ہوا پڑھا کہ جزولی نے مصر کے قیام کے دوران بہت فقر دیکھا۔ مدرسہ میں آپ داخل نہیں ہوئے' باہر زمینوں پر جا کر لوگوں کی امامت کرتے اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا انتہائی صبر کے ساتھ اس پر گذارہ کرتے۔

انتہائی فقر کے عالم میں مغرب (مراکش) واپس آئے' جب ''مرّیہ'' واپس پہنچے تو ابن السراج کی کتاب جو انہوں نے ابن البرّی سے پڑھی تھی' رھن رکھوائی اس پر ان کا خط لکھا ہوا تھا مرتھن نے ان کا معاملہ شیخ ابوالعباس المغربی جو کہ بہت بڑے زاھد تھے کے پاس پہنچایا' وہ عبدالمؤمن کے بیٹوں کے ساتھی تھے' ابوالعباس نے یہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا دیا بادشاہ نے ان کو بلوایا اور جب یہ آئے تو ان کے ساتھ احسان کیا۔

چھ ماہ سے مسئلہ کی تحقیق کی وجہ سے چادر نہ دھو سکے:

(۲۱۱) علامہ احمد بابا التنبکتی مالکی کی کتاب ''نیل الابتھاج بتطریز الدیباج'' میں علامہ فقیہ ابومحمد بن عبدالعزیز بن محمد القروی الفاسی المالکی (وفات ۷۵۰ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے'

ابن الخطیب القسنطینی نے ''سفرنامہ'' میں کہا ہے کہ مجھ کو بعض فقہاء نے کہا کہ میں عبدالعزیز کے پاس گیا' وہ چادر میں لپٹے ہوئے تھے اور فقہ کی کتاب ان کے سامنے پھیلی ہوئی تھی' پسینہ گر رہا تھا' ان کی چادر بہت زیادہ میلی تھی' میں نے ان کو کہا کہ اپنے نفس پر رحم کرو اور

اپنی چادر دھولو' انہوں نے کہا کہ میں چھ ٦ ماہ سے اس کے دھونے کا ارادہ کر رہا ہوں' لیکن ایک مسئلہ کی تحقیق اور انہماک کی وجہ سے میں اس کے دھونے کے لئے وقت نہ نکال سکا' میں نے تعجب کیا اور واپس چلا گیا۔

(٢١٢) ہمارے شیخ علامہ محمد الخضر حسین التونسی مصری'' ولادت ١٢٩١ھ تونس میں وفات ١٣٧٧ھ قاہرہ میں' رحمہ اللہ'' جب پہلی مرتبہ قاہرہ آئے تو حی باطنہ میں ایک کمرہ میں رہنے لگے' یہ ایک انتہائی خراب محلّہ ہے' پھر وہ قاہرہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے' اسکندریہ چلے گئے تا کہ دمشق واپس چلے جائیں' ان کے سفر کے ارادے کا علم علامہ احمد تیمور پاشا کو ہوا' وہ سفر کرنے سے پہلے شیخ کے پاس پہنچ گئے اور ان کو واپس قاہرہ لے آئے اور ''دار الکتب المصریہ'' میں مصحح مقرر کر دیا۔

ان کی پریشانی رفتہ رفتہ ختم ہوتی گئی اور کلیۃ اصول الدین میں استاد مقرر ہو گئے پھر مزید وسعت ہوئی اور شیخ اپنے مقام تک پہنچے اور شیخ ازہر مقرر کئے گئے' غیر مصریوں میں یہ پہلے شخص ہیں جو شیخ الازہر مقرر کئے گئے' انہوں نے اپنے عسر و یسر کے احوال اپنے سگے بھائی زین العابدین تونسی کو اس طرح لکھے کہ غریب آدمی کے احوال مصر میں حرف ''م'' کی طرح تنگ تھے پھر حرف ''ص'' کی طرح کھل گئے پھر حرف ''را'' کی طرح وسیع ہو گئے یہ بات مجھے میرے بھائی اور دوست استاد حسام الدین القدسی رحمہ اللہ نے بتائی۔

''چوتھا باب''

''بھوک پیاس برداشت کرنے کی اخبار''

قلت دنیا حفظ علم میں زیادہ موثر ہے

(۲۱۳) امام بخاری رحمہ اللہ نے باب حفظ العلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ احادیث نقل کرتے ہیں مہاجرین وانصار اتنی کثرت سے نقل نہیں کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر قرآن کریم کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا۔

" ان الـذيـن يـكتمون ما انزلنا من البينٰت والهدىٰ من بعد ما
بيناه للناس في الكتب اولئک يلعنهم الله ويلعنهم الاعنون'
الاالـذيـن تابوا واصلحوا و بينوا فاؤلئک اتوب عليهم وانا
التواب الرحيم"

پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ مہاجرین بھائیوں کو تو بازار کے خرید و فروخت نے مشغول کر رکھا تھا اور ہمارے انصار بھائیوں کو ان کے مال نے مشغول کر رکھا تھا اور ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کو لازم پکڑتا صرف کھانا میسر آجانے پر اور وہاں حاضر رہتا جہاں یہ دوسرے حضرات حاضر نہیں رہ سکتے تھے اور وہ چیزیں حفظ کرتا جو یہ دوسرے نہیں کر سکتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ دنیا کی قلت حفظ علم میں زیادہ مؤثر ہے۔

میں نے تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی:

(۲۱۴) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ایک مرتبہ کلمہ حق کہنے کی وجہ سے خلیفہ عباسی المهدی کی ناراضگی کی وجہ سے روپوش ہو گئے۔ مہدی نے ان کو سزا دینے کے لئے تلاش کرنے کا حکم صادر کیا' مکہ مکرمہ میں جہاں وہ تھے وہیں روپوش ہو گئے اور لوگوں سے میل جول بھی چھوڑ دیا' ان

دنوں میں ان کو سخت فقر و فاقہ نے گھیر رکھا تھا' وہ اسی فاقہ اور قلق میں تھے کہ ان کی ہمشیرہ نے کوفہ سے ان کے ساتھی ابوشہاب الحناط کے ہاتھ خشک روٹیاں بھیج دیں۔ مشہور مؤرخ نسّاب ابن سعد نے اپنی کتاب ''الطبقات الکبریٰ'' میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ ابوشہاب الحناط کہتے ہیں کہ سفیان ثوری کی ہمشیرہ نے مجھ کو ایک تھیلا دیا سفیان ثوری کے لئے۔ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ اس میں خشک روٹی تھی۔ میں نے سفیان کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ وہ کعبہ کے پیچھے باب الحناطین کے پاس کبھی کبھی بیٹھتا ہے ابوشہاب کہتے ہیں کہ میں ان کو وہاں دیکھنے کے لئے آیا وہ میرے پہلے سے بھی دوست تھے میں جب آیا تو وہ چت لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ تو انہوں نے نہ تو میرے سلام کا جواب دیا اور نہ ہی تپاک سے میرے احوال پوچھے۔ جس طرح مجھ کو ان سے توقع تھی۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ کی ہمشیرہ نے مجھ کو ایک تھیلا دیا ہے جس میں کیک اور خشک روٹی ہے انہوں نے کہا جلدی لاؤ اور اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے۔

میں نے کہا ابو عبداللہ! میں تیرے پاس آیا حالانکہ میں تمہارا دوست تھا' نہ تو آپ نے مجھے سلام کا جواب دیا اور اچھے طریقہ سے مجھ سے پیش بھی نہیں آئے' لیکن جب میں نے آپ کو کہا کہ میں کیک اور روٹی لایا ہوں تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ مجھ کو آپ نے روٹی کے برابر بھی نہ سمجھا۔ انہوں نے کہا ابوشہاب مجھ کو اس معاملہ میں ملامت نہ کرو' میں نے تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی' کہتے ہیں میں نے ان کے اس عذر کو قبول کیا۔

شدت بھوک سے مٹی کھانا:

(۲۱۵) ابن بنانہ مصری نے ''سرح العیون فی شرح رسالہ ابن زیدون'' میں ابراھیم بن سیار النظام البصری معتزلی'' ولادت ۱۸۵ھ وفات ۲۲۱ھ ۳۶ سال کی عمر میں جو کہ دنیا کے ذہین ترین افراد میں سے ایک ہیں ان کے معاصر جاحظ نے ''جاحظ جو کچھ ہے سو ہے'' ان کے بارے میں کہا کہ متقدمین کہا کرتے ہیں کہ ہر ہزار برس میں ایک ایسا شخص ہوتا ہے جس کی کوئی

نظیر نہیں ہوتی اگر یہ بات صحیح ہے تو ابراھیم النظام انہی میں سے ہیں کی سوانح میں آیا ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ میں نے اور ابراہیم النظام نے ایک مرتبہ بدفالی والی بات پر اتفاق کیا انہوں نے کہا کہ میں تجھ کو بتاؤں کہ مجھ کو اتنی بھوک لگی کہ ایک دن میں نے مٹی کھائی' میں اس پر تب آمادہ ہوا کہ میں نے اپنی فکر تبدیل کی کہ تم کو یہاں کوئی ایسا آدمی یاد پڑتا ہے کہ جس کے پاس ہم دو پہر یا رات کا کھانا کھا سکیں' اس پر تو مجھ کو قدرت نہ ہوئی' مجھ پر ایک جبہ اور قمیض تھی' میں نے وہ قمیض فروخت کر دی۔

پھر میں نے اھواز جانے کا ارادہ کر لیا' لیکن وھاں میں کسی کو نہ جانتا تھا۔ یہ میرے ساتھ حیرت اور پریشانی کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ میں نہر کی اس جگہ گیا جہاں سے کشتی میں سوار ہوا جاتا ہے۔ وہاں کشتی نہیں تھی۔ میں نے اس کو بدفال سمجھا پھر میں نے ایک کشتی دیکھی جس کے درمیان میں جگہ ٹوٹی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو بھی بدفالی سمجھا میں نے ملاح کو کہا کہ تم مجھ کو اس میں لے چلو گے' اس نے کہا ہاں' میں نے اس کو کہا تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا ''دَوَاذاز'' یہ فارسی میں شیطان کا نام ہے' میں نے اس سے بھی بدفالی پکڑی اور اس کے ساتھ سوار ہو گیا جب میں اترنے کی جگہ کے قریب ہو گیا تو سامان اٹھانے والے کو بلایا تو سب سے پہلے جو سامان اٹھانے والا آیا وہ ایک آنکھ والا تھا' پھر میں نے ایک بیل والے کو بلایا اور اس کو کہا کہ تم اپنے بیل پر کتنا کرایہ لیتے ہو' فلاں سرائے تک جانے کا' جب وہ میرے قریب ہوا تو اس کے بیل کا ایک سینگ نہیں تھا۔ اس سے میری بدفالی میں اور اضافہ ہو گیا' میں نے دل میں سوچا واپس جانا بہتر ہے' پھر مجھے اپنی مٹی کھانے والی وہ حاجت یاد آ گئی اور میں نے کہا ہائے میری موت۔

جب میں سرائے پہنچا تو میں حیران تھا کہ میں کیا کروں' اتنے میں میں نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا کون! کہا کہ کوئی شخص تم کو ملنے آیا ہے' میں نے کہا کہ میں کون ہوں! کہا کہ تم ابراھیم بن سیّار النظام ہو۔ میں نے دل میں سوچا شاید کوئی گلا گھونٹنے والا ہے یا کوئی دشمن یا شیطان کا کوئی نمائندہ ہے۔ میں اٹھا دروازہ کھولا' اس نے کہا کہ ابراھیم بن عبدالعزیز نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ ہمارا اور تمہارا رائے اور مذہب میں تو اختلاف ہے' لیکن اخلاق اور شرافت نفس کو دیکھتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ تمہارا جس حال پر گذر رہا وہ حالت

مجھ کو پسند نہیں ممکن ہے تم کو تمہاری حاجت نے شہر سے باہر نکالا ہو' تو آپ اس جگہ مہینہ دو مہینہ قیام کر سکتے ہو ممکن ہے' ہم آپ کو اتنا کچھ دے سکیں جو آپ کو ایک وقت کے لئے کافی ہو جائے اور اگر واپس جانا چاہتے ہو تو یہ تیس دینار لے کر واپس چلے جاؤ' تم کسی معذور شخص سے زیادہ اس کے حقدار ہو' کہتے ہیں کہ مجھ پر یہ بات وارد ہوئی' پہلی بات یہ کہ میں پوری زندگی میں کبھی تیس دینار کا مالک نہیں بنا' دوسری بات یہ کہ میں نے کبھی بھی اتنا عرصہ باہر نہیں گذارا' تیسری بات یہ کہ مجھ پر واضح ہو گیا کہ بدفالی کی کوئی حقیقت نہیں۔

عبدالفتاح کہتے ہیں کہ چوتھی بات جو نظام سے رہ گئی۔ وہ ان تینوں باتوں کا مجموعہ یا ان تینوں سے بھی بڑھ کر ہے' وہ اس عالم کا رویہ ہے جو کہ اخلاق' شرافت اور انسانیت کا ادراک رکھتے تھے' نظام کی امداد سے ان کو رائے اور مذہب کے اختلاف نے نہیں روکا' بلکہ اختلاف کے باوجود ابراہیم بن عبدالعزیز نے ان کی طرف سے مروۃ کا ہاتھ بڑھایا۔

ابراہیم بن عبدالعزیز کی نظام سے دوری بھی اللہ کے لئے تھی اور اس کے ساتھ صلہ شرافت اور انسانی حقوق کی پاسداری تو یہ بھی اللہ ہی کے لئے' یہ تمام اسلام ہی کی وجہ سے تھا نظام کے ساتھ رائے کے اختلاف نے ان کو ان کے ساتھ مروّۃ کرنے سے روکا نہیں۔ ان کی شریعت اور احکام کی سمجھ کتنی ہی خوبصورت تھی اور رضا اور غضب میں ان کو اس کی جگہ پر رکھنا کتنا خوبصورت اور نرالا تھا۔ قرب و بعد' پسند و ناپسند' دوست اور دشمن کے ساتھ کہ نہ تو اس میں زیادتی ہو اور نہ کمی۔ اللہ کی رحمت ہو اس عالم اور سردار انسان پر کہ اس کو اسلام کی کتنی عمیق ادراک تھی۔ یہ جاہل فارغ البال' زبردستی فقیہہ اور عالم بننے اور کہلوانے والوں کو غم اور اندوہ کی وجہ سے اپنا گلا گھونٹ کر مر جانا چاہئے۔

نماز میں سہو کی عجیب و غریب وجہ:

(۲۱۶) ابن ابی یعلی کی ''طبقات الحنابلہ'' میں اور نابلسی کی ''اختصار'' میں امام احمد کے شاگرد ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی ''وفات ۲۵۹ھ رحمہ اللہ'' کی سوانح میں آیا ہے۔

ابوبکر بن الخلال کہتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ الصغیر سے سنا وہ ابراہیم بن یعقوب سے نقل کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا' امام احمد بن حنبل عبدالرزاق کے ہاں نماز پڑھا کرتے تھے ایک دن عبدالرزاق کو سہو ہو گیا' تو انہوں نے امام احمد بن حنبل سے سہو کا سبب پوچھا انہوں نے کہا کہ میں نے تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت:

(۲۱۷) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''سیر اعلام النبلاء'' میں امام ابن المقری محمد بن ابراہیم الاصفہانی (ولادت ۲۸۵ھ وفات ۳۸۱ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ابوبکر بن علی سے روایت کی گئی ہے کہ ابن المقری نے کہا کہ میں اور طبرانی اور ابو شیخ ابن حیان مدینہ منورہ میں تھے تو خرچہ میں ہمارا ہاتھ بہت تنگ ہو گیا ہم نے اس دن صوم وصال رکھا۔ جب عشاء کا وقت آ گیا تو ہم روضہ اقدس کے پاس گئے اور عرض کی' یا رسول اللہ ہم بھوکے ہیں' طبرانی نے مجھ کو کہا کہ بیٹھ جاؤ یا تو رزق مل جائے گا یا ہم یہیں مر جائیں گے' میں اور ابوالشیخ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ دروازے پر ایک علوی آیا ہم نے اس کے لئے دروازہ کھولا۔ اس کے ساتھ دو لڑکے تھے۔ ان کے پاس دو ٹوکریاں تھیں اور ان میں بہت کچھ سامان تھا۔ اس نے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے حکم ارشاد فرمایا کہ تم کو کچھ دے کر آؤں۔

نرالا حسن اتفاق:

(۲۱۸) حافظ ابن رجب حنبلی نے ''ذیل طبقات الحنابلہ'' میں قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی البغدادی الانصاری' البزاز' جو قاضی مارستان کے نام سے مشہور تھے' حافظ المعمر (ولادت ۴۴۲ھ وفات ۵۳۵ھ بغداد میں' رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے کہ'

شیخ صالح ابوالقاسم الخزاز الصوفی البغدادی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد البزاز الانصاری کو کہتے ہوئے سنا کہ'

میں مکہ مکرمہ میں مجاور تھا ایک دن مجھے سخت بھوک لگی' بھوک دور کرنے کے لئے مجھے کوئی چیز دستیاب نہ تھی' مجھے ایک ریشم کا تھیلا ملا جو ریشم کی رسی ہی کے ساتھ بندھا ہوا تھا' میں وہ اٹھا کر گھر لے آیا' جب میں نے اس کو کھولا تو اس میں سے موتیوں کا ہار نکلا اس جیسا ہار میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا' میں باہر نکلا تو ایک شیخ اس کو تلاش کرنے کے لئے آواز لگا رہے تھے' اور ان کے پاس ایک کپڑا ہے جس میں پانچ سو دینار ہیں' وہ کہہ رہا تھا کہ ہار والا تھیلا جو واپس کرے گا یہ پانچ سو دینار اس کے ہیں' میں نے سوچا کہ میں محتاج اور بھوکا ہوں میں یہ سونا لے لیتا ہوں اور تھیلا اس کو واپس کر دیتا ہوں' میں نے اس کو کہا کہ میرے ساتھ آ جاؤ میں اس کو گھر لے آیا' اس تھیلے' اس کو بندھے ہوئے رسی' اور موتیوں کی علامات اس سے پوچھیں' اس نے وہ بتا دیں' میں نے وہ تھیلا نکال کر اس کو دے دیا۔ اس نے مجھ کو وہ پانچ سو درہم دیئے' میں نے وہ اس سے نہیں لئے اور میں نے کہا کہ بغیر عوض کے مجھ پر ان کا آپ کو لوٹانا واجب تھا' انہوں نے میری بہت منت سماجت کی لیکن میں نہ مانا' انہوں نے مجھ کو چھوڑ دیا اور چلے گئے۔

اس کے بعد میرے ساتھ یہ ہوا کہ میں مکہ مکرمہ سے نکلا اور کشتی میں سوار ہو گیا سمندر میں کشتی ٹوٹ گئی' تمام لوگ اور ان کے اموال غرق ہو گئے اور میں ایک تختے پر محفوظ رہا' یہاں تک کہ میں ایک جزیرہ میں پہنچ گیا' وہاں کچھ لوگ رہتے تھے' میں ایک مسجد میں بیٹھ گیا' انہوں نے مجھ کو سنا کہ قرآن پڑھ رہا ہوں' اس جزیرے کا ہر باشندہ میرے پاس قرآن پڑھنے کے لئے آیا اور اس سے مجھ کو ان لوگوں سے بہت مال حاصل ہو گیا۔ پھر اس مسجد میں قرآن کریم کے کچھ اوراق مجھے ملے۔ جب انہوں نے مجھ کو وہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو انہوں نے مجھ کو کہا کیا تم لکھنا جانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں! وہ اپنے بچوں اور جوانوں کو لے کر آ گئے' اس سے بھی مجھ کو بہت مال مل گیا' پھر انہوں نے کہا کہ یہاں ایک یتیم بچی ہے' اس کے پاس مال بھی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس کے ساتھ شادی کر لیں' میں نے انکار کیا لیکن انہوں نے کہا کہ یہ ضرور ہو کر رہے گا' پھر میں نے ان کی بات قبول کر لی۔

جب سہاگ کی رات میں نے اس کو دیکھنے کے لئے اس پر نظر ڈالی تو بعینہ وہی ہار میں نے اس کے گلے میں پڑا ہوا دیکھا تو میرا کام صرف اس ہار کو دیکھنا ہی رہ گیا' انہوں نے کہا کہ

شیخ تم نے اس ہار پر نظر رکھ کر اور بچی سے صرف نظر کر کے تم نے اس کا دل توڑ دیا' میں نے اس کے سامنے پورا قصہ بیان کر دیا۔ انہوں نے اونچی آواز سے اللہ اکبر سے تکبیر کی آواز بلند کی اور لا إلٰہ إلا اللہ پڑھا' یہ واقعہ تمام اھل جزیرہ میں پھیل گئی' میں نے کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے' انہوں نے کہا کہ وہ شیخ جس نے تم سے ہار لیا تھا وہ اس بچی کا والد تھا وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے دنیا میں اس شخص جیسا کوئی مسلمان نہیں دیکھا۔ جس نے یہ ہار مجھ کو واپس کیا تھا۔ وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ اس کو میرے ساتھ ملا دے تاکہ میں اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دوں۔ اب ان کی یہ دعا بھی پوری ہو گئی۔ میں ایک مدت تک اس کے ساتھ رہا۔ اللہ نے مجھ کو دو بچیاں بھی اس میں سے عطاء کیں۔ پھر وہ فوت ہو گئی اور ہار مجھ کو اور میری بچیوں کو میراث میں مل گیا' پھر وہ بچیاں بھی فوت ہو گئیں اور ہار تنہا میرے پاس رہ گیا' میں نے وہ ہار ایک لاکھ دینار میں فروخت کر دیا' یہ مال جو تم دیکھ رہے ہو یہ اسی مال کا باقی ماندہ ہے۔

اپنا کھانا دوسرے کے اصرار پر کھانا:

(۲۱۹) حافظ ابن رجب حنبلی نے ''ذیل طبقات الحنابلہ'' میں امام شیخ عبدالقادر جیلانی' شیخ الطریقت (ولادت ۴۷۱ھ وفات ۵۶۱ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں سبزیوں کا کوڑا کرکٹ' کانٹے اور درختوں کے پتے نہر کے کنارے سے چنا کرتا تھا اور بغداد میں گرانی اس انتہاء کو پہنچ چکی تھی کہ کئی دن تک میں بغیر کھائے پیے رہا' بلکہ لوگوں کی پھینکی ہوئی چیزیں اٹھا کر کھایا کرتا تھا۔

ایک دن میں سخت بھوک کی حالت میں نہر کے کنارے کی طرف گیا کہ شاید گھاس یا سبزی کے پتے وغیرہ گذارے کے لئے مل جائیں۔ میں جس چیز کی جگہ تک پہنچا تو کوئی دوسرا مجھ سے سبقت لے جا چکا تھا اور اگر کسی جگہ کوئی چیز ملی تو فقراء اس پر جھپٹے ہوئے تھے' فقراء کی محبت کی وجہ سے میں نے اس جگہ کی طرف بڑھنا پسند نہ کیا۔

میں اسی طرح واپس آ گیا اور شہر کی وسط میں چلنے لگا' جہاں کوئی چیز گری پڑی ملتی تو کوئی دوسرا پہلے پہنچا ہوا ہوتا' مجھ کو کمزوری نے بہت مشقت میں ڈال دیا تھا۔ میں اپنے آپ کو تھامنے

سے بھی عاجز آ گیا' میں چلتے چلتے سوق ریاحین کی مسجد یاسین تک پہنچا اور اندر جا کر بیٹھ گیا۔ میں موت کے ساتھ مصافحہ کرنے کے قریب ہی تھا کہ ایک عجمی نوجوان مسجد میں داخل ہوا اس کے پاس روٹی اور بھونا ہوا گوشت تھا۔ وہ بیٹھ کر کھانے لگا۔ وہ جب بھی ہاتھ میں لقمہ لے کر منہ کے قریب کرتا تو شدت بھوک کی وجہ سے میرا منہ کھل جاتا۔ میں نے خود بھی اس بات کو اپنے حق میں نامناسب سمجھا' میں نے کہا اے اللہ یہ کیا ہے؟ یہاں اللہ کے سوا کوئی نہیں اور یا جو اس کی قضا یعنی موت ہے۔

اس عجمی نے مجھے دیکھا اور کہا بھائی بسم اللہ کیجئے میں نے انکار کیا اس نے مجھے قسم دی' میرا نفس مجھ سے جلد بازی کا طالب تھا لیکن میں نے اس کی مخالفت کی۔ اس نے پھر مجھ کو قسم دی میں نے اس کی دعوت قبول کی اور تھوڑا سا کھالیا' وہ اس کے بعد مجھ سے پوچھنے لگا آپ کیا کام کرتے ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اور کس نام سے پہچانے جاتے ہو؟ میں نے کہا میں جیلان کا فقہ حاصل کرنے والا ہوں اور جیلان کا رہنے والا ہوں۔ اس نے کہا میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں۔ کیا تو ایک جیلانی نوجوان جس کا نام عبدالقادر ہے اور عبداللہ الصومعی زاھد کی اولاد کی نسبت سے معروف ہے جانتے ہو' میں نے کہا وہ میں ہوں۔

وہ پریشان ہو گیا اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس نے کہا کہ میں بغداد پہنچا اور میرے پاس میرے خرچ کا کچھ بچا ہوا تھا۔ میں نے تمہارے بارے میں بہت پوچھا لیکن کسی نے تمہارے بارے میں میری راہنمائی نہیں کی' میرا خرچ بھی میرے پاس تین دن سے ختم ہو چکا ہے۔ میرے پاس معمولی گذارے کے لئے بھی کچھ نہ بچا سوائے اس چیز کے جو آپ کی میرے پاس تھی اور میں اس حالت کو پہنچ گیا کہ مردار میرے لئے حلال ہو چکا تھا' تمہاری امانت ہی سے میں نے یہ روٹی اور گوشت خریدا ہے اب اس کو پاکیزہ سمجھ کر کھاؤ' اب میں تمہارا مہمان ہوں جبکہ پہلے تم میرے مہمان تھے۔

میں نے کہا کہ قصہ کیا ہے' کہا کہ جب میں آ رہا تھا تو تمہاری والدہ نے تمہارے لئے میرے ہاتھ آٹھ دینار بھیجے تھے' تو بامر مجبوری میں نے یہ کھانا خریدا میں معذرت خواہ ہوں۔ میں نے اس کو تسلی دی اطمینان دلایا اور بچا ہوا کھانا اس کو دے دیا اور مزید نفقہ کے لئے کچھ سونا دے دیا جو اس نے قبول کر لیا اور واپس چلا گیا۔

طلب علم کے شدائد شہد سے زیادہ شیریں ہیں:

(۲۲۰) امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''صید الخاطر'' میں طلب علم کے ابتدائی زمانہ کے محامد بیان کرتے ہوئے فرمایا' کہ میں اپنی طلب علم کی حلاوت کی وجہ سے بہت شدائد میں مبتلاء ہوا جو کہ میرے نزدیک شہد سے زیادہ شیریں تھے بوجہ میری طلب اور میرے امید کے'

ومن تكن العلياء همة نفسهِ "فكل الذى يلقى فيها محبّبُ"

جس کی ہمت نفس بلند مرتبت کی طالب ہو تو اس کے لئے جس چیز سے
اس کو واسطہ پڑے وہ اس کو پسند ہوتا ہے۔

میں اپنے بچپن میں اپنے ساتھ خشک روٹی لیتا اور حدیث پڑھنے کے لئے چلا جاتا اور بغداد میں نہر عیسیٰ کے قریب بیٹھ جاتا کیونکہ بغیر پانی کے وہ روٹی مجھ سے نگلی نہ جاتی تھی۔ جب میں لقمہ لیتا تو اس پر پانی کا گھونٹ لیتا اور میری ہمت کی آنکھ کو تحصیل علم کی لذۃ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا تھا' اس کا ثمرہ مجھ کو یہ ملا کہ میرا تعارف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی کثرت سماع اور اس کے آداب' اور صحابہ و تابعین کے جاننے سے ہوا۔

(۲۲۱) اور یہ بھی فرمایا کہ ایک فن پر قناعت نہیں کی بلکہ میں حدیث اور فقہ کے سماع کے ساتھ زاھدوں کی مجلس میں بھی جاتا۔ پھر میں نے لغت پڑھی اور میں نے کسی روایت کرنے والے اور وعظ کہنے والے کی مجلس کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی کسی آنے والے اجنبی کی مجلس کو مگر میں اس میں حاضر ہوا اور فضائل کو اختیار کیا' سماع حدیث کے لئے میں مشائخ کی مجالس کے چکر لگایا کرتا تھا' بھاگتے بھاگتے میرا جسم ٹوٹ جاتا' تاکہ مجھ سے کوئی سبقت نہ لے جائے اور میری صبح و شام اس حالت میں ہوتی کہ میرے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا' لیکن اللہ نے مجھ کو مخلوق کے سامنے کبھی ذلیل نہیں کیا' اگر میں تفصیل سے اپنے احوال لکھوں تو شرح بہت طویل ہو جائے گی۔

کتاب کی خریداری ہر چیز پر مقدم ہے:

(۲۲۲) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں اپنے شیخ علی بن مسعود بن نفیس موصلی حلبی دمشقی (ولادت ۶۳۴ھ وفات ۷۰۴ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں لکھا ہے۔ کہ وہ شیخ امام محدث ابوالحسن علی بن مسعود الموصلی تھے میں نے ان کی مجلس کا التزام کیا اور ان سے تمام علوم کی سماعت کی وہ بہت دیندار پسندیدہ صوفی اور عفیف تھے انہوں نے اتنا پڑھا کہ اس کی کثرت بیان نہیں کی جا سکتی' انہوں نے اصول حاصل کر رکھے تھے' باوجود بھوک و افلاس کے کتب کی خریداری کیا کرتے تھے۔

علم کی قدر و قیمت:

(۲۲۳) میں کہتا ہوں کہ وہ امام ابومحمد بن حزم الظاہری کے مسلک پر تھے' جو علم کے طالب صادق اور اس کی نظر میں علم کی قیمت کے بارے میں فرماتے ہیں'

من لم یر العلم اغلیٰ من کل شیءٍ یصاب. فلیس یفلح حتی
یحثی علیہِ التراب''

جو شخص اپنے کو پہنچنے والی ہر چیز سے زیادہ قیمتی علم کو نہ سمجھے تو وہ موت تک
کامیاب نہیں ہو سکتا۔

دائمی خاموشی والی بھوک:

(۲۲۴) میں نے اپنے شیخ امام شیخ الاسلام مصطفیٰ جری دولت عثمانیہ کے آخری شیخ (ولادت ۱۲۸۶ھ وفات ۱۳۷۳ھ رحمہ اللہ) کے بھوک کے واقعہ پر اس باب کو ختم کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا جب میں نے اپنے دین کے تحفظ کے لئے ترکی سے ہجرت کی جبکہ ترکی کے طاغوت مصطفیٰ کمال پاشا کو ان کے دلیرانہ موقف کا علم ہو چکا تھا' مختلف ممالک سے ہوتے ہوئے مصر میں اقامت پذیر ہوئے' سخت بھوک و افلاس کے عالم میں مصائب کو ظاہری تجمل اور

خوبصورتی سے برداشت کرتے رہے' ان ایام میں عالمی ذرائع ابلاغ نے ہندوستان کے سیاسی راہنما گاندھی کے برت (روزہ) کی خبر نشر کی تو دنیا اسلام کے تمام اطراف لرز اٹھے اخبارات نے خوب بڑھا چڑھا کر اس خبر کو نشر کیا۔ اس موقعہ پر ہمارے شیخ نے کچھ اشعار کہے' جس میں انہوں نے اپنے دائمی خاموشی والی بھوک اور گاندھی کے زور و شور والی بھوک کا تقابل کیا ہے جبکہ اس کے بھوک کو عالمی صحافت بھی اچھال رہی تھی۔

ترجمہ ''کہ ھند کے گاندھی نے چیلنج کا روزہ رکھا اور مجھ کو نظر آ رہا ہے کہ موت کے کنارے پکار رہے ہیں' شیخ ہند اور سند کے بے وقوف کو''

دونوں روزوں میں عجیب فرق ہے' جس کو میں ظاہر کر رہا ہوں' اس نے سب کچھ ہوتے ہوئے روزہ رکھا اور میں نے عدم دستیابی کی وجہ سے روزہ رکھا' میرے ساتھ فقر ہمیشہ رہا جب سے میں مصر آیا جیسا کہ یہ میرا مہمان ہو' اس کا روزہ تمام لوگوں کا موضوع بن گیا اور میں اپنے روزے کو اکیلا ہی جانتا ہوں' اسلام کے لئے برداشت کی ہوئی تکالیف میں ہی جانتا ہوں جو میں نے برداشت کیں' اگر میں مر گیا تو وہ میرے بعد زندہ رہے گا' مسلمانوں کے مقابلہ میں اس کو زندہ رہنے کا حق ہے' کیونکہ انہوں نے دین کو ضائع کیا اور اس عہد کو پورا نہیں کیا میرے جیسا آدمی بھوک سے مر جاتا ہے اور کسی کو خبر نہیں ہوتی' کاش کہ ان کا شیخ ہندو شیخ ہوتا۔

بحر و بر کے سفر کی مشقت:

(۲۲۵) امام ابوحاتم الرازی طلب علم کے لئے اپنے سفر اور اس میں مشقت و احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم نے سمندر کا سفر اختیار کیا اور چل پڑے' ہوا ہمارے سامنے کی جانب سے تھی' جس کی وجہ سے ہم تین ماہ سمندر میں رہے' اور اس کی وجہ سے ہمارا دم گھٹنے لگا' اور زاد راہ ختم ہونے کو تھا معمولی کچھ باقی تھا۔ ہم جب خشکی کی طرف نکلے تو جو باقی ماندہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور پانی بھی ختم ہو گیا' تین دن ہم برابر چلتے رہے اور ہم نے نہ کوئی چیز کھائی اور نہ پی' روزانہ ہم صبح سے شام تک چلتے' جب شام ہو جاتی تو ہم نماز پڑھ کر اپنے آپ کو جہاں کہیں ہوتا ڈال دیتے' بھوک پیاس' تھکاوٹ کی وجہ سے ہمارے بدن نحیف اور کمزور ہو چکے تھے'

اگلے دن جب ہم نے چلنے کا ارادہ کیا تو ہم میں چلنے کی سکت نہ تھی، شیخ مروزی بے ہوش ہو کر گر پڑے، ہم نے ان کو ہلایا جلایا لیکن ان کو ہوش نہ آیا، ہم ان کو چھوڑ کر چل پڑے، ابھی ہم دو ہی فرسخ گئے ہوں گے کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا، میرے ساتھی مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ برابر چلتے رہے کہ انہوں نے ایک کشتی کو دیکھا جو خشکی کے قریب آ رہی تھی، جب کشتی کے مسافر بئر موسیٰ علیہ السلام پر اترے، تو انہوں نے ان کی طرف اپنی چادر ہلائی، وہ لوگ ان کے پاس آئے ان کے پاس برتن میں پانی تھا، انہوں نے ان کو پانی پلایا اور ہاتھ سے پکڑا، اس نے ان کو کہا کہ میرے ساتھ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس جاؤ جو کہ بے ہوش ہو کر گر چکے ہیں، میں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص میرے چہرے پر پانی ڈال رہا ہے، میں نے آنکھ کھولتے ہوئے کہا کہ مجھ کو پانی پلاؤ، انہوں نے پانی کے برتن سے مجھ پر پانی ڈالا اور مجھ میں جان آ گئی، میں نے کہا مجھ کو پانی پلاؤ انہوں نے مجھ کو تھوڑا سا پانی مزید پلا دیا، ابھی تک انہوں نے مجھ کو پانی سے سیراب نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا مجھ کو پانی پلاؤ انہوں نے تھوڑا سا پانی پلایا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے ان کو کہا کہ مجھ سے پیچھے بھی ایک شیخ گرے پڑے ہیں، ان کے پاس بھی کچھ لوگ گئے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور میں پاؤں گھسیٹ رہا تھا اور وہ وقفہ وقفہ سے مجھ کو تھوڑا تھوڑا پانی پلاتے رہے، یہاں تک کہ وہ مجھ کو اپنی کشتی کے پاس لے آئے اور ہمارے تیسرے ساتھی شیخ کو بھی لے آئے، ان کشتی والوں نے ہماری بہت خدمت کی اور ہماری جان میں جان آئی، پھر انہوں نے رایہ شہر کے والی کے نام خط لکھا اور ہم کو پانی روٹی اور ستو دے دیے ہم چلتے رہے یہاں تک کہ روٹی ستو اور پانی پھر ختم ہو گیا۔ ہم بھوکے پیاسے سمندر کے کنارے چلتے رہے، یہاں تک کہ ہمارا گذر ایک کچھوے پر ہوا جو سمندر کے کنارے پڑا ہوا تھا۔ ہم نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر اس کی پیٹھ پر دے مارا اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ اس سے انڈے کی زردی کی طرح کی کچھ چیزیں نکلیں، سمندر کے کنارے جو سیپیاں پڑی تھیں وہ ہم نے اٹھائیں اور وہ زرد قسم کی چیز ہم نے سیپیوں سے پینا شروع کی جس کی وجہ سے ہماری بھوک اور پیاس کچھ تھم گئی۔

(۲۲۶) حافظ ذھبی نے ''العبر فی اخبار من غبر'' اور ''میزان الاعتدال'' میں ۲۸۲ھ کے واقعات میں لکھا کہ اس سال میں حافظ بارع ناقد ابو محمد عبدالرحمان بن یوسف بن الخراش

المروزی البغدادی فوت ہوئے وہ اپنے زمانے کے حافظ تھے ان کے طویل اسفار ہیں مصر اور خراسان کے درمیان، بکر بن حمدان المروزی نے کہا کہ میں نے ابن الخراش کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے علم حدیث حاصل کرنے کے دوران انتہائی مجبوری اور زندگی و موت کی کشمکش کی حالت میں پانچ مرتبہ اپنا پیشاب پیا۔

اس کی نوبت اس وقت آئی جب وہ جنگل بیان میں اھل علم سے علم حدیث حاصل کرنے کے لئے جاتے تو راستہ میں سخت پیاس لگتی اس مجبوری میں ان کو یہ کام کرنا پڑتا۔

غیبی امداد:

(۲۲۷) خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' اور حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام محمد بن نصر المرُوزی جن کا پہلے بھی تذکرہ ہو چکا ہے کے احوال میں دونوں نے ابو عمرو عثمان بن جعفر اللّبان کی سند سے لکھا ہے کہ محمد بن نصر نے ہم سے بیان کیا کہ میں مصر سے مکہ مکرمہ کے سفر کے لئے نکلا، میرے ساتھ میری ایک لونڈی تھی۔ میں پانی میں ڈوب گیا اور مجھ سے دو ہزار جزء ضائع ہو گئے، میں اور میری لونڈی ایک جزیرے میں پہنچ گئے، ہم کو وہاں کسی نے نہیں دیکھا، مجھ کو وہاں سخت پیاس لگ گئی میں نے پانی کے لئے بہت کوشش کی لیکن پانی حاصل نہ کر سکا، میں نے اپنا سر لونڈی کی ران پر اپنے آپ کو موت کے حوالے کرتے ہوئے رکھ دیا، ایک شخص کوزہ لئے ہوئے آیا اور کہا پیئو میں نے پیا اور لونڈی نے بھی پیا ہم کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا گیا۔

''پانچواں باب''

''اکثر برہنہ رہنا' اجنبیت میں مال اور
نفقہ ختم ہونے کے بیان میں''

سفر میں زادِ راہ ختم ہونا

ان واقعات کو پڑھنے والا یا سننے والا ضرور ان کبار علماء کے حال سے متعجب ہوگا کہ انکے دلوں نے ان سختیوں کو کس طرح برداشت کیا جبکہ عام انسان میں تو اس کے سننے کی تاب بھی نہیں' لیکن ان کے دل اللہ پر ایمان سے معمور تھے اور اللہ کی جانب سے ثواب اور اللہ کی رضامندی کا ان کو کامل یقین تھا۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی سختی برداشت کرنا ان کے لئے آسان تھا۔ ایک شاعر نے کہا ہے'

اذا صحَ منک الوُدُّ فالکُلَ هیَن " و کل الذی فوق الترابِ ترابُ"

جب تم میں سچی محبت ہو تو سب کچھ آسان ہے مٹی پر جو کچھ ہے وہ مٹی ہی ہے۔

اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث متعارف نہ ہوتی:

(۲۲۸) حافظ ذھبی نے تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ' حجۃ' شیخ الاسلام امام الحدیث حفظ و درایت میں' ابو بسطام شعبہ بن حجاج الواسطی البصری (ولادت ۸۲ھ وفات ۱۶۰ھ رحمہ اللہ) جن کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ تنہا اس شان میں ایک امت تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث متعارف نہ ہوتی۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے بڑا شعر کا عالم نہیں دیکھا' کے احوال میں لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن یونس المستملی نے کہا کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جو حدیث کا طالب ہو وہ مفلس ہو جاتا ہے میں نے اپنی والدہ کی سلفچی سات دینار میں فروخت کی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''العلل فی معرفۃ الرجال'' میں فرمایا۔ میں حکم بن عیینہ کے پاس اٹھارہ مہینے رہا۔ انہوں نے اپنے گھر کے پتھر بھی فروخت کردیے تھے۔

قاضی کے پاس متبادل لباس نہیں:

(۲۲۹) امام وکیعؒ کی ''اخبار القضاۃ'' اور خطیب کی ''تاریخ بغداد'' میں قاضی ابوعبداللہ

شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی یکتاءِ زمانہ کے بارے میں لکھا'

عمر بن ھیاج بن سعید الھمدانی کہتے ہیں کہ میں شریک کے ساتھیوں میں سے تھا ایک دن میں ان کے گھر جلدی آیا وہ گھر پر ہی تھے۔ وہ ایک پوستین پہنے ہوئے تشریف لائے قمیض نہیں تھی اور ان پر چادر تھی' میں نے ان کو کہا عدالت میں جانے سے آپ کو تاخیر ہو گئی' فرمایا میں نے کل اپنے کپڑے دھوئے تھے ابھی تک وہ خشک نہیں ہوئے میں ان کے خشک ہونے کا انتظار کر رہا ہوں' فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا اور ہم اس باب میں مذاکرہ کرنے لگے کہ اگر غلام مولیٰ کی اجازت کے بغیر شادی کر لے تو اس کا کیا حکم ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے ایک نصرانی شیخ کو کوفہ بھیجا تھا اس کارخانے کی نگرانی کے لئے جس میں بادشاہ کے لئے منقش کپڑا بنا کرتا تھا اور امیر کوفہ موسیٰ بن عیسیٰ کو لکھا تھا کہ اس کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کی جائے' کوفہ میں اس نصرانی کی اطاعت کی جاتی تھی۔ اس دن وہ نخع کی طرف جانے والی گلی سے ہماری طرف نکل آیا' اس کے ساتھ مصاحبین کی ایک جماعت تھی۔ وہ خود ایک خوبصورت عربی النسل گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے آگے ایک شخص کاندھوں سے پکڑا ہوا تھا اور وہ کسی امداد کرنے والے کا منتظر تھا' جب قاضی شریک پر اس کی نظر پڑی تو اس نے کہا کہ میں اللہ سے امداد طلب کرتا ہوں پھر اس کے بعد قاضی کی امان میں ہوں' اس نے قاضی شریک کو سلام کیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ کوڑے کے نشانات اس کی پیٹھ پر تھے۔ اس مضروب شخص نے قاضی کو کہا کہ میں اللہ کی امان میں ہوں پھر اس کے بعد آپکی امان میں' اللہ آپ کی اصلاح فرمائے میں کپڑوں پر نقش و نگار بنانے والا ہوں اور میری جیسی مزدوری کرنے والا شخص مہینہ میں ایک سو درھم کماتا ہے۔ اس نے مجھ کو چار ماہ سے اس کارخانے میں رکھا ہے مجھ کو صرف کھانا دیتا ہے۔ میرے اھل و عیال ضائع اور ہلاک ہو گئے ہیں ایک دن میں اس سے بھاگ گیا' اس نے مجھ کو آ لیا اور میری پیٹھ کا یہ حال کر دیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

قاضی شریک نے کہا اے نصرانی اٹھ کر اپنے مدعی کے پاس بیٹھ جاؤ' اس نے کہا ابو عبداللہ یہ ملکہ کا خادم ہے آپ اس کو قید کر دیں' انہوں نے کہا تیری ہلاکت ہو اٹھ کر اس کے

قریب بیٹھ جاؤ جیسا تم کو کہا جا رہا ہے۔ وہ مظلوم کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔ قاضی نے اس سے پوچھا اس کی پیٹھ پر یہ کیا نشانات ہیں۔ اس نے کہا اللہ قاضی کی اصلاح فرمائے میں نے اس کو ہاتھ سے چند کوڑے لگائے ہیں' یہ اس سے بھی زیادہ کا مستحق تھا آپ اس کو قید کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔

قاضی نے اس کی چادر اتروائی اور اندر سے زبذہ کا بنا ہوا ایک کوڑا لائے پھر اپنے ہاتھ سے نصرانی کے زائد کپڑے اتارے اس کو گریبان سے پکڑا۔ اس شخص کو کہا تم اپنے گھر جاؤ اور نصرانی کے موٹے جسم اور چوڑی گردن پر کوڑے مارنے لگے وہ چیخ چیخ کر کہتا ہائے میری حماقت میں آج کے بعد کسی مسلمان کو نہیں ماروں گا۔ اس کے ساتھیوں نے ارادہ کیا کہ اس کو قاضی کے ہاتھوں سے چھڑائے۔ قاضی نے وہاں موجود محلے کے نوجوانوں کو کہا کہ ان کو پکڑ کر جیل خانہ لے جاؤ' وہ تمام لوگ بھاگ گئے اور نصرانی کو تنہا چھوڑ دیا' قاضی نے نصرانی کو مارا۔ نصرانی رو رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہہ رہا تھا' تجھے پتہ چل جائے گا میں تجھ کو بتا دوں گا۔

قاضی نے کوڑا ہاتھ سے نیچے دہلیز پر رکھتے ہوئے کہا۔ ہاں ابو حفص تم اس غلام کے بارے میں کیا کہتے ہو' جو اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے' بات اس انداز سے شروع کی جیسا کہ کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

نصرانی گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے کھڑا ہوا تو گھوڑا بدک گیا اور نصرانی کے لئے گھوڑا پکڑنے والا کوئی نہ تھا' نصرانی گھوڑے کو مارنے لگا تو قاضی نے کہا تیری ھلاکت ہو' اس کے ساتھ نرمی والا معاملہ کرو۔ یہ تجھ سے زیادہ اللہ کا فرمانبردار ہے نصرانی چلا گیا۔ قاضی نے پھر مجھ کو کہا اچھا وہ مسئلہ شروع کرو جس پر ہم گفتگو کر رہے تھے' میں نے ان کو کہا کہ ہم کو اس نصرانی سے کیا لگی تھی آج آپ نے اپنا کام کر لیا جس کا انجام بہت برا ہو گا آپ کے حق میں قاضی نے کہا خاموش ہو جاؤ' اللہ کے حکم کی عزت کرو' اللہ تم کو عزت سے نوازے گا' وہ مسئلہ شروع کرو جس میں ہم تھے۔ نصرانی امیر کوفہ موسیٰ بن عیسیٰ کے پاس گیا اس نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو کہا تیرا یہ حشر کس نے کیا' وہ بھی غصہ میں آ گیا اور اس کی پولیس بھی۔ نصرانی نے کہا

شریک قاضی نے میرا یہ حشر کیا' امیر کوفہ نے کہا اللہ کی قسم میں قاضی شریک سے تعرض کرنے پر قادر نہیں ہوں' نصرانی بغداد چلا گیا اور پھر واپس مڑ کر کوفہ نہ آیا۔

دروازے کا بطور ستر استعمال میں لانا:

(۲۳۰) ذھبی کی ''سیر اعلام النبلاء'' میں زید بن الحباب الخراسانی الکوفی (ولادت ۱۳۰ھ وفات ۲۰۳ھ) کے احوال میں آیا ہے کہ انہوں نے حصول علم کے لئے مشرق بعید مَرْو شاھجان سے سفر شروع کیا' مصر تک گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اندلس بھی گئے۔

ان سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے روایت کی اور فرمایا کرتے تھے کہ وہ بہت دانا صاحب حیثیت ہیں۔ حدیث کے لئے انہوں نے مصر اور خراسان کے سفر کئے ان سے زیادہ فقر پر صبر کرنے والا کوئی نہ تھا۔ میں نے ان سے کوفہ اور بغداد دونوں میں کتابت حدیث کی۔ علی بن حرب کہتے ہیں کہ زید بن الحباب ہمارے ہاں آئے اور ان کے پاس کوئی کپڑا نہ تھا جو پہن کر وہ ہماری مجلس میں آ سکتے' ہمارے اور ان کے درمیان دروازہ بطور ستر پردہ کے استعمال ہوتا تھا' وہ دروازے کے پیچھے بیٹھ کر حدیث بیان کرتے تھے' رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ابو العتاھیہ رحمہ اللہ نے فرمایا

اذا ابقت الدنیا علی المرء دینه ' فما فاتهٔ منها فلیس بضائر''

دنیا جب کسی انسان پر اس کا دین باقی رہنے دے' تو جو کچھ اس سے اس دنیا کا فوت ہو جائے اس میں اس کا کوئی نقصان نہیں۔

میں اپنی نیت تبدیل نہیں کر سکتا:

(۲۳۱) ابو الیمن علیمی الحنبلی نے ''المنہج الاحمد'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے احوال میں لکھا ہے'

کہ امام احمد بن حنبلؒ عبدالرزاق کے پاس ۱۹۷ھ میں صنعاء یمن گئے اور امام یحییٰ بن معین کو بھی اس سفر میں ساتھ لیا' امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ جب ہم عبدالرزاق کے پاس

یمن کی طرف نکلے تو ہم نے حج کیا' میں طواف کر رہا تھا کہ دیکھا کہ امام عبدالرزاق بھی طواف کر رہے ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا اور عرض کی یہ آپ کا بھائی احمد بن حنبل ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اس کو زندہ سلامت رکھے اور ثابت قدم رکھے' ان کے تمام بہترین کام مجھ تک پہنچے ہیں' میں نے امام احمد کو کہا۔ اللہ نے ہمارا سفر کم کر دیا اور نفقہ بھی وافر کر دیا اور ایک مہینہ کے سفر سے ہم بچ گئے۔ امام احمد نے کہا کہ میں نے بغداد سے نکلتے وقت نیت کی تھی میں صنعا جا کر امام عبدالرزاق سے سماع کروں گا' اس لئے میں اپنی نیت تبدیل نہیں کر سکتا' یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ جب ہم صنعاء کے لئے نکلے تو راستہ میں امام احمد کا خرچہ ختم ہو گیا' امام عبدالرزاق نے ان کو بہت سے درھم دینے چاہے لیکن امام احمد نے انکار کر دیا' پھر انہوں نے کہا اچھا یہ قرض لے لو' انہوں نے قرض لینے سے بھی انکار کر دیا۔ ہم نے اپنے خرچ سے ان کو کچھ دینا چاہا تو انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا ہم نے ان کی نگرانی شروع کی کہ گذارہ کس طرح کرتے ہیں' تو وہ ازار بند کی سلائی کیا کرتے اور اس کی مزدوری سے روزہ افطار کرتے تھے۔

امام احمد نے بالٹی رہن رکھوائی:

(۲۳۲) علیمی کہتے ہیں کہ جب امام احمد یمن میں تھے تو انہوں نے ایک دوکاندار کے پاس بالٹی رہن رکھوائی سلیمان بن داؤد الشاذ کونی کی موجودگی میں اور دوکان دار سے ضرورت کی اشیاء لیا کرتے تھے' پھر وہ رہن کی رقم لے کر آئے بالٹی واپس لینے کے لئے تو دوکاندار نے ان کے سامنے دو بالٹیاں رکھیں اور کہا کہ آپ کی بالٹی ان میں سے کون سی ہے۔ انہوں نے کہا مجھ پر تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے' تجھ کو اختیار ہے بالٹی اور اس کے رہن کی رقم میں۔ شاذ کونی نے دوکاندار کو کہا کہ تم نے ایک متقی اور پرہیز گار شخص کو مشکل میں مبتلا کر دیا بالٹیاں تو ایک ہی جیسی ہوتی ہیں' دوکاندار نے ایک بالٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہی ان کی بالٹی ہے۔

مجھ کو کسی سے کچھ قبول کرنے کی عادت ہی نہیں:

(۲۳۳) قاضی ابن ابی یعلی نے ''طبقات الحنابلہ'' میں اور ابن الجوزی نے ''طبقات الحنابلہ'' میں امام احمد کے شیخ امام عبدالرزاق بن الھمام کے احوال میں لکھا ہے کہ عبدالرزاق

نے ایک دن امام احمد بن حنبل کا تذکرہ شروع کیا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ پڑے اور فرمایا کہ امام احمد ہمارے پاس دوسال سے کچھ کم عرصہ رہے۔ اس اثنا میں ہم کو پتہ چلا کہ ان کا خرچ ختم ہو چکا ہے میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کے پیچھے کھڑا کر دیا' وہاں ہمارے علاوہ دوسرا کوئی نہ تھا۔ میں نے ان کو کہا میرے پاس کبھی دینار جمع نہیں ہوئے' جب ہم اناج فروخت کرتے ہیں تو اس رقم کو کسی کام میں لگا دیتے ہیں' خواتین کے پاس مجھ کو دس دینار مل گئے' ان کو آپ اپنی ضروریات میں صرف کر دیں' مجھے امید ہے کہ یہ ابھی آپ کے پاس ختم نہیں ہوئے ہوں گے کہ ہمارے پاس کوئی دوسری چیز تیار ہو جائے گی' کہتے ہیں کہ مجھ کو امام احمد بن حنبل نے کہا کہ اگر مجھ کو لوگوں سے کچھ قبول کرنے کی عادت ہوتی تو میں ضرور آپ کا یہ مال قبول کرتا۔

پھر ابن الجوزی نے اسحاق بن راھویہ کے احوال سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب امام احمد' امام عبدالرزاق کے پاس جانے کے لئے نکلے تو راستہ میں ان کا خرچ ختم ہو گیا۔ تو انہوں نے شتر بانوں کے ساتھ مزدوری پر اپنے آپ کو لگا دیا' یہاں تک کہ صنعاء پہنچ گئے ان کے کچھ احباب نے ان کی مدد کرنی چاہی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔

نان بائی کو جوتیاں دے دیں:

(۲۳۴) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایہ والنھایہ'' میں امام احمد بن حنبلؒ کی ان سختیوں کا ذکر کیا ہے جو ان کو یمن کے سفر میں پیش آئیں۔ فرمایا کہ امام احمد تحصیل علم کے لئے یمن میں مقیم ہو گئے۔ ایک دن ان کے کپڑے گم ہو گئے تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے بند کر دئے اور اندر بیٹھ گئے۔ جب ان کے ساتھیوں نے ان کو غیر حاضر پایا تو ان کے گھر پوچھا احوال معلوم ہو جانے کے بعد ان کی خدمت میں کچھ پیش کرنا چاہا۔ انہوں نے سوائے ایک دینار کے کچھ قبول نہ کیا۔ وہ بھی اس شرط پر کہ اس دینار کے بدلے ان کو کتاب لکھ کر دیں گے۔ احمد بن سنان واسطی کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ امام احمد نے یمن سے جاتے وقت اپنی جوتیاں ایک نان بائی کو دے دی تھیں ان روٹیوں کے عوض جو انہوں نے اس سے لی تھیں۔

امام بخاری کی حالت:

(۲۳۵) خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' میں امام بخاری کے بارے میں لکھا ہے کہ عمر بن حفص الاشقر نے کہا کہ انہوں نے بصرہ میں جب کئی دن امام بخاری کو سبق سے غیر حاضر پایا تو ہم ان کے گھر گئے ان کو ہم نے برہنہ حالت میں پایا۔ ان کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو چکا تھا کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا۔ ہم تمام ساتھیوں نے چندہ کر کے امام بخاری کے لئے کپڑے خرید کر ان کو پہنا دئے۔ اس کے بعد وہ ہمارے ساتھ کتابت حدیث کے لئے جانے لگے۔

میں صرف پانی پیتا:

(۲۳۶) تاج الدین السبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' اور ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمہ ''ھدیۃ الساری'' میں امام بخاری کے احوال میں لکھا ہے

کہ امام محمد بن حاتم الوراق البخاری فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں عسقلان آدم بن ابی ایاس کے پاس گیا۔ میرا سفر خرچ ختم ہو گیا تھا یہاں تک میں زمین کی گھاس پھونس کھانے لگ گیا تھا اور میں نے کسی کو اس کی خبر نہ کی جب تیسرا دن ہو گیا تو ایک شخص آیا جس کو میں جانتا نہ تھا۔ اس نے مجھ کو دینار کا ایک تھیلا دیا اور کہا اس کو اپنے اوپر خرچ کر دو۔

(۲۳۷) حافظ ابن ابی حاتم الرازی اپنی کتاب ''الجرح والتعدیل'' میں اپنے والد امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی کو طلب علم میں جو سختیاں درپیش آئیں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ۲۱۴ھ میں بصرہ میں آٹھ مہینے رہا میرے دل میں تھا کہ میں ایک سال رہوں گا۔ لیکن میرا خرچ ختم ہو گیا تو میں آہستہ آہستہ اپنے بدن کے کپڑے فروخت کرنے لگ گیا' یہاں تک کہ فروخت کرنے کے لئے کپڑے بھی نہ رہے اور میں بغیر خرچ کے ہو گیا' میں اپنے ایک دوست کے ساتھ شیخ کے پاس جایا کرتا تھا۔ شام تک ان سے سماع کرتا۔ میرا دوست چلا جاتا اور میں بالکل خالی اپنے گھر واپس آ جاتا۔ سخت بھوک ہوتی لیکن میں صرف پانی پیتا رہتا۔

جب صبح ہوتی تو میرا دوست پھر آ جاتا۔ میں پھر اس کے ساتھ سماع حدیث کے لئے چلا جاتا سخت بھوک کی حالت میں' وہ پھر چلا جاتا اور میں بھوک ہی کی حالت میں واپس ہو جاتا جب اگلی صبح ہوتی تو اس نے مجھ کو کہا کہ چلیں مشائخ کے پاس تو میں نے کہا کہ کمزوری کی وجہ سے اب مجھ میں اس کی سکت نہیں۔ اس نے مجھ کو کہا کہ تم کو ضعف کیوں ہے؟ میں نے اس کو کہا کہ میں تجھ سے بات چھپانا نہیں چاہتا۔ مجھ پر دو دن گذر گئے اور میں نے کوئی چیز نہیں چکھی' اس نے مجھ کو کہا کہ میرے پاس ایک دینار بچا ہوا ہے' میں نصف دینار تجھ کو دے سکتا ہوں اور دوسرا نصف ہم کرایہ کا دے دیں گے' ہم بصرہ سے نکلے اور میں نے اس سے آدھا دینار لے لیا۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے کہا کہ جب ہم داؤد جعفری کے ہاں سے نکلے تو ہم جار مقام پر گئے اور ہم تین ساتھی شیخ نیشاپوری' ابوزہیر المرَوزی اور میں تھے۔ فرمایا کہ ہم ابھی کشتی پر سوار ہی تھے کہ مجھے احتلام ہو گیا' جب صبح ہوئی تو میں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا' انہوں نے مجھ کو کہا کہ سمندر میں گھس جاؤ۔ میں نے ان کو کہا کہ میں اچھی طرح سے تیرنا نہیں جانتا' انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو رسی سے باندھ لیتے ہیں' انہوں نے مجھ کو رسی سے باندھا اور پانی میں چھوڑ دیا' میں پانی میں تھا اور اسی حالت میں بھی مکمل وضو کرنا چاہتا تھا۔ جب میں نے وضو کر لیا تو میں نے ان کو کہا کہ مجھ کو آہستہ سے چھوڑ دو۔ انہوں نے مجھ کو آہستہ سے چھوڑا۔ میں نے اپنے آپ کو پانی میں داخل کر لیا پھر میں نے ان کو کہا کہ مجھ کو اٹھا لو انہوں نے مجھ کو اٹھا لیا' پھر ہم کشتی میں چل پڑے اس وقت سمندر کی ہوا مخالف سمت سے چل پڑی جس کی وجہ سے کشتی حرکت نہیں کر سکتی تھی' اور ہم کو تین ماہ تک سمندر میں رہنا پڑا جس کی وجہ سے ہمارا دم گھٹنے لگا' اور ہمارا سفر خرچ بھی ختم ہونے کو تھا۔ پھر ہم خشکی پر آ گئے اور چند دن خشکی پر چلتے رہے جو باقی ماندہ پانی اور خرچ تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ پھر ہم تین دن اور تین رات اسی حالت میں چلتے رہے کہ ہم نے کوئی چیز نہیں چکھی' ہم صبح سے شام تک چلتے رہے' شام کو نماز پڑھ کر جہاں ہوتا ہم اپنے جسم کو پھینک دیتے' تھکاوٹ' بھوک اور پیاس کی وجہ سے ہمارے بدن نحیف ہو چکے تھے تیسرے دن جب ہم اٹھ کر چلنے لگے' تو شیخ مرَوزی بے ہوش ہو کر گر پڑے' ہم نے ان کو ہلایا جلایا لیکن ان کو ہوش نہ آیا ہم نے ان کو وہیں چھوڑ دیا۔

میں اور میرا نیشاپوری ساتھی ایک دو فرسخ ہی چلے ہوں گے کہ میں کمزوری کے باعث بے ہوش ہو کر گر پڑا' میرا ساتھی مجھ کو چھوڑ کر چلا گیا۔

وہ برابر چلتے رہے کہ انہوں نے ایک کشتی دیکھی جو خشکی کے قریب ہو رہی تھی وہ بئر موسیٰ علیہ السلام پر اتری' جب میرے ساتھی نے ان کو دیکھا تو ان کی طرف کپڑا ہلایا وہ ان کے پاس آئے۔ ان کے پاس برتن میں پانی تھا' ان کو پانی پلایا اور ہاتھ سے پکڑا انہوں نے ان کو کہا کہ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس چلے جاؤ' وہ بے ہوشی کے عالم میں راستہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ مجھے صرف یہ پتہ چلا کہ کوئی میرے چہرے پر پانی ڈال رہا ہے۔ میں نے آنکھ کھولتے ہوئے کہا کہ مجھ کو پانی پلاؤ' اس نے پانی والے برتن سے تھوڑا سا پانی مجھ کو پلایا' جب میں نے پانی پیا تو مجھ میں کچھ جان آئی' انہوں نے مجھ کو جی بھر کے پانی نہیں دیا' میں نے کہا اور پانی پلاؤ' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے کہا ایک شیخ پیچھے بے ہوش پڑے ہیں۔ انہوں نے کہا ان کے پاس بھی لوگ گئے ہوئے ہیں' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور میں پاؤں گھسیٹ رہا تھا' وہ مجھ کو تھوڑا تھوڑا پانی بھی پلا رہے تھے' یہاں تک کہ ہم ان کی کشتی تک پہنچ گئے۔ دوسرے لوگ ہمارے تیسرے ساتھی شیخ کو بھی لے آئے' ہم ان کے پاس کئی دن رہے' یہاں تک کہ ہم میں جان آ گئی' پھر انہوں نے ''رایہ'' شہر کے والی کے نام ایک خط لکھا اور ہم کو روٹی ستو اور پانی دیا' ہم چلتے رہے یہاں تک کہ پانی' روٹی اور ستو ختم ہو گئے' ہم سمندر کے کنارے بھوکے پیاسے چلتے رہے' یہاں تک کہ ہماری نظر کچھوے پر پڑی' جس کو سمندر نے باہر پھینک دیا تھا' ہم نے ایک بڑا پتھر لے کر اس کی پیٹھ پر دے مارا' اس کی پیٹھ سے انڈے کی زردی کی طرح کی کوئی چیز بہنے لگی' وہاں سے ہم نے کچھ سیپیاں اٹھائیں اور وہ چیز چاٹنے لگے' جس کی وجہ سے ہماری بھوک کچھ تھم گئی اور چلنے کے قابل ہو گئے اور ہم ''رایہ'' شہر میں داخل ہو گئے ہم نے اس شہر کے حکمران کو وہ خط پہنچایا' اس نے ہم کو اپنے گھر میں مہمان بنایا اور ہمارے ساتھ احسان کیا' وہ ہم کو روزانہ کدو کھلاتے رہے اور اپنے خادم کو کہتے کہ ان کو مبارک کدو کھلاتے رہو' کئی دن جب اسی طرح گذرے تو ہمارے ایک ساتھی نے فارسی میں کہا کہ کیا آپ ہم کو کبھی بھونا ہوا گوشت بھی کھلائیں گے' اس نے کہا کہ میں فارسی بھی اچھی طرح جانتا ہوں اس لئے کہ میرا دادا ہروی

تھا' اس کے بعد وہ ہم کو گوشت کھلانے لگے' پھر ہم نے ان کے ہاں سے جانے کا ارادہ کر لیا' جب ہم جانے لگے تو انہوں نے ہم کو زادِ راہ دیا' یہاں تک کہ ہم مصر میں داخل ہو گئے۔

دن کو پڑھائی رات کو کتابت:

(۲۳۸) حافظ ذھبی نے ''العِبَر'' میں اور حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں حافظ یعقوب بن سفیان الفارسی الفسوی کے احوال میں لکھا ہے'

کہ ابو اسحاق بن حمزہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یعقوب بن سفیان نے کہا کہ میں تیس سال سفر میں رہا میرے سفر کے دوران ہی سفر خرچ کم پڑ گیا' میں رات کو پابندی کے ساتھ کتابت کیا کرتا تھا اور دن کو پڑھا کرتا تھا ایک رات میں چراغ کی روشنی میں بیٹھا لکھ رہا تھا سردیوں کا موسم تھا میری آنکھوں میں پانی اتر آیا۔ مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں علم کے فوت ہونے اور شہر سے دور ہونے کی وجہ سے رونے لگ پڑا' مجھے اس حالت میں نیند آ گئی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے مجھ کو آواز دی یعقوب تم کیوں رو رہے ہو' میں نے عرض کی حضرت میری نگاہ ختم ہو گئی ہے اور اس وجہ سے جو چیز مجھ سے فوت ہو رہی ہے اس کا مجھ کو افسوس ہے۔ آپ نے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ۔ میں آپؐ کے قریب ہو گیا۔ آپؐ نے میری آنکھ پر ہاتھ مبارک پھیرا۔ جیسے کچھ پڑھ رہے ہوں' پھر میں جاگ گیا اور وہ نسخہ لے کر میں نے لکھنا شروع کر دیا' امام یعقوب کی وفات ۲۷۷ھ میں ہوئی انہوں نے ۸۹ سال کی عمر پائی۔ رحمہ اللہ۔

روزانہ چودہ ورق کی تصنیف:

(۲۳۹) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں اور تاج السبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں امام محمد بن جریر الطبری (ولادت ۲۲۴ھ وفات ۳۱۰ھ) کے احوال میں لکھا کہ انہوں نے ۸۶ سال کی عمر پائی' ان کے بلوغ کو پہنچنے کے بعد سے وفات تک کے ایام ان کے تلامذہ نے گنے پھر ان کی تصانیف کے اوراق ان ایام پر تقسیم کئے تو ہر دن پر چودہ ورق آئے۔ امام ابن جریر کے شاگرد ابو محمد عبداللہ بن احمد بن جعفر الفرغانی کہتے ہیں کہ امام ابن جریر اللہ کے

معاملہ میں کسی کی ملامت کا خیال نہیں کرتے چاہے کتنی تکلیف ان کو نہ دی جاتی۔ اہل علم ان کے علم' زہد' دنیا سے بے رغبتی اور اسی پر قناعت جو حصہ ان کے لئے ان کے والد نے طبرستان میں چھوڑا تھا کے منکر نہ تھے۔

فرمایا کہ محمد بن جریر نے بارہ برس کی عمر میں ۲۳۹ھ میں آمل سے سفر علم شروع کیا تھا۔ والد نے ان کو سفر کی اجازت دی اور ان کے والد ان کو زندگی بھر ایک شہر سے دوسرے شہر کی مختلف چیزوں کی طرف متوجہ کرتے رہے' میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ والد صاحب کی طرف سے پہنچنے والے خرچے میں تاخیر ہو گئی تو مجبوراً مجھ کو اپنی قمیص کی آستین کھول کر بیچنی پڑی ''اس زمانہ میں خوبصورت قسم کی آستین الگ سے قمیصوں کے ساتھ لگائے جاتے تھے''

ایک درہم پر مہینہ بھر گزارہ:

(۲۴۰) حافظ ذھبی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ ابو بکر عبداللہ بن امام حافظ ابو داؤد السجستانی (ولادت ۲۳۰ھ وفات ۳۱۶ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب میں کوفہ میں داخل ہوا تو میرے پاس ایک درہم تھا۔ میں نے اس ایک درہم کا تیس مد لوبیا خرید لیا۔ میں یہی لوبیا کھاتا رہا اور کوفہ کے محدث عبداللہ بن سعید الکندی سے کتابت حدیث کرتا رہا' جب لوبیا ختم ہونے کو آئے تو اس وقت تک میں ان سے تیس ہزار مقطوع اور مرسل احادیث لکھ چکا تھا' ان احادیث کے لکھنے میں مجھ کو کم از کم دو ماہ کا عرصہ لگا۔

ایک مہینہ میں تیس جز لکھنا:

(۲۴۱) خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' میں اور حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام شیخ الفقہاء والمحدثین ابو بکر احمد بن محمد البرقانی شیخ بغداد (ولادت ۳۳۶ھ وفات ۴۲۵ھ رحمہ اللہ) کے بارے میں لکھا ہے۔

برقانی فرماتے ہیں کہ جب میں اسفرائین میں داخل ہوا تو میرے پاس تین دینار اور ایک درہم تھا۔ مجھ سے دینار تو گم ہو گئے اور صرف ایک درہم باقی رہا' وہ درہم میں نے نان بائی کو دے دیا۔ میں روزانہ اس سے دو روٹیاں لیتا اور بشر بن احمد سے حدیث کا ایک جز لے کر

جامع مسجد میں چلا جاتا اور عشاء تک اس کو لکھ کر فارغ کر دیتا۔ ایک مہینہ میں' میں نے تیس جزء لکھ لئے اور نان بائی کے پاس جو رقم میری تھی وہ بھی ختم ہوگئی اور میں نے اس شہر سے سفر کرلیا۔

آبرو کی حفاظت کے لیے فقر کا اظہار نہ کرنا:

(۲۴۲) خطیب بغدادی کی ''تاریخ بغداد'' اور سمعانی کی ''الانساب'' میں امام فقیہ قاضی ابوالعباس احمد بن محمد بن عبدالرحمان الابیوردی' بغدادی' شافعی' فقیہ (ولادت ۳۵۷ھ وفات ۴۲۵ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ انہوں نے بغداد میں سکونت اختیار کی اور پورے شرقی بغداد اور مدینہ منصور کے قاضی مقرر ہوئے۔ موسم کی اپنی اقامت گاہ پر درس دیا کرتے تھے۔ اور جامع منصور میں ان کے افتاء کا حلقہ ہوا کرتا تھا۔ وہ اچھے اعتقاد اچھی طریقت اور فصیح اللسان تھے۔ اشعار بھی کہا کرتے تھے۔

عبیداللہ بن احمد نے اپنے سامنے بیان کرنے والے کے حوالے سے ذکر کیا کہ قاضی ابو العباس الابیوردی' صائم الدھر تھے اور اکثر افطار روٹی اور نمک سے کرتے تھے وہ فقیر تھے لیکن با مروۃ تھے۔ پورا موسم سرما انہوں نے اس حالت میں گذارا کہ وہ پہننے کے لئے ایک جبے کے مالک نہ تھے' لیکن اپنے احباب کو کہا کرتے تھے کہ میں کسی مجبوری کی وجہ سے جبہ نہیں پہن سکتا' احباب اس جملہ سے مراد کوئی بیماری لیتے اور ان کی مراد فقر تھا' اپنی آبرو کی حفاظت اور مروۃ کی وجہ سے اظہار نہیں کرتے تھے۔

کیا میں حدیث پر عوض لوں گا:

(۲۴۳) حافظ سخاوی نے ''فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث'' میں کہا کہ معبۃ اللہ بن المبارک السقطی نے کہا کہ ابوالغنائم محمد بن علی الدجاجی البغدادی' بغداد میں تخت نشین تھے' بڑی وجاھت والے' صاحب وسعت تھے' نامور شخصیات میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ایک وقت میں زمانہ ان پر گردشوں کے ساتھ مہربان ہوگیا۔

میں ایک جماعت کے ساتھ انکی خدمت میں سماع کے لئے گیا تھا' وہ بیمار تھے۔ ہم ان

کے ہاں بیٹھ گئے وہ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' ان پر ایک جبہ تھا جس کا اکثر حصہ آگ سے جل چکا تھا' ان کے پاس ایک درھم کے مساوی چیز بھی نہ تھی' انہوں نے کچھ تحمل کیا اور ہم نے اپنی حرص کے مطابق حدیث پڑھی' پھر ہم اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے ہمارے اکرام میں بہت مشقت اٹھائی' جب ہم باہر نکلے تو میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ آپ کے پاس کچھ ہے جو ہم شیخ پر خرچ کریں' وہ اس پر آمادہ ہو گئے انہوں نے پانچ مثقال سونا جمع کیا میں نے ان کی صاحبزادی کو بلا کر سونا اس کو دے دیا اور منتظر کھڑا رہا تا کہ شیخ کو حوالہ کرنے کا حال معلوم کر سکوں' جب صاحبزادی اندر گئی اور مال ان کے حوالہ کیا تو انہوں نے اس کو ایک تھپڑ مارا اور چیخ کر کہا' ہائے میری رسوائی کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عوض لوں گا' نہیں اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا' ننگے پاؤں کھڑے ہوئے اور مجھ کو آواز دی کہ ہمارے درمیان جو احترام کا رشتہ ہے آپ ضرور واپس آ جائیں میں جب واپس آ گیا تو فرمانے لگے کیا تو مجھ کو اور اصحاب حدیث کو رسوا کرنا چاہتا ہے موت میرے لئے اس سے زیادہ آسان ہے' جب سونا اس جماعت کو واپس کیا گیا تو انہوں نے بھی قبول نہ کیا اور اس کو صدقہ کر دیا۔

(۲۴۴) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام حافظ جوال ابوعلی حسن بن علی البلخی الوخشی (وفات ۴۷۱ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں لکھا ہے'

کہ وخشی نے ایک دن کہا کہ میں نے علم حاصل کیا سماع کیا' سفر کیا سختیاں برداشت کیں ذلت اٹھائی۔ پھر میں وخش بستی میں واپس آیا۔ وخش؛ بلخ عملداری کی ایک بستی ہے۔ کسی کو میری قدر نہ ہوئی اور جو میں نے حاصل کیا تھا وہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا' میں نے سوچا کہ میں مر جاؤں گا اور میرے بارے میں کسی کو علم نہ ہو سکے گا اور مجھ پر کسی کو رحم بھی نہ آئے گا۔ اللہ نے میرا معاملہ آسان کر دیا اور نظام الملک کو توفیق بخشی کہ انہوں نے وخش میں مدرسہ قائم کیا اور مجھ کو یہاں بٹھا دیا اور اب میں حدیث کی تعلیم دیتا ہوں۔

میں عسقلان میں ابن المصحح سے سماع حدیث کرتا تھا کہ مجھ کو نفقہ کی تنگی ہوگئی کئی دن میں بغیر کھائے پیے رہا۔ میں لکھنے بیٹھا تو اس سے بھی عاجز رہا لکھ نہ سکا میں ایک نان بائی کی دکان پر گیا اور قریب بیٹھ گیا تا کہ روٹی کی خوشبو سے قوت حاصل کرلوں' پھر اللہ سبحانہ وتعالی نے فتوحات کے دروازے کھول دئے۔

اپنے زمانے کے بلا شرکت غیرے امام کا حال:

(۲۴۵) تاج السبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں امام ابو اسحاق ابراھیم بن علی الشیر ازی'' وفات ۴۷۶ھ رحمہ اللہ'' کے سوانح میں لکھا ہے۔

کہ وہ اپنے زمانہ میں شافعیہ کے امام تھے شوافع میں کوئی ان کا مد مقابل نہ تھا۔ ابو العباس الجرجانی نے کہا کہ ابو اسحاق الشیر ازی دنیا سے کسی چیز کے مالک نہ تھے ان پر فقر کی انتہا ہو چکی تھی' یہاں تک کہ ان کے پاس پہننے کا لباس اور کھانے کے لئے روٹی نہیں ہوا کرتی تھی۔

بغداد کے ایک کوچہ میں وہ رہائش پذیر تھے۔ ہم ان کے پاس آیا کرتے تھے اور بوجہ برہنہ ہونے کے ہمارے لئے پورے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ آدھا کھڑے ہوا کرتے تھے تاکہ بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو جائے۔

(۲۴۶) کہا گیا ہے کہ جب ان کو بغیر کھائے پئے کئی دن ہو جاتے تو وہ اپنے ایک دوست جو لوبیا فروخت کیا کرتا تھا کے پاس چلے جاتے وہ لوبیا کے پانی سے ان کے لئے ثرید بناتا بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ جب ابو اسحاق پہنچتے تو وہ لوبیا فروخت کر کے فارغ ہو چکا ہوتا تو یہ تھوڑی دیر کھڑے ہو کر واپس ہو جاتے اور کہتے اس طرح واپس لوٹنا نقصان دہ ہے۔ امام ابو اسحاق الشیر ازی نے خود یہ اشعار کہے۔

سألت الناس عن خلٍ وفيٍ . فقالوا ما الیٰ هذا سبیلُ "

میں نے لوگوں سے اچھی محبت والے دوست کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس تک رسائی کی کوئی سبیل نہیں۔

تمسک ان ظفرت بذیل حرّ " فان الحُرَّ فی الدنیا قلیل"

اگر ہو سکے تو کسی شریف آدمی کے دامن کو پکڑ لو اسلئے کہ شرفاء دنیا میں کم ہیں۔

مشترک قمیص اور عمامہ:

(۲۴۷) مؤرخ ابن النجار نے ''ذیل تاریخ بغداد'' میں اور تاج الدین السبکی نے ''طبقات الشافعیۃ'' میں امام فقیہ' شافعی' قاری' محدث' عابد' زاھد ابو الحسن علی بن احمد بن الحسین بن محمویہ' الیزیدی (ولادت ۴۶۳ھ وفات ۵۵۱ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ وہ ہنس مکھ اور جس چیز کے مالک ہوتے اس میں سخی الطبع تھے اور قناعت پسند متواضع' اپنے علم پر عمل کرنے والے تھے' بہت کچھ علم کے حافظ' عابد فقیہ' کثیر التصانیف تھے' ان کی تصانیف حدیث' فقہ' زھد میں اور مختلف علوم وفنون میں پچاس سے زائد تھیں' سمعانی نے کہا ہے کہ ایک قمیص اور عمامہ ان کا اور ان کے بھائی کا مشترک تھا۔ جب ایک گھر سے باہر جاتا تو پہن لیتا اور دوسرا گھر کے اندر بیٹھا رہتا' سمعانی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا۔ جب میں ان کے گھر علی بن حسین الغزنوی واعظ کے ساتھ گیا تھا اور ہم نے ان کو برہنہ حالت میں صرف ایک تہبند میں پایا تھا تو انہوں نے معذرت کی اور کہا کہ جب ہم کپڑے دھو لیتے ہیں تو ہم قاضی ابو الطیب الطبری کے قول کے مصداق ہو جاتے ہیں۔

قوم اذا غسلوا ثیاب جمالهم . لبسوا البیوت الیٰ فراغ الغاسلِ

وہ ایسی قوم ہے کہ جب وہ اپنے زینت والے کپڑے دھو لیتے ہیں' تو دھونے والے کے فارغ ہونے تک وہ گھر کو پہن لیتے ہیں۔ (یعنی بوجہ برہنہ ہونے کے ان کا گھر ہی ان کا لباس ہو جاتا ہے)

ایک گٹھلی تسلی کے لیے چباتا ہوں:

(۲۴۸) حافظ ذھبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں امام قدوہ عابد زاھد واعظ' ابو عبداللہ محمد بن یحیٰ بن علی بن مسلم القرشی الیمنی الزبیدی' وارد بغداد' مشائخ رواۃ کے دادا کے احوال میں لکھا۔

ان کی ولادت ۴۶۰ھ میں ہوئی اور سن پانچ سو کے بعد بغداد آئے' وہاں انہوں نے

وعظ اور امر بالمعروف شروع کیا طغتکین بادشاہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا تھا حق بات اگر تلخ بھی ہوتی تو وہ اس کو ضرور کہتے' اللہ کے معاملہ میں وہ کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے' وہ نحوی' قانع' فقیر' سلف کے نقش قدم پر چلنے والے حنفی تھے۔

وزیر یحییٰ بن ہبیرہ کہتے ہیں کہ میں صبح سے ظہر تک ان کے پاس بیٹھا رہا وہ کوئی چیز چبا رہے تھے میں نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ کھانے کے لئے کوئی چیز میسر نہ آئی تو ایک گٹھلی تسلی کے لئے چبانا شروع کر دی۔

ابن الشافع کہتے ہیں کہ علم عربیت اور اصول میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا' مختلف علوم میں انہوں نے تقریباً سو سے زیادہ تصانیف کیں عمر کا کوئی حصہ بھی انہوں نے ضائع نہیں کیا' ۵۵۵ھ میں ان کی وفات ہوئی' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

میرے لیے ناشتہ لیتے آئیں:

(۲۴۹) شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ بھی نفقہ کے ختم ہونے کا معاملہ کئی مرتبہ پیش آیا کہ حلب سے میرے گھر والوں کی جانب سے جو خرچہ آتا تھا اس میں تاخیر ہو گئی یہاں تک کہ میرے پاس صرف ۱۳ قرش مصری رہ گئے یہ جمعرات کا دن تھا میں نے ناشتہ نہیں کیا اور کلاس میں بغیر کھائے پیے چلا گیا' جب کلاس سے واپس ہوا تو کھانے والوں سے پہلے مطعم میں چلا گیا تو کنٹین کے خادم جلد بھاگے ہوئے میرے پاس آئے اور ہر ایک بخشش کی وجہ سے اہتمام کرنے لگا۔

جب میں کھانے کے لئے بیٹھ گیا تو میں نے بظاہر اپنے آپ کو مریض ظاہر کیا اور ان سے شوربا اور روٹی طلب کی' مطعم میں یہ سب سے سستا کھانا تھا' پھر میں مطعم سے نکلا ابھی اچھی خاصی بھوک باقی تھی اور میرے پاس دس قرش باقی رہ گئے تھے' جب میں اپنے رہائشی کمرہ میں آرام کے لئے گیا تو میری پڑوسی خاتون نے اپنا بچہ بھیجا اور پانچ قرش ادھار طلب کئے۔ میں سو گیا جیسا کہ میں کچھ کھایا ہی نہ ہو' یہ امید لے کر میں سو گیا کہ جمعہ کی صبح فول کے ساتھ ناشتہ کروں گا' جس پر پورا دن میرا گذارا چل جائے گا اور کچھ پیسے بھی بچ جائیں گے' جب صبح ہوئی

تو میں اپنے کمرے کے لان میں نکلا تو میرا ایک شامی ساتھی جو ایک مسکین شخص تھا اور میرے کمرے سے تقریباً پچاس میٹر دور سکونت پذیر تھا نے میری طرف اشارہ کیا کہ تیرے پاس کچھ پیسے ہیں۔ میں نے اشارہ سے کہا کہ صرف پانچ قرش (پیسے) ہیں' اس نے اشارہ سے کہا کہ مجھ کو ناشتہ کے لئے پیسے چاہئے' میں نے بھی اشارہ سے اس کو کہا کہ مجھ کو بھی ناشتہ کرنا ہے' یہ پیسے میں تمہاری طرف پھینک رہا ہوں' تم اس پر میرے لئے اور اپنے لئے فول اور روٹی خرید کر لے آؤ' میں نے اس کی طرف وہ پانچ قرش پھینک دئے اور اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ اب جلد ہی ناشتہ آنے والا ہے۔

پھر میں اپنے کمرے میں آ گیا اور انتظار پر انتظار کرتا چلا گیا لیکن کوئی بھی نہ آیا جمعہ کی نماز کا وقت قریب آ گیا اور میں نماز جمعہ کے لئے چلا گیا پھر واپس آ گیا اور ہفتہ کی صبح تک بغیر کھائے پیے رہا' پھر میں کالج چلا گیا بھوک کے اثرات میرے چہرے پر نظر آ رہے تھے میرے بعض مہربان ساتھیوں نے جب پوچھا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے' میں نے کہا کچھ بھی نہیں انہوں نے کہا کہ تمہارا چہرہ بدلا ہوا نظر آ رہا ہے' اس لئے تم کو ضرور بتلانا پڑے گا اور انہوں نے میری حالت جاننے پر اصرار کیا' میں نے اپنے دو دن کے بھوک کی حالت ان کو بتلا دی' وہ مجھے اپنے گھر لے گئے اور میری مہمانی کی اللہ ان کو عزت بخشے اور کچھ قرض بھی مجھ کو دے دیا پھر میرا خرچ بھی آ گیا' اللہ نے وسعت پیدا کر دی اور فاقہ ختم کر دیا۔

دین کی حفاظت کے لیے ہجرت:

(۲۵۰) اس حادثہ کے بعد میرے شہر حلب سے میرا خرچ آ گیا۔ میں نے اپنے شیخ امام استاد زاھد الکوثری جو دولۃ عثمانیہ میں شیخ الاسلام کے وکیل تھے اور جنہوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے ترکی سے قاہرہ کی طرف ہجرت کی (ولادت ۱۲۹۶ھ وفات ۱۳۷۱ھ رحمہ اللہ) کو اپنا یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے میرے دل کے اطمینان کے لئے ان کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا بیان فرمایا' میں نے ان سے جو سنا تھا آج بیس سال بعد صرف اپنے حافظہ کے زور پر لکھ رہا ہوں'

شیخ کوثری نے فرمایا کہ جب میں دمشق میں مقیم تھا تو مکتبہ ظاہریہ میں مطالعہ کے لئے سال بھر معتکف رہا۔ پہلے میں ہوٹل میں رہا' پھر جب خرچ کم پڑ گیا تو میں نے اور میرے ایک ترکی ساتھی نے ہوٹل کی چھت پر کم کرایہ کا ایک کمرہ مشترکہ طور پر لے لیا پھر میں بالکل فقیر ہو گیا' تو میرے ساتھی میری امداد اپنے اس تھوڑے سے اخراجات میں کرتا رہا۔ ہمارا کھانا پینا مشترک تھا۔ پھر وہ بھی میری طرح فقیر ہو گیا' اور رزق کی تلاش کے لئے وہ غائب رہنے لگا' اور میں بھوکا پیاسا پڑا رہتا' میرے پاس ایک درہم بھی نہ تھا کہ کچھ کھا سکوں۔

میں پہلے دن کی صبح مکتبہ ظاہریہ حسب عادت گیا لیکن بغیر کچھ کھائے پئے' پھر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ سخت بھوک کی حالت تھی۔ اگلی صبح تک میں پھر اپنے کمرے میں اسی حالت میں پڑا رہا۔ دوسرے دن پھر مکتبہ چلا گیا' تیسرے دن بھوک بہت سخت ہو گئی جبکہ میرا کمرہ میں بیٹھنے کی وجہ سے بھوک کی شدت مجھ کو زیادہ پریشان کر رہی تھی اور علم کے ساتھ مشغولیت تکلیف کو ہلکا کر دیتی تھی۔

جب میں ظہر کے بعد اپنے کمرے کو آنے لگا تو محلے کے اس دوکاندار سے ہوتا ہوا آیا جس کے پاس میں نے اپنے خط و کتابت کا پتہ چھوڑا تھا اور اس کا پتہ اپنے احباب کو دیا تھا اس نے مجھ کو بتایا کہ ڈاکیہ آیا تھا اور اس کے پاس ایک رجسٹری تھی لیکن وہ بذات خود آپ کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ میں بھوک پیاس اور کمزوری کے ساتھ ڈاکخانہ چلا گیا تو وہ خط شیخ رشید حواصلی جو کہ میری کتابوں کے عالم تھے کا تھا انہوں نے استنبول سے میرے لئے یہ خط تقریباً چار ماہ قبل ارسال کیا تھا اور اس خط کے ساتھ ایک چیک تھا تین جنیھ کا (جنیھ مصری سکہ ہے) یہ چک بھی اس عرصہ میں استنبول اور قاہرہ کے درمیان خط کے ساتھ آتا جاتا رہا میری عدم موجودگی میں اور قاہرہ کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے یہاں تک کہ میرے بھوک کی شدت کے تیسرے دن وہ مجھ کو مل گیا۔ میں نے چیک کی رقم لی مجھ پر اور میرے کمرے کے ساتھی پر ایک وقت کے لئے وسعت ہو گئی۔

ان جنیھات کے بھیجنے کا سبب شیخ حواصلی کی جانب سے یہ ہوا' جیسا کہ بعد میں قاہرہ میں ملاقات کے وقت انہوں نے بتایا کہ وہ ایک دن اپنے گھر واپس آئے۔ راستہ میں انہوں نے

عمدہ قسم کی مچھلی خریدی، دوپہر کا کھانا کھایا اور میں ان کو یاد آیا کہ میں اپنے ملک اور اھل وعیال سے دور ہوں اور اپنے گھر سے صرف ایک جوڑا کپڑوں کا لے کر نکلا تھا کہ نہ تو واپس جا سکتا ہوں اور نہ کچھ آنے کی امید ہے اور نہ میرے پاس کچھ ہے۔ انہوں نے یہ چیک مجھ کو ارسال کیا تھا اور الحمدللہ مناسب وقت پر وہ مجھ کو مل گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لطف و کرم پر اللہ کا بہت بہت شکر ہے۔

شیخ عبدالفتاحؒ کا واقعہ:

(۲۵۲) عبدالفتاح ابو غدہ کہتے ہیں کہ میری طالب علمی کے دوران مجھ کو جو واقعات پیش آئے ان میں ایک واقعہ میرے آخری تعلیمی سال قاہرہ سے واپسی پر اپنے شہر حلب جاتے ہوئے ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء میں پیش آیا جب میں حیفا شہر پہنچا وہ اس وقت انگریزوں کے زیر تسلط تھا۔ میں نے دمشق جانے والی گاڑی کی انتظار میں رات گذاری وہ گاڑی صبح جاتی تھی' جبکہ میں نے بڑی گاڑی میں ٹکٹ لے لیا تھا اور ساٹھ قرش مصری میں نے ٹکٹ کے ادا کر دئے تھے اور اگلی صبح کی انتظار کے لئے میں ہوٹل چلا گیا' میرے پاس صرف ۶۵ قرش باقی تھے جو ہوٹل کا کرایہ ادا کر دیا گیا اور کھانا کھایا' جب میں صبح گاڑی کے وقت پر آیا تو ڈرائیور نے مجھے بٹھانے سے انکار کر دیا کیونکہ میرے بکس میں سامان تھا اور دو بکس کتابوں کے بھی بھرے ہوئے تھے' میرے ساٹھ قرش اس نے مجھ کو واپس لوٹا دئے میں نے اس کو کہا کہ میں تم کو دو بکسوں کا زائد کرایہ دیتا ہوں لیکن وہ نہ مانا اور جو سامان گاڑی پر لاد دیا تھا وہ بھی اس نے اتار کر راستہ میں رکھ دیا' اس نے گاڑی چلا دی اور میری عرض پر اس نے توجہ نہ دی' میں سڑک پر ہی کھڑا رہ گیا' جس بڑی گاڑی کا ٹکٹ میں نے لیا تھا وہ صرف ایک مرتبہ دمشق جاتی تھی' مجھ کو اتنا غم اور اتنی پریشانی ہوئی جس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

مجھے "حیفا" کے ایک شخص نے دیکھا کہ میں گاڑی میں سوار ہونے کے لئے ڈرائیور کی منت سماجت کر رہا تھا اور وہ مجھ کو چھوڑ کر چلا گیا' بغیر مہربانی کئے اور بغیر کسی چیز کے پرواہ کئے' اس شخص نے میری پریشانی اور غم کو دیکھا تو کہا شیخ پریشان نہ ہوں' یہاں سے دوسری گاڑی بھی

دمشق جاتی ہے' یہ چھوٹی گاڑی روزانہ جاتی ہے آپ اس میں چلے جائیں۔ اس نے ٹیکسی منگوائی تاکہ ہم اس بس سٹینڈ پر چلے جائیں۔ جب ہم سٹینڈ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ گاڑی ظہر کے بعد دو بجے جائے گی اور اس کا کرایہ ۲۵۰ قرش ہے جبکہ میرے پاس اس وقت صرف ۱۲۵ قرش تھے میں نے ان کو کہا کہ ۱۲۵ قرش مجھ سے اب لے لو اور باقی دمشق جا کر لے لینا' انہوں نے قبول کر لیا ۱۲۵ قرش میں نے ان کو دے دئے اور دو بجے کے انتظار میں بازار گھومنے پھرنے چلا گیا' جب میں دو بجے وہاں پہنچا تو کمپنی کے ملازمین مجھ سے منہ چھپاتے پھر رہے تھے' جبکہ سفر کا مقررہ وقت بھی قریب ہے اور اس کمپنی کے وقت کا اہتمام اور انتظام بھی مشہور تھا ان کے ٹال مٹول اور منہ چھپانے نے مجھ کو شک میں ڈال دیا' پھر مجھ کو پتہ چلا کہ چونکہ میرے علاوہ ان کے پاس دمشق کی کوئی دوسری سواری نہیں۔ جبکہ اس میں پانچ سواریاں ہوتی ہیں۔ پھر اس گاڑی کے مقررہ وقت سے آدھ گھنٹہ زائد ہو گیا۔ میں بار بار ان کو وقت کی پابندی اور اپنی پریشانی سے آگاہ کرتا رہا کہ اچانک اس کمپنی کا مالک آ گیا ان کا نام ابو احمد فستق تھا۔ وہ جب اندر داخل ہو گئے تو یہ لوگ احتراماً کھڑے ہو گئے۔ میں نے ان کو اپنے معاملہ سے آگاہ کیا' انہوں نے فوراً ملازمین کو گاڑی نکالنے کا حکم دیا اور صرف مجھ کو دمشق پہنچانے کا کہا۔ تاکہ کمپنی کی وقت کی پابندی کی روایت برقرار رہے' انہوں نے گاڑی نکالی اور صرف میرا سامان گاڑی پر لادا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور تعریف و توصیف کی۔ پھر انہوں نے اپنے بیروت جانے کے لئے گاڑی منگوائی اور مجھے کہا کہ کیا آپ میرے ساتھ بیروت جانے کے لئے سوار ہونا چاہتے ہیں۔ بیروت سے ہماری جو گاڑی دمشق جانے والی ہو اس میں آپ دمشق چلے جائیں' میں نے کہا مجھ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں میں آپ کو صرف اپنے لئے گاڑی کی مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا' ملازمین نے میرا سامان دمشق والی گاڑی سے اتار کر بیروت والی گاڑی میں رکھ دیا۔

جب ہم انگریزوں کی مقبوضہ جگہ ''الناقورہ'' پہنچے تو وہاں فوجیوں اور بارڈر پر متعین اہل کاروں کی تفتیش تھی۔ یہ تلاشی بہت سخت اور لمبی تھی' وہ ہر چیز کو دیکھتے اور مسافر کی ہر کتاب کو کھول کر دیکھتے' میرے پاس دو بڑے بڑے تھیلے کتابوں کے تھے' میرا دل غم و فکر سے بھر گیا جو تکلیف

مجھ کو ان سے ہونے کو تھی۔

جب چیک پوسٹ اور فوجی اہل کاروں نے میرے ساتھی ابو احمد فستق کو دیکھا وہ ان کے ہاں بھی ایک صاحب حیثیت اور معتبر شخص تھے میرے احساس کے مطابق تو انہوں نے سامان اور کتابوں کی تفتیش میں ذرا نرمی والا معاملہ کیا۔ انہوں نے میرے بکسے صرف کھولے اور پھر بند کر دئے اور ہم ''الناقورہ'' سے سہولت کے ساتھ نکل گئے۔ اگر یہ معتبر شخصیت میرے ساتھ نہ ہوتی تو میں ان کی تفتیش کا سامنا نہ کر سکتا تھا' میں نے ان کے ساتھ ہونے کا شکریہ ادا کیا' جب ہم بیروت پہنچے تو مغرب کی نماز کو تقریباً ایک گھنٹہ رہتا تھا' ''علمین'' کمپنی کی کوئی گاڑی دمشق کے لئے سفر کرنے والی نہ تھی۔

میں نے دفتر کے ذمہ دار کو کہا کہ حسب وعدہ آپ میرے دمشق کے سفر کا انتظام کریں اس نے مجھ کو کہا' مجھے افسوس ہے کہ اس وقت دمشق جانے والی کوئی گاڑی نہیں ہے اور آپ کے علاوہ کوئی دوسرا مسافر بھی نہیں ہے' اس لئے آپ ہماری معذرت قبول کریں اور جتنا کرایہ ہم نے آپ سے وصول کیا ہے اسی میں ہم آپ کا سفر برابر کرتے ہیں مزید کا مطالبہ نہیں کرتے۔ میں نے کہا چلو میں اپنے معاملہ پر غور کرتا ہوں۔

میرے پاس ایک پیسہ بھی باقی نہ رہا اور بیروت میں میرا کوئی جان پہچان والا بھی نہ تھا۔ جہاں سے مجھ کو قرض کی سہولت میسر آ سکتی۔ میں اسی سوچ و بچار میں تھا کہ رات کہاں سوؤں گا اور کل سفر کیسے کروں گا۔ میرے پاس کوئی پیسہ پائی بھی نہیں۔ میرا دم گھٹ رہا تھا اور مجھ پر بہت غم و فکر سوار ہوا چلا تھا' پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک راستہ کھول دیا۔

مجھے یاد آیا کہ میرا ایک قریبی بیروت میں مقیم ہے اور عرصہ ہو گیا میری اس سے ملاقات بھی نہیں ہوئی' مجھ کو صحیح سے اس کے رہنے کی جگہ بھی معلوم نہ تھی۔ میں اس محلّہ کو ذھن میں یاد کرنے لگا' جس میں وہ رہائش پذیر تھے' میں پوچھتے پوچھتے مغرب کے کافی دیر بعد وہاں پہنچا' وہ بہت تپاک سے ملے اور میری آمد پر بہت خوش ہوئے۔

جب میں بیٹھ گیا تو انہوں نے مجھ کو کہا کہ میرے پاس دو سو دمشقی سکہ ''لیرا'' ہیں کافی عرصہ سے میں ان کو دمشق بھیجنا چاہ رہا ہوں لیکن کوئی میسر نہیں آیا۔ کیا آپ وہ ساتھ لے

جائیں گے۔ میں نے کہا بہت خوشی سے لیجاؤں گا۔ میں نے وہ رقم ان سے لی اور بے فکر ہو کر سو گیا۔ صبح مجھے کوئی فکر نہ تھی۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جو اپنے بندوں کو کسی حالت میں بھی نہیں بھولتا اور وہی ہے جو اپنے بندوں کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے وہ مہربان اور بندوں کے حال پر خبردار ہے۔

(۲۵۲) شیخ زاھد الکوثری نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے پھر دمشق میں سخت غربت کا سامنا کرنا پڑا اور دو تین دن مجھ پر بغیر کھائے پئے گذر گئے۔ تیسرے دن راستہ میں مجھ کو ایک فلسطینی ملے۔ میں نے فلسطین کے علماء کی مجلس میں اس کو ایک جھلک دیکھا تھا۔ اس نے ایک اچھی مقدار مال کی میرے سامنے پیش کی اور اس کو قبول کرنے کے لئے الحاح وزاری کرنے لگا' میں نے اس کی زیادہ منت سماجت اور اپنی سخت بھوک کی وجہ سے اس سے وہ رقم وصول کر لی۔ میں اس شخص کا نام بھی نہیں جانتا اور اس کے بعد آج تک اس کے ساتھ میری ملاقات بھی نہیں ہوئی کہ میں اس کو اس کا اچھا بدلہ دے سکوں۔ ہمارے شیخ کوثری رحمہ اللہ صحیح معنوں میں زاھد تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے کہ اگر ان کے پاس کچھ موجود ہوتا تو ایثار کرتے اور اگر کچھ نہ ہوتا تو صبر وشکر کرتے تھے اللہ ان پر رحم فرمائے اور صابرین کا اعلیٰ مقام ان کو مرحمت فرمائے' آمین۔

''چھٹا باب''

''کتابوں کی عدم دستیابی کے بارے میں''

قاضی جرجانی کی محبوبیت کتاب

(۲۵۳) شیخ ابوالحسن علی بن عبدالعزیز قاضی الجرجانی کتاب کی محبوبیت اور کتاب کے ساتھ زندگی کی لذت کو بیان کرتے ہوئے اپنے بارے میں فرماتے ہیں جیسا کہ ''وفیات الاعیان'' میں ان کی سوانح میں لکھا ہے

ما تطعَّمتُ لذّة العیش' حتی صرت للبیتِ والکتاب جلیساً"

میں نے زندگی کی لذت اس وقت تک محسوس نہیں کی جب تک کہ میں گھر اور کتاب کا ہم نشین نہ ہوا۔

لیس شیء عندی اعزُّ من العلم وما ابتغی سواہ انیساً "

علم سے زیادہ کوئی چیز مجھ پر گراں نہیں اور اس کے علاوہ میں کوئی انس و محبت والا نہیں چاہتا۔

انما الذُّل فی مخالطةِ الناس . فدعھم وعش عزیزاً رئیسا "

لوگوں کے ساتھ میل جول میں ذلت ہے' ان کو چھوڑ دو اور عزت کے ساتھ سرداری کی عمر گذارو۔

میرا معشوق چراغ ہے:

(۲۵۴) امام لغوی' فقیہ' ادیب' نحوی' شاعر ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا الرازی جن کا پہلے بھی تذکرہ ہو چکا ہے۔ زندگی کی سختیوں کی اور غموں کی شکایت کرتے ہوئے پھر فرماتے ہیں کہ میرے تمام دکھوں اور غموں کا مداوئی اور میری لذت کی لذت اور میرے نفس اور روح کی تسکین ان کتب میں ہے۔ جن کے پاس آ کر میں زندگی گذارتا ہوں' فرماتے ہیں جیسا کہ ''وفیات الاعیان'' میں ان کی سوانح میں ہے

وقالوا کیف حالک؟ قلت خیر. تقضی حاجة وتفوت حاجٌ.

انہوں نے کہا تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے کہا بہتر ہے کہ حاجت پوری
کرتا ہے اور حاجت مند کو گنواتا ہے۔

اذ ازدحمت هموم الصدر قلنا. عسیٰ یوماً یکون لها انفراج"
جب میرے سینے کے غم زیادہ ہو جاتے ہیں تو ہم کہتے ہیں قریب ہے وہ
دن جب یہ زائل ہوں گے۔

ندیمی هِرّتی وانیس نفسی دفاتر لی ومعشوقی السراّج"
میری بلی میری دوست ہے اور میرے نفس کا محبوب کتابیں اور میرا معشوق
چراغ ہے۔

یہ اور اس سے پہلے والا واقعہ ہمارے سامنے ان علماء کی تصویر پیش کرتا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو علم کے ساتھ مقید کیا ہوا ہوتا ہے' اسی وجہ سے کتاب کا گم ہو جانا یا کتاب کی عدم دستیابی ان کے نزدیک ایک بہت بڑی مصیبت سے کم نہیں ہوتا اور بہت سارے علماء کرام کا ذہن ہر وقت کتاب پر اوندھا رہنے کی وجہ سے متغیر ہو گیا تھا۔

کتابیں ضائع ہونے سے ذہن متغیر ہونا:

(۲۵۵) یہ مصر کے قاضی ومحدّث عبداللہ بن لھیعہ ہیں (ولادت ۹۷ھ وفات ۱۷۴ھ) حدیث کی روایت اور حفظ کے امام تھے ۱۶۹ھ میں کتابیں جل جانے کی وجہ سے اتنے غم زدہ ہو گئے تھے کہ پھر ان کی احادیث میں وھم اور تدلیس کا غلبہ ہونے لگا کتابوں کے جل جانے سے پہلے جن لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا تھا ان کا علم قوی تھا ان لوگوں سے جنہوں نے بعد میں علم حاصل کیا جیسا کہ ذھبی کی ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ابن حجر کی ''تہذیب التہذیب'' میں ان کی سوانح میں آیا ہے کہ جب ان کی کتابیں جل گئیں۔ تو امام لیث بن سعد مصری نے ان کی غمخواری اور مصیبت کو ہلکا کرنے کے لئے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے۔

(۲۵۶) حافظ سخاوی نے ''فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث'' میں کہا ہے کہ ابوایوب سلیمان بن داؤد الشاذکونی بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے ۲۳۴ھ میں اصفہان میں فوت

ہوئے۔ فوت ہونے کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے فرمایا کہ اللہ کریم نے میری مغفرت فرمادی' ان کو کہا گیا کہ کیوں؟ کہ میں اصفہان کے راستہ پر جارہا تھا کہ بارش آگئی اور میرے پاس کتابیں تھیں۔ میں کسی چھت یا سایہ دار جگہ کے نیچے بھی نہ تھا۔ میں کتابوں پر اوندھا ہو گیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور بارش بھی تھم گئی۔ دوسرے اسباب کے ساتھ اللہ نے اس کے سبب میری مغفرت فرمادی۔

دوبارہ طبیعت آمادہ نہ ہوئی:

(۲۵۷) اور یہ امام المحدثین علی بن المدینی امام بخاری کے استاد ہیں جن کی ولادت ۱۶۱ھ میں اور وفات ۲۳۴ھ میں ہوئی۔ جن کے بارے میں خطیب بغدادی نے کہا کہ یہ اس صنعت کے فلفی اور طبیب ہیں اور اصحاب حدیث کی زبان اور ان کے خطیب ہیں انہوں نے عظیم کتاب ''المسند'' مختلف طرق پر تصنیف کی اور بقدر امکان اس میں احادیث کو بالاستیعاب جمع کیا پھر ممالک اسلامیہ کا طویل سفر کیا جو کہ تین برس پر مشتمل تھا پھر اپنے شہر بصرہ واپس آئے اور اپنی مسند کو دیکھا کہ کیڑے اس کو کھا چکے ہیں اور اس کا کام تمام کر چکے ہیں۔ یعنی مصنف کی زندگی میں کتاب مر چکی تھی۔

خطیب نے ''تاریخ بغداد'' میں لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ''المسند'' مختلف طرق کے ساتھ تصنیف کی پھر اس کو کاغذوں میں لکھا اور حتی المقدور استیعاب سے کام لیا اور اپنی مشک میں اس کو بند کر لیا' مجھ کو یہ سفر درپیش ہوا جب میں سفر سے واپس آیا تو ایک دن اپنے لکھے ہوئے کے مطالعے کے لئے گیا۔ میں نے جب اس مشک کو حرکت دی تو وہ پہلے سے زیادہ بھاری معلوم ہو رہا تھا' میں نے جب اس کو کھولا تو دیمک نے اس میں گھس کر اس کو مٹی بنا دیا تھا' اس کے بعد میری طبیعت اس کو لکھنے پر آمادہ نہ ہوئی۔

بخل کی وجہ سے برکت نہ ہوئی:

(۲۵۸) امام العربیہ ابومنصور محمد بن احمد الازہری الھَرَوی (ولادت ۲۸۲ھ وفات ۳۷۰ھ رحمہ اللہ) کی کتاب ''تہذیب اللغۃ'' کے مقدمہ میں آیا ہے۔

کہ متقدمین علماء لغت میں ابوعمرو شمر بن حمدویہ الھروی (وفات ۲۵۵ھ) ہیں۔ ان کو علم کے ساتھ ایک سچا لگاؤ تھا۔ آغاز شباب میں انہوں نے عراق کا سفر کیا انہوں نے احادیث لکھیں۔ ابن الاعرابی وغیرہ اھل لغت سے انہوں نے ملاقات کی اور مختلف طرق سے انہوں نے شعراء کے دواوین کا سماع کیا۔

اور ابوعمرو الشیبانی' ابوزید الانصاری' ابوعبیدہ اور فراء کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ انہوں نے ملاقات کی۔ ان میں الرّیاشی' ابوحاتم' ابونصر' ابوعدنان' سلمہ ابن عاصم اور ابو حسان وغیرہ شامل ہیں۔ پھر جب خراسان واپس ہوئے تو نضر بن شمیل اور لیث بن المظفر کے اصحاب سے ملے اور بہت کچھ ان سے حاصل کیا۔

انہوں نے ہرات میں سکونت اختیار کی اور لغت میں ایک عظیم الشان کتاب تصنیف کی جسکی ترتیب حروف پر رکھی اور ابتداصرف جیم سے کی۔ جیسا کہ ابوبکر ایادی وغیرہ حضرات جوان سے ملے ہیں نے مجھ کو خبر دی۔ انہوں نے بہت اچھی اور سیر حاصل بحث کی' لیکن اشعار و شواہد اور کثرت روایات' ائمہ حدیث اور ائمہ لغت سے انہوں نے بحث کو طول دیا ہے اور مفسرین سے روایت تفسیر اور غریب الحدیث کی بہت ساری اشیاء سے اس کو مزین کیا کہ متقدمین میں سے کوئی ان سے سبقت نہیں لے جاسکا اور ان کے بعد والے بھی ان کی چال نہ چل سکے۔

جب انہوں نے کتاب مکمل کی تو اپنی زندگی میں بخل سے کام لیتے ہوئے انہوں نے اپنے طالب علموں کو کتاب لکھوائی نہیں۔ جس کی وجہ سے جو کام انہوں نے کیا تھا اس میں برکت نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ اپنے راستہ پر چلے (یعنی فوت ہوگئے) ان کے رشتہ داروں نے کتاب حصہ حصہ کرکے تقسیم کرلی۔ ان کا ایک رشتہ دار یعقوب بن اللیث السجزی الصفار کے پاس آگیا تھا۔ اس نے بعض امور بھی ان کے حوالہ کردئے تھے اور فارس کی اطراف میں ان کے ساتھ آگئے۔ لیکن وہ سفر وحضر میں کتاب کو اپنے سے الگ نہیں کیا کرتے تھے۔

پھر جب یعقوب بن اللیث نے عراق کی سرزمین پر بغداد کے قریب ''سیب بنی ماوان'' نہر کے قریب پڑاؤ ڈالا اور اپنی فوج وہاں ڈالدی اور اپنی فوج کے کچھ جنگجو لوگوں کے ساتھ بادشاہ الموفق اور اس کے ساتھیوں سے ملنا چاہتے تھے۔ تو شرقی بغداد کی بڑی نہر' نہروان میں

طغیانی آئی تو فوجیوں کے ساتھ وہ کتاب بھی غرق ہوگئی۔

میں نے اس کتاب کے ابتدائی کچھ اجزاء محمد بن قسورہ کے لکھے ہوئے دیکھے' میں نے اس کے ابواب کی تفتیش کی میں نے اس کو انتہائی کمال پر پایا۔ اللہ ابوعمرو کی مغفرت فرمائے اور ان کی لغزش کو معاف فرمائے۔ علم کے ساتھ بخل غیر محبوب اور غیر مبارک ہے۔

کاغذ کے لیے کپڑے فروخت کرنا:

(۲۵۹) عبدالرحمان بن ابی حاتم کی ''مقدمۃ الجرح والتعدیل'' میں امام ابوزرعہ عبداللہ بن عبدالکریم الرازی (ولادت ۲۰۰ھ وفات ۲۶۴ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں ہے'

عبدالرحمان نے کہا کہ میں نے ابوزرعہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں ریّ سے ۲۲۷ھ میں دوسری مرتبہ نکلا اور ۲۳۲ھ میں واپس آیا یہ سفر پانچ سال کا تھا۔

میں نے ابتدأ حج سے کی پھر میں مصر چلا گیا اور مصر میں پندرہ ماہ رہا۔ میں نے ابتدأ میں ارادہ کیا تھا کہ تھوڑے عرصہ قیام کروں گا۔ لیکن جب وہاں میں نے علم کی کثرت اور کثرت استفادہ کو دیکھا تو قیام کی مدت بڑھائی' میں نے کتب شافعیہ کی سماع کا عزم نہیں کیا۔ لیکن جب میں نے قیام کا فیصلہ کرلیا تو پھر میں نے کتب شوافع کے بڑے بڑے علماء کا پتہ لگایا تو انہوں نے اسی ۸۰ درھم میں میرے ساتھ میرے لئے ان کتابوں کا لکھنا طے کیا۔ میں نے ان کو کاغذ دے دئے۔ میں نے دو کپڑے دبیق والے مصر سے اپنے سلوانے کے لئے خریدے تھے' جب میں نے کتابیں لکھوانے کا ارادہ کرلیا تو وہ کپڑے میں نے پھر ساٹھ درھم میں فروخت کردئے اور دس درھم کا کتب شافعیہ کے لئے کاغذ خریدا۔ پھر میں شام واپس آگیا' حسب منشاء وہاں قیام کیا' پھر میں جزیرہ آگیا اور وہاں قیام کیا پھر میں ۲۳۰ھ کے آخر میں بغداد آیا پھر کوفہ گیا وہاں قیام کیا' پھر بصرہ آیا اور شیبان اور عبدالاعلیٰ سے کتابت کی۔

پھر تیسری مرتبہ نکلنے میں میں نے شام' عراق اور مصر میں چار سال اور چھ ماہ قیام کیا' مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کبھی اپنے ہاتھ سے ہانڈی پکائی ہو۔

کتاب کا ضائع ہونا راہ صواب کا گم ہو جانا ہے:

(۲۶۰) ''معجم الأدبا'' میں امام ابو علی حسن بن احمد الفارسی الفسوی فارس کے شہر فسا کی طرف نسبت اور پھر بغدادی اپنے زمانہ میں علوم عربیت میں یکتا (ولادت ۲۸۸ھ وفات ۳۷۷ھ رحمہ اللہ) کے بارے میں آیا ہے۔

عثمان بن جنی نے کہا کہ مجھ کو شیخ ابو علی نے بیان کیا کہ مدینہ اسلام بغداد میں آگ لگ گئی تھی تو وہ آگ بصریوں کے تمام علوم کو لے گئی تھی۔

فرمایا کہ یہ تمام علوم میں نے اپنے خط سے لکھے تھے۔ میرا جو صندوق جل گیا اس میں امام محمدؒ کی کتاب الطلاق کے نصف حصہ کے علاوہ اور کچھ مجھے نہیں ملا۔

اس غم پر تسلی اور تعزیت کے لئے میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے عجیب نظروں سے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ غم وحزن کی وجہ سے دو ماہ تک میں نے کسی سے بات نہیں کی' پھر میں بصرہ کی طرف آ گیا اور غلبہ فکر کی وجہ سے ایک عرصہ تک میں جیسے بھولا ہوا اور متحیر رہا۔
ہاں: کتاب کا ضائع ہونا راہ صواب کا گم ہو جانا ہے' بائے ہلاکت اس کے لئے جس نے کتاب ضائع کی ہو۔

(۲۶۱) قطفی کی ''ابناء الراواۃ علی ابناء النحاۃ'' میں محمد بن الحسین بن موسیٰ العلوی الطالبی شریف رضی (ولادت ۳۵۹ھ وفات ۴۰۶ھ) کی سوانح میں آیا ہے۔

رضی اہل علم اہل فضل وادب میں سے تھے۔ بچپن ہی سے تیز ذہن والے تھے' ابو الفتح بن جنی نے ان کے مجموعہ میں لکھا ہے کہ وہ مجموعے جو انہوں نے ان کے جمع کئے بعض مجموعوں میں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ مجموعہ ان سے فارس کے سفر کے دوران چوری ہو گیا تھا اور مرتے دم تک نہیں ملا۔

پھر یہ مجموعہ اصفہان شہر کے وقف میں ملا اور پھر جب سعید بن الدّھان البغدادی اصفہان گیا تو وہ مجموعہ وہاں اس کو مل گیا۔ اس نے اپنے قلم سے ایک جلد لکھی۔ سعید کے خط کے علاوہ اور اس کا لکھا ہوا مجھ کو کچھ نہیں ملا۔

عجیب حکایت:

(۲۶۲) شمس الدین ابن خلکان نے اپنی کتاب ''وفیات الاعیان وابناء ابناء الزمان'' میں شریف مرتضیٰ ابو القاسم علی بن طاہر کی سوانح میں ایک عجیب حکایت لکھی ہے جو ابو الحسن الفاسی علی بن احمد بن سلک الفالی' محدث ادیب شاعر (وفات ۴۴۸ھ رحمہ اللہ) کو پیش آئی۔
خطیب ابوزکریا یحییٰ بن علی التبریزی لغوی نے حکایت کی کہ ابو الحسن علی بن احمد بن علی بن سلک الفالی۔ ادیب کے پاس ابن دُرید کی کتاب "الجمھرہ" کا ایک نہایت ہی عمدہ نسخہ تھا ان کو اس کے فروخت کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو ساٹھ درھم میں وہ نسخہ ان سے ابو القاسم شریف المرتضیٰ نے خرید لیا۔ جب اس نے اس کی ورق گردانی کی تو ابو الحسن الفالی کے خط سے لکھے ہوئے اشعار اس میں پائے۔

انست بها عشرین حولاً وبعتها " لقد طال وجدی بعدها وحنینی"
میں اس کے ساتھ بیس برس مانوس رہا اور پھر فروخت کر دیا۔ میری تکلیف اور میرا اشتیاق اس کے بعد زیادہ ہو گیا۔

وما کان ظنّی اننی سأبیعها "ولو خلّدتنی فی السجون دیونی"
میں نے اس کے فروخت کا گمان بھی نہیں کیا تھا' اگرچہ قرضوں کی وجہ سے مجھ کو ہمیشہ جیل میں رہنا پڑتا۔

ولکن لضعف وافتقارٍ وصِبة علیهم "تستهل شؤونی"
لیکن ضعف فقر اور چھوٹے بچوں بچیوں کی وجہ سے ان کی حالت پر میرے آنسو نکلے۔

فقلت ولم املک سوابق عبرتی " مقالةَ مکوّی الفواد حزین"
میں نے اپنے پہلے نکلنے والے آنسوؤں پر قابو نہ پاتے ہوئے ایک بات کہی'
وقد تخرّج الحاجات یا امّ مالک "کرائم من ربٍّ بهنّ ضنین"

ام مالک کبھی ضرورت عمدہ مال کو بھی نکال دیتا ہے۔ جس نے اس کو جمع کیا
وہ بخیل ہوتا ہے۔

انہوں نے یہ اشعار پڑھنے کے بعد وہ نسخہ ان کو واپس کر دیا تھا اور دینار بھی چھوڑ دیئے۔

(۲۶۳) ابوالحسن الفالی کے یہ لطیف اشعار ہیں باب کی موافقت کی وجہ سے میں ان کو ذکر کرتا ہوں کہ ان کا تعلق علم اور علماء کے ساتھ ہے ان کے کچھ اشعار ابن الاثیر نے ''الکامل'' میں ۴۴۸ھ کے حوادثات میں ذکر کیے۔ اس سال فالی کا انتقال ہوا تھا اور یاقوت الحموی نے ''معجم الأدباء'' میں ان کے احوال میں ان کے اشعار کا تذکرہ کیا ہے۔

لما تبدلت المجالس اوجھاً ' غیر الذین عھدت من علمائھا"

جب اھل مجالس نے چہرے تبدیل کر لئے سوائے ان کے جو علماء تھے۔

ورأیتھا محفوفة بِسوی الألیٰ ' کانوا ولاة صدورھا وفنائِھا"

میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کے علاوہ دوسروں سے ڈھکا ہوا تھا جو اس کی صدارت اور آنگن کے مالک تھے۔

انشدت بیتا سائراً متقدماً والعین قد شرقت بجاری مائھا "

میں نے شعر پڑھا جو پہلے سے زبان زد تھا اور آنکھ کا جاری پانی چمک گیا۔

وامّا الخیام فانھا کخیامھم ' واریٰ نساءَ الحَيِ غیر نسائھا"

خیمے تو ان کے خیموں کی طرح ہیں اور عورتیں وہ تھیں جو اس محلے کی نہیں تھیں۔

ان کے بہترین شعر میں سے یہ بھی ہے'

تصدّر للتدریس کل مھوسٍ بلید تسمّی بالفقیهِ المدرّس "

ہر ہوس والا بے وقوف تدریس کے لئے بیٹھ گیا اور اس کا نام فقیہ اور مدرس رکھا جانے لگا۔

فحقُ لا ھلِ العلم أن یتمثلّوا بیتِ قدیم شاع فی کل مجلس"

اھل علم کا حق ہے کہ وہ اس پرانے شعر سے تمثیل کریں جو ہر مجلس میں مشہور ہے۔

ولقد ھزلت حتی بدامن ھزالھا" کلاھا وحتی سامھا کل مفلسِ"

وہ کمزور ہو گیا یہاں تک کہ کمزوری سے اس کی اونچ نیچ ظاہر ہو گئی اور ہر غریب نے اس کی قیمت لگائی۔

(۲۶۴) یاقوت الحموی کی ''معجم البلدان'' اور ذھبی کی ''تذکرة الحفاظ'' میں حافظ ابو زکریا البخاری کی سوانح میں آیا ہے۔

امام حافظ' جوال' ابو زکریا عبدالرحیم بن احمد بن نصر التمیمی البخاری' حافظ یکتاء زمانہ (ولادت ۳۸۲ھ بخاریٰ میں' وفات ۴۶۱ھ مصر میں رحمہ اللہ) بخاریٰ سے نکلے اور بخاریٰ' خراسان' عراق' شام' یمن' مصر اور افریقہ میں سماع کیا' اندلس اور بلاد مغرب میں گئے' وہاں کے شیوخ سے کتابت کی جو ان سے مقام و مرتبہ میں کم تھے ان سے بھی آپ نے احادیث لکھیں اور مرتے دم تک احادیث لکھتے رہے۔

امام ابوعبداللہ الحسین بن الحسن الحلیمی' ابویعلی حمزہ المھلبی ' ابوعمر بن المھدی اور ابو محمد بن البتیع' ھلال الحفار سے' تمام الرازی' عبدالغنی بن سعید الأزدی المصری اور بہت حضرات سے جن کا تذکرہ باعث طوالت ہوگا۔ آپ نے اخذ حدیث کیا۔

اور ان سے عبدالوھاب بن عبداللہ بن الجبان (جو ان کے شیخ بھی تھے) اور فقیہ نصر المقدسی اور مشرف بن علی التمار اور جمیل بن حسن المادرانی اور ابوعبداللہ محمد بن احمد الرازی اور بہت سارے دوسرے حضرات سے روایت حدیث کی۔

آپ نے مصر میں سکونت اختیار کی۔ ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ بخاریٰ میں میرے چودہ ہزار اجزاء ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں جا کر وہاں سے لے آؤں' مصر کے حورا محلہ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ کتنی حسرتیں قبروں کے اندر ہیں۔

کتاب فروخت کرنے پر تاسف:

(۲۶۵) امام شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن ثابت الخولانی (المعروف الحداد المهدوی) نے فقر اور مجبوری میں اپنی کتابیں فروخت کر دیں۔ انہوں نے کہا'

قالت وبدت صفحة . كالشمس من تحت القناع"

اس نے اپنے سورج جیسے رخسار کو چادر سے نیچے کرتے ہوئے کہا'

بعت الدفاتر وهي آخر ما يباع من المتاع"

تو نے کتابیں فروخت کر دیں اور یہ تو ہمارے سامان کی آخری چیز تھی جو فروخت کر دی گئی۔

میں نے اس کو جواب دیا۔ میرا ہاتھ میرے جگر پر تھا اور پھٹ رہا تھا۔

لا تعجبي ما رأيت ' فنحن في زمن الضياع"

جو تو دیکھ رہی ہے اس پر تعجب نہ کرو اس لئے کہ ہم اپنے ضائع ہونے والے وقت میں ہیں۔

امام غزالیؒ کے حفظ علم کا واقعہ

(۲۶۶) تاج السبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں امام غزالی رحمہ اللہ کی سوانح میں لکھا ہے کہ امام اسعد المھینی کہتے ہیں کہ میں نے امام غزالی کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم پر ڈاکہ پڑ گیا۔ نوسربازوں نے ہمارا سب کچھ لیا اور چلے گئے۔ میں ان کے پیچھے ہولیا تو ان کے سربراہ نے مجھ کو کہا تمہاری ہلاکت ہو واپس چلے جاؤ ورنہ ضائع ہو جاؤ گے' میں نے کہا میں تجھ سے اس ذات کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں' جس سے سلامتی کا سوال کیا جاتا ہے کہ میری تعلیقات مجھ کو واپس لوٹا دو وہ تمہارے نفع کی چیز نہیں۔

اس نے مجھ کو کہا کہ تمہاری تعلیقات کیا ہیں؟ میں نے کہا اس تھیلے میں کچھ کتابیں ہیں۔ میں نے اس کی سماع کے لئے' کتابت کے لئے اور معرفت علم کے لئے ہجرت کی' وہ ہنس پڑا اور کہا تو کس طرح معرفت کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہم نے یہ تجھ سے لے لیں تو تو بالکل خالی رہ گیا ہے' پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تھیلا اس کو واپس کر دو۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ایک بولنے والا تھا۔ جس نے میرے معاملہ میں میری رہنمائی کی۔ میں جب طوس پہنچا تو میں نے اپنے آپ کو فارغ کر کے تین سالوں میں تمام تعلیقات حفظ کر لیں اور اس حال پر آ گیا کہ اگر کہیں ڈاکہ پڑ جائے اور وہ سب کچھ لے جائیں تو میں بغیر علم کے نہ رہوں گا۔

(۲۶۷) امام زرکلی نے ''اعلام'' میں شاعر ادیب لبیب' ابو الفتح' نصر بن عبداللہ بن عبدالقوی اللخمی عرف ابن قلاس الاسکندری الأزہری (ولادت ۵۳۲ھ وفات ۵۶۷ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے۔

کہ وہ شمالی جدہ کے بحر احمر کے ساحل کے عیذاب کے مقام پر اکثر آیا کرتے تھے اور ۵۶۵ھ میں وہ عدن میں داخل ہوئے' پھر عدن سے سمندری راستہ پر تجارت کی غرض سے سفر کیا ان کی کشتی جزیرہ دھلک یا دھیک مقام کے قریب چٹان سے ٹکرا کر کیچڑ میں دھنس گئی۔ جزیرہ میں یمن اور حبشہ کے درمیان یہ پانی چوسنے کی جگہ ہے۔ ان کے پاس جو مرچیں اور دھتورا تھا

اس کا ایک ثلث ضائع ہو گیا۔

انہوں نے شروع رجب میں جب ابو بکر العیدی جو عدن کا وزیر تھا کو بارہ صفحوں کا ایک خط لکھا۔ اس خط کے بعض فقرے جو اس مقام کے مناسب ہیں وہ یہ ہیں'

نخرہ کے صحرہ کی جانب سے میرا شوق بڑھتا جارہا ہے ان مرچوں کی جانب جو بکھر گئیں ساحل میں اور وہ دھتورا جو مختلف مراحل میں پھیل گیا' فوج اور موج ہم کو برابر مار رہے تھے یہاں تک کہ ہمارے اموال اور مآل کو انہوں نے متاثر کردیا۔

ہاں ایک ثلث باقی بچ گیا اور ثلث تو بہت زیادہ ہے۔ جزیرہ دھلک میں سلطان مالک بن ابی السداد ہم کو مل گئے۔ اس نے کپڑے اور گندم میں ہماری امداد کی۔ میرے پاس کتابیں تھیں سمندر نے ان کو مٹا دیا۔ نہ کوئی شعر بچا نہ لغت اور نہ نحو ابن الھاریہ کے دیوان کے علاوہ اور کچھ نہیں بچا پانی سے تر تو وہ بھی ہو گیا تھا اور میرے تمام اشعار ضائع ہو گئے اور گر گیا میری نظر سے ان کا بوجھ۔ میں فاسد کی اصلاح اور حاسد کی مدارات سے خالی نہ ہوا۔

(۲۶۸) قاضی ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں ابد الدحان ابو محمد سعید بن المبارک النحوی البغدادی (ولادت ۴۹۴ھ وفات ۵۶۹ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں لکھا ہے'

کہ وہ اپنے زمانہ کے سیبویہ تھے' علم نحو میں ان کی مفید تصانیف ہیں' پھر ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابو محمد نے پھر بغداد چھوڑ دیا اور موصل چلے گئے وزیر جمال الدین اصفہانی جو سخاوت میں بہت مشہور تھے انہوں نے ان کا بہت اچھا استقبال کیا اور ایک عرصہ تک یہ ان کے ہاں مقیم رہے۔

ان کی کتابیں بغداد میں رہ گئی تھیں۔ پورے بغداد میں اس سال سیلاب آیا تو انہوں نے پھر بغداد کا سفر کیا کہ اگر کچھ کتابیں صحیح مل جائیں تو ان کو اپنے پاس لے آئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ کتابیں تمام غرق ہو گئیں ہیں۔ ان کے گھر کے پیچھے چڑا صاف کرنے کا ایک کارخانہ تھا وہ بھی غرق ہو گیا تھا۔ وہاں سے پانی بہہ کر ان کے گھر آتا رہا۔ سیلاب آنے کی وجہ سے کتابیں اتنی تلف نہیں ہوئی تھیں۔ جتنی کارخانہ کے پانی کے سبب ہوئیں' انہوں نے ان کے تحصیل میں عمر صرف کر دی تھی۔ جب کتابیں اس شکل میں ان کو دی گئیں تو ان کو یہ کہا کہ ان کو

خوشبو کی دھونی دو۔ ایک دوائی جس کو اذن کہتے ہیں انہوں نے اس دوائی سے اس کو دھونی دی۔

کتاب ضائع ہونے کی مصیبت:

(۲۶۹) علماء کے مصائب میں سب سے بڑی مصیبت کتاب کا ضائع ہو جانا ہے۔ ایسی ایک مصیبت اسامہ بن منقذ جو شیزاشہر اور اس کے قلعہ کے امیر تھے پر نازل ہوئی یہ بہت بڑے بہادر اور اپنے زمانہ کے ادیب عالم تھے (ولادت ۴۸۸ھ وفات ۵۸۴ھ میں ہوئی رحمہ اللہ)

ان پر یہ مصیبت ۵۶۹ھ سے پہلے عادل بادشاہ نور الدین شہید رحمہ اللہ کی زندگی میں نازل ہوئی۔

امیر اسامہ نے اپنی کتاب ''الاعتبار'' میں اپنی مختصر سیرت اور تاریخ جمع کی ہے اور اس میں اپنی عمر کے اس دردانگیز واقعہ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ پھر میں عادل بادشاہ نور الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں چلا گیا اور مصر کے نیک و صالح بادشاہ صالح بن رُزیک کو مصر میں میرے اھل و عیال کے اخراجات کے لئے ایک فرمان بھی جاری کر دیا تھا۔ وہ ان کے ساتھ بہت احسان کرنے والے تھے۔

اس نے معذرت کی اور کہا مجھ کو ان پر فرنگیوں سے بہت خطرہ ہے اور مجھ کو لکھا کہ آپ مصر واپس آ جائیں' آپ کو میرے اور اپنے درمیان معاملات کا علم ہے۔ اگر اھل مصر سے آپ کو کوئی وحشت ہو تو آپ مکہ مکرمہ چلے جائیں اور میں ایک فرمان جاری کر دیتا ہوں تا کہ اسوان شہر کا انتظام آپ کے حوالے کر دیا جائے اور حبشیوں کے ساتھ لڑنے کے لئے کمک بھی آپ کی طرف بھیج رہا ہوں' اسوان مسلمانوں کی سرحدات میں سے ایک سرحد ہے اور آپ کے بیوی بچوں کو بھی روانہ کر رہا ہوں۔

میں عادل بادشاہ کے پاس چلا گیا اور ان کو تمام معاملہ کی خبر دی۔ انہوں نے فرمایا اے فلاں تو نے سچ نہیں کہا۔ تو مصر واپس جاتا ہے۔ تو کب مصر اور اس کے فتنوں سے چھٹکارا حاصل کرے گا۔ عمر تو اس سے بہت کم ہے۔ میں ایک ایسا شخص بھیجتا ہوں جو فرنگیوں کے بادشاہ سے ان کے لئے امان لے اور ایک ایسا شخص بھیجتا ہوں جو ان کو لے آئے۔

توبادشاہ رحمہ اللہ نے ایک آدمی کو بھیجا فرنگیوں کے بادشاہ سے سمندر اور خشکی کے راستہ میں امان حاصل کرنے لئے' میں نے امان کی دستاویز اور ملک عادل کا خط اور اپنا خط ملک صالح کے نام پر اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا۔ انہوں نے میرے چوپایوں کے ساتھ خاص سے دمیاط کی طرف بھیج دیا اور جس چیز کی ان کو ضرورت تھی زادراہ وغیرہ کی وہ ان کو دے دی۔

وہ دمیاط سے ایک کشتی کے ذریعہ گئے جو فرنگیوں کی تھی۔ وہ جب عکا مقام کے قریب ہوئے تو بادشاہ وہاں تھا۔ اس نے ایک چھوٹی کشتی کے ذریعہ اپنے لوگوں کو بھیجا ان کو حکم دیا انہوں نے کلہاڑیوں کے ذریعہ ہماری کشتی کو توڑ دیا۔ میرے ساتھی ان کو دیکھ رہے تھے بادشاہ خودسوار ہوکر ساحل پر آ کھڑا ہوا اور ہماری کشتی میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے لوٹ لیا۔

میرا غلام اس لعین کے پاس تیرتا ہوا گیا اور امان کی چٹھی اس کے پاس تھی۔ اس نے اس کو کہا یہ تیرا امان ہے۔ اس نے کہا ہاں لیکن مسلمانوں کی یہ رسم ہے کہ ان کی کشتی جب کسی شہر میں ٹوٹ جاتی ہے تو اس شہر والے ان کے سامان کو لوٹ لیتے ہیں۔ غلام نے کہا کہ تو نے ہم کو قید کرلیا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔

اس لعین نے ان کو ایک گھر میں داخل کیا عورتوں کی تلاشی لی اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب کچھ ان سے لے لیا' کشتی میں زیورات' کپڑے' جواہرات' تلوار' اسلحہ' سونا' چاندی جو عورتوں نے وہاں چھوڑا تھا وہ سب کچھ اس لعین نے لے لیا' یہ تقریباً تیس ہزار دینار کے لگ بھگ کا سامان تھا اور صرف پانچ سو دینار ان کے پاس رہنے دئے اور کہا اس سے تم اپنے شہر کو پہنچ جاؤ گے' وہ تقریباً پچاس افراد تھے۔

میں اس وقت ملک عادل کے ساتھ ملک مسعود کے ملک کے شہر اغبان اور کسیون میں تھا' مجھ کو مال سے اپنے اور اپنے بھائی کے بچوں کی سلامتی زیادہ عزیز لگی۔ ان کی سلامتی کی خوشی سے زیادہ مجھ کو اپنی کتابوں کے ضائع ہونے کا غم ہونے لگا۔

ان میں بہت گراں قدر کتابوں کی چار ہزار جلدیں تھیں ان کتابوں کے ضائع ہونے کا غم میرے دل میں زندگی بھر رہا' یہ ایسی مصیبتیں تھیں جس سے پہاڑ بھی ہل جاتے ہیں اور مال کو فنا کردیتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی رحمت سے اس کا عوض عطاء فرمائیں گے۔

(۲۷۰) امام ابوالفرج ابن الجوزی نے ''مناقب امام احمد میں کہا ہے کہ جب بغداد میں ۵۵۶ھ میں سیلاب آیا تو میری تمام کتابیں غرق ہوگئیں اور ایک جلد سالم رہی جس میں دو ورقے امام احمد رحمہ اللہ کے خط سے تھے۔

عمدہ کتابیں جمع کرنا:

(۲۷۱) یاقوت الحموی نے ''معجم الأدبا'' میں اور علامہ شیخ مؤرخ محدث راغب الطباخ کی ''اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہباء'' میں وزیر جمال الدین القفطی کی سوانح میں ان کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا ہے۔ علامہ ادیب' الجامع' الاریب' قاضی اور وزیر جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی المصری الحلبی (ولادت قفط میں ۵۶۸ھ وفات حلب میں ۲۴۶ھ میں) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

جب انہوں نے حلب کو اپنا مسکن بنایا تو ان کی تمام تر کوششیں کتابوں کی خریداری کتابیں جمع کرنا اور دور دراز شہروں سے لانا تھا۔ علم کے لئے یہ نقصان اٹھانے کی وجہ سے بھی ان کی شہرت آفاق میں ہوگئی۔ تو کتب فروش دور دراز سے آکر ان پر کتابیں فروخت کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس ایک نادر المثال مکتبہ وجود میں آ گیا' ان کے جمع کرنے میں انہوں نے خوب دلچسپی لی' نفیس اور زیادہ مال ان کی خریداری پر صرف کیا اور اپنی عمر کتابوں کے حفظ ان کی تنظیم اور ان سے اقتباسات نقل کرنے میں صرف کی۔

حلب میں ان کا گھر علماء اور ادباء کا مجمع اور کتابوں کے لکھنے' نقل کرنے اور فروخت کرنے والوں کا قبلہ بن گیا۔ کتابوں کے دلال نفیس قسم کی کتابیں' مصنفین کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی ان کے پاس لاتے' یا جو مشہور اکابرین کے خط سے لکھے ہوئے ہوتے۔ ان کی اپنی کتاب ''ابناء الرواۃ علی ابناء النحاۃ'' اس نفیس مجموعے سے بھری پڑی تھی اور اس نفیس مجموعے کا اس میں تذکرہ اور بحث تھی۔ وہ اس کے لئے بہت زیادہ قیمت خرچ کرتے اور بہت زیادہ عطیات دیتے۔ لوگ دنیا کے مختلف اطراف سے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

کتابوں کے لئے نقصانات اٹھانے کے ان کے عجیب وغریب متعدد واقعات ہیں ان

کے ساتھی اور دوست علامہ یاقوت الحموی نے ''معجم الأدباء'' میں ان کی سوانح میں لکھا ہے علامہ حموی کی ان کے ساتھ لمبی رفاقت ہے۔ فرمایا کہ قاضی کتابیں جمع کرنے کے بہت شائق تھے۔ میرا خود کتابوں کے جمع کرنے کتابوں کی خرید وفروخت کا مشغلہ ہونے کی وجہ سے میں نے ان سے زیادہ کوئی اہتمام کرنے والا نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ کتابوں کا حریص۔ اس میں ان کو وہ کچھ حاصل ہوا جو دوسروں کو نہ ہوسکا۔ وہ حلب میں مقیم تھے۔

محدث ابن شاکر نے اپنی کتاب ''فوات الوفیات'' میں ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ انہوں نے اتنی کتابیں جمع کیں جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا کے اطراف سے ان کا قصد کیا گیا۔ دنیوی اشیاء میں کتابوں کے علاوہ کسی چیز سے وہ محبت نہیں کیا کرتے تھے ان کا کوئی گھر اور بیوی نہ تھی۔ حلب کے حکمران ناصر کے لئے انہوں نے اپنی کتابوں کی وصیت کر دی تھی۔ ان کی کتابیں تقریباً پچاس ہزار دینار کے مساوی تھیں۔ عبدالفتاح کہتے ہیں کہ اس وقت وہ دس ملین سعودی ریال یا اس سے زیادہ کی تھیں۔

ہمارے شیخ الطباخ نے ''اعلام النبلاء'' میں ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ صفدی نے اپنی تاریخ جو انہوں نے سالوں کی ترتیب سے مرتب کی ہے۔ اس میں انہوں نے ۶۴۶ھ کے حوادثات میں وزیر القفطی کے احوال میں لکھا ہے کہ ان کتابوں کے دلدادہ ہونے کے عجیب و غریب واقعات ہیں ان میں ایک واقعہ یہ ہے کہ سمعانی کی ''الانساب'' کے اصول خمسہ کی ایک جلد گم یاب ہوگئی۔ جو ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ وہ برابر اس کو اپنی گمان کی حد تک تلاش کرتے رہے لیکن ان کو کامیابی نہ ہوسکی اور وہ کتاب ان کو نہ مل سکی۔

اس سے ناامید ہونے کے چند دن بعد ان کے کسی ساتھی کا قلانسیین کے بازار پر حلب میں گذر ہوا تو ان کو ''الانساب'' کے اس گم شدہ جلد کے کچھ اوراق وہاں مل گئے۔ وہ صاحب وہ اوراق لے کر ان کے پاس آئے اور ٹوپی بنانے والے کو بھی وزیر کے پاس لے آیا' اس نے کہا کہ میں نے اس کو ردی کے کاغذوں میں خریدا تھا اور اس میں سے میں نے ٹوپیوں کے لئے قالب بنائے ہیں' اس کے بعد چند دنوں تک وہ عدالت اور وزارت نہیں جاتے تھے۔ وہاں بیٹھنا انہوں نے چھوڑ دیا اور لوگ ان کے پاس اس طرح آنے لگے جس طرح میت کے

امام معمر یمن میں کیوں سکونت پذیر ہوئے:

(۲۸۸) شادی کی ذمہ داری میں جکڑے جانے کے بارے میں انوکھی بات وہ ہے جو کہ امام تقی الدین السبکی نے اپنی کتاب ''ترتیب ثقات العجلی'' میں محدث کبیر امام معمر بن راشد البصری کی سوانح میں نقل کی ہے۔

کہ آپ ایک شہر سے دوسرے شہر احادیث نبوی کے پھیلانے کے لیے سفر کیا کرتے تھے اور ان احادیث کو بھی حاصل کیا کرتے تھے جن کا ذخیرہ ان کے پاس نہیں ہوا کرتا تھا۔ جب یہ یمن تشریف لے گئے تو اھل یمن نے چاہا کہ یہ یہاں پر ہی رہیں تا کہ ان سے کسب فیض ہمیشہ ہوتا رہے اور ان کے علم وفضل سے ہم مستفیض ہوتے رہیں انہوں نے ایک ایسی زنجیر تیار کی جو ان کو کہیں جانے سے منع کرے' یہ قید یا زنجیر شادی تھی کہ انہوں نے اپنوں میں سے ہی ایک عورت کی شادی ان سے کر دی' یہ ان کے لئے زنجیر ثابت ہوئی اور وہ اپنے اصلی وطن کی طرف پھر کبھی واپس نہ لوٹ سکے اور آخری زندگی تک وہیں مقیم رہے۔

عجلی نے معمر بن راشد کی سوانح میں لکھا ہے کہ ان کی کنیت ابوعروہ تھی' بصری تھے اور صنعاء یمن میں سکونت اختیار کی بہت صالح اور ثقہ تھے اور بہت عاقل شخص تھے۔ ان سے ابن المبارک نے روایت کی۔ سفیان ثوری نے ان کی طرف سفر کیا اور صنعاء میں ان سے سماع کیا۔ جب یہ صنعاء یمن میں داخل ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے ہاں سے ان کے چلے جانے کو ناپسند سمجھا تو ایک شخص نے تجویز دی کہ ان کی شادی کروا دو اور ان کو قید کر لو' انہوں نے ان کی شادی کروا دی پھر وہ وہیں کے ہو کر رہ گئے یہاں تک کہ ۱۵۳ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

بھیڑیے کی شادی کروادو:

(۲۸۹) شادی کے ذمہ داریوں اور بوجھ کا بہترین اشارہ وہ ہے جو کسی عقل مند آدمی نے کیا ہے کہ لوگوں نے ایک بھیڑیا پکڑ لیا اور اس کو سزا دینے کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگے' تو ایک شیخ نے کہا کہ اس کی شادی کروا کے اس کو اسی تکلیف اور عذاب میں چھوڑ دو۔ پس

انہوں نے اپنی کتاب ''الخائص'' میں ابوعلی کی لغت میں معرفت قیاس کی قوۃ متانت کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس طریقہ پر وہ ستر برس قائم رہے۔ ان کے علل کو درست کرتے رہے۔ انہوں نے ہر قسم کی کلفت اپنے سے ساقط کی تھی انہوں نے اسی کو اپنا مقصد حیات بنایا تھا اور کوئی اولاد بھی ان کو اس سے دور نہیں کرسکتی تھی۔

ابن جنی نے ان کے تجرد کی زندگی کی طرف بھی اپنی کتاب ''المحتسب'' میں اشارہ کیا اور انہوں نے ان کے علم کی بلندی معارف کی گہرائی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے' میں صرف ان پانچ علماء کے تذکرہ پر اکتفاء کرتا ہوں جنہوں نے علم کو شادی پر ترجیح دی اور دوسرے مجردین کے لئے بطور نمونہ کے ہیں اور میں نے اپنی کتاب ''العلماء العزاب میں تقریباً تمیں علماء کا تذکرہ کیا - قاری کو مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے میں اس کتاب کا حوالہ دیتا ہوں کہ یہ اس کتاب کا مطالعہ کریں۔

ان کبار ائمہ میں محدث مفسر ابو یسار عبداللہ بن ابی نجح المکی اور حافظ قاری شیخ الاسلام ابوعلی حسین بن علی الجعفی الکوفی اور حافظ محدث ابوالسری ھناد بن السری الکوفی اور عالم السنہ حافظ امام ابونصر السجزی عبید اللہ بن سعید' حافظ محدث فقیہ قاری ابوسعید السمان الرازی البصری اسماعیل بن علی اور حافظ عالم محدث بغداد ابو البرکات الانماطی' عبدالوھاب بن المبارک البغدادی بن احمد البغدادی ہیں اور ان میں محدث ادیب قاری مفسر محدث ابن الخشاب ابومحمد عبداللہ اور ابوالفتح ناصح الدین الحنبلی نصر بن فتیان اور وزیر جمال الدین القفطی ابوالحسن علی بن یوسف الادیب النحوی المؤرخ اور امام نووی محیی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف الدمشقی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہم اللہ جیسے کبار ائمہ و محدثین ہیں۔

پسماندگان کے پاس تعزیت کے لئے جایا جاتا ہے۔ حکومت کے سربرآوردہ اشخاص بھی ان کی تسلی کے لئے اس کے پاس آتے تھے جیسے کسی عزیز کی گمشدگی پر تسلی دی جاتی ہے۔ ان کی کتابوں کے عشق کی داستانیں بہت طویل ہیں۔

کتابوں کے ضائع ہونے پر ذہن منتشر ہونا:

(۲۷۲) حافظ سخاوی نے ''الضوء اللامع فی القرن التاسع'' میں امام حافظ عمر بن علی بن احمد الوادی آشی المعروف ابن ملقن (ولادت قاہرہ ۷۲۳ھ وفات ۸۰۴ھ رحمہ اللہ) ان کی تصانیف تین سو کے لگ بھگ ہیں' کے احوال میں لکھا ہے'

کہ ہمارے شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ ان کے پاس لاتعداد کتابیں تھیں۔ ان کے اکثر مسودات ان کی آخری عمر میں جل گئے تھے۔ پھر اس کے بعد ان کی حالت متغیر ہوگئی اور ان کے بیٹے نے ان کی وفات تک ان کو لوگوں سے چھپائے رکھا۔ حافظ ابن حجر نے اپنی معجم میں یہ بھی کہا کہ کتابوں کے جلنے سے پہلے وہ مستقیم ذہن والے تھے۔ جب ان کی کتابیں جل گئیں تو ہمارے شیخ ابن حجر نے کچھ اشعار ان کو مخاطب کر کے کہے۔

لِلّٰه قد قربتَها فتقبّلتَ ' والنار مسرعة الی القربان"

اللہ کے قریب ہونے کے لئے تم نے وہ پیش کیں تو وہ قبول ہوگئیں اور

آگ تو جلدی قربت کرانے والی ہے۔

(۲۷۳) حافظ عمر بن علی احمد الوادی آشی حلب کے محدث ابن العجمی کی اولاد نے اپنی کتاب ''الاغتباط بمعرفۃ من رمی بالاختلاط'' میں کہا ہے کہ ہمارے شیخ ابن الملقن کا ذہن بھی منتشر ہوگیا تھا مرنے سے پہلے بوجہ ان کی کتابوں کے جل جانے کے۔

سفر میں کتابوں کی دیکھ بھال:

(۲۷۴) مرتضیٰ زبیدی کی کتاب ''تاج العروس من جواہر القاموس'' کے مقدمہ میں قاموس کے مصنف علامہ فیروز آبادی کی سوانح میں آیا ہے جس کی تلخیص درج ذیل ہے۔

وہ امام ھمام قاضی القضاۃ مجد الدین' ابو طاہر محمد بن یعقوب بن محمد الشیر ازی الفیر وز آبادی' لغوی' مفسر' محدث' مؤرخ ادیب اور یمن کے قاضی تھے ٧٢٩ھ میں ان کی پیدائش کازرین میں ہوئی۔ وہیں بڑے ہوئے اور سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ وہ بہت جلد حفظ کرنے والے تھے' وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ایک سو سطر حفظ کئے بغیر میں سویا نہیں کرتا تھا

آٹھ سال کی عمر میں وہ شیراز منتقل ہوئے اپنے والد اور قوام عبداللہ بن محمود سے اور دوسرے علماء شیراز سے آپ نے علم حاصل کیا۔ پھر عراق آئے اور واسط اور بغداد میں داخل ہوئے' بلاد شرق اور بلاد شام کا آپ نے گشت کیا' روم' ھند اور مصر کے شہروں میں بھی آپ داخل ہوئے اور وہاں کے علماء سے علم حاصل کیا اور سر کردہ فضلاء کے جم غفیر سے آپ ملے اور بہت سارا علم ان سے حاصل کیا۔ جس کو انہوں نے اپنی فہرست میں ذکر کیا۔ فنون علمیہ میں آپ نے کمال حاصل کیا اور خط اچھا کیا اور اپنے ہم عصروں پر فائق ہوگئے۔ حدیث پر آپ نے بہت زیادہ توجہ مرکوز رکھی اور حدیث وتفسیر میں وسعت حاصل کی' علم لغت میں بہت اچھی کوشش کی اور اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کی۔ اپنے زمانہ اور بعد کے لوگوں سے فائق ہوئے' سفر میں بھی ان کے ساتھ کئی بوجھ کتابوں کے ہوا کرتے تھے اور ہر پڑاؤ کی جگہ ان کتابوں کو کھول کر دیکھا کرتے تھے۔ جب کوچ کرتے تو پھر رکھ لیا کرتے تھے۔ انہوں نے نفیس کتابیں بھی حاصل کیں لیکن بہت فضول خرچ تھے کوئی چیز باقی نہ رکھا کرتے تھے۔ جب غربت آتی تو کتاب فروخت کر دیتے۔ یمن کے زبید مقام پر ٨١٧ھ میں نوے برس کے قریب عمر میں فوت ہوئے۔

علامہ کوثری کا واقعہ:

(٢٧٥) ہمارے شیخ امام زاھد الکوثری رحمہ اللہ کو پانی میں ڈوبنے کا ایک حادثہ پیش آیا' جس میں وہ قریب المرگ ہوگئے تھے۔ مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو زندگی عطاء فرمائی۔ اس غرقابی کے حادثہ میں ان کے بہت سے مخطوطے ضائع ہوئے۔ جن کو وہ نفاست کی وجہ سے سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے اور پھر زندگی بھر وہ اس پر حسرت ہی کرتے رہے۔

واقعہ یہ ہوا کہ ١٣٣٦ھ میں وہ قسطمونی شہر میں تھے۔ انہوں نے واپس استنبول آنے کا

ارادہ کیا۔ یہ سردیوں کا زمانہ تھا زیادہ برف کی وجہ سے خشکی کا سفر ممکن نہ تھا۔ تو وہ سمندری راستہ سے سوار ہوئے' جب اُریلی کے ساحل پر پہنچے تو انہوں نے اپنے شہر دوزجہ کی ساحل اقتشہر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تا کہ گھر والوں کی زیارت اور ملاقات کر لیں۔

جب وہ اقتشہر کے ساحل کے قریب ہوگئے تو دریا میں طغیانی آگئی اور کشتی الٹ گئی۔ انہوں نے اس الٹی ہوئی کشتی کو تھامے رکھا۔ ساحل پر جو بھی شخص تھے وہ سمندر میں کود گئے۔ ان کے پاس بڑے بڑے رسے تھے۔ انہوں نے کشتی کو ایک لمبے رسی کے ساتھ باندھا اور اس رسی کا ایک کونہ لے کر ساحل کی جانب چلے گئے تا کہ وہاں پر موجود لوگ رسی کو کھینچ کر ساحل کی طرف لے جائیں' ان کے رسی کھینچنے کے دوران موج زیادہ سخت ہوگئی اور کشتی ان لوگوں کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ کشتی پھر درمیان میں آگئی' شیخ ان موجوں کے پھیر میں ڈوب گئے۔ پھر سمندر ذرا تھم گیا اور پانی میں غرق لوگوں کو بچا لیا گیا۔ شیخ سخت سردی اور موج کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے نڈھال ہو چکے تھے کہ ان کی پہچاننے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی وہ کسی کو **پہچان نہ سکتے تھے۔ اور لوگ بھی ان کو مردوں میں شمار کر رہے تھے' لیکن بوڑھے شیخ نے کہا اس** کے پاؤں کو ٹھوکر مارو اور اس کو اوندھا سر کے بل ڈال دو تا کہ اس کے پیٹ سے پانی نکل جائے اور اگر اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو زندہ کر دیں گے۔ بہت وقت گذر گیا شیخ اسی حالت پر تھے کہ اچانک ان میں حرکت آگئی اور آہستہ آہستہ زندگی کے آثار نمودار ہونے لگے اور کئی دنوں کے بعد اپنے اصلی حالت کی طرف لوٹ آئے۔

اس غرقابی کے وقت ان کے پاس نفیس قسم کے مخطوطات تھے۔ ان میں بعض بعض چھ سو اور بعض سات سو ہجری کے مخطوطے تھے۔ یہ مخطوطے ذخائر کے چشمے تھے اور وہ ان کے ساتھ حریص تھے کہ جہاں جاتے ان کو ساتھ لے جاتے۔ ان مجموعات میں سے ایک مجموعہ رسائل کا تھا۔ جن میں ایک کتاب امام ابوحنیفہؒ کے مناقب پر تھی امام ابن حجر الھیثمی کی جو کہ غیر مطبوع تھی۔ معروف خوش نویس ابن عدیم کے خط سے لکھا ہوا ایک نسخہ عقیدۃ الطحاویہ کا بھی تھا۔ اس پر حاشیہ اور نوٹ بھی تھے۔ اس کے علاوہ بھی نفیس ذخائر تھے جو پانی کے ساتھ بہہ گئے اور شیخ زندگی بھر افسوس کرتے رہے۔

حصول علم کا عجیب وغریب شوق:

(۲۷۶) ابوجعفر احمد بن یوسف البغدادی المصری الکاتب (متوفی ۳۴۰ھ رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب ''المکافاۃ'' میں کہا ہے کہ مجھ کو شجاع بن اسلم الحاسب نے بیان کیا کہ میں نے سند بن علی کو کہا کہ مأمون کی مجلس تک تیری رسائی کا سبب کون بنا کہ تو اس کے ہم مجلسوں میں سے بن گیا۔ اس نے کہا کہ میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں'

کہ میرے والد احکام النجوم کی صناعت سے کسب معاش کیا کرتے تھے ایسے لوگوں کے ساتھ جن کا بادشاہ کے ساتھ تعلق تھا یہ ان کے ساتھ محبت کیا کرتے تھے۔ میرے فارغ ہونے کے بعد کتاب اقلیدس پڑھنے کے ساتھ میرا دل کتاب المجسطی کے پڑھنے کی طرف مائل ہوگیا۔ مأمون کے زمانہ میں کاتبوں کے بازار میں ایک شخص معروف تھا اور وہ یہ کتاب لکھا کرتا تھا۔ مکمل لکھنے کے بعد وہ کتاب کو بیس دینار میں فروخت کر دیا کرتا تھا۔ میں نے اپنے والد سے اپنے لئے اس کتاب کے خریدنے کی استدعاء کی۔ انہوں نے مجھ کو کہا کہ کچھ مہلت دے دو جیسا ہی کچھ آئے گا تو خرید دوں گا۔

میرا ایک بھائی تھا وہ علم کے بارے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ (میں جس طرح بڑھ رہا تھا) لیکن وہ والد کی خدمت اور ان پر مہربانی کیا کرتا تھا۔ میرے والد میری کتاب کے بارے میں آج کل ہی کرتے رہے۔ جب بات بہت لمبی ہوگئی تو میں ایک دن والد کے ساتھ ان کے گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ اس غرض سے کہ جہاں کہیں اور جس کے پاس جائیں گے میں ان کا گھوڑا پکڑ لوں گا۔ میری عمر اس وقت سترہ برس کی تھی۔ میرے والد جس صاحب کے پاس گئے۔ تو وہاں سے ایک لڑکا نکلا اور اس نے مجھ کو کہا کہ تم چلے جاؤ اس لئے کہ تمہارے والد ہمارے آقاء سے اجازت لینے کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں اور وہ نکلنے والے ہیں۔ میں وہ گھوڑا لے گیا اور اس کو اس کی زین اور لگام سمیت تیس دینار سے کم میں فروخت کر دیا۔

میں معروف کے پاس گیا اور اس سے کتاب بیس دینار میں خرید لی۔ میرا ایک کمرہ تھا جس میں میں تنہا رہا کرتا تھا' میں اپنی والدہ کے پاس آیا اور ان کو کہا کہ میں نے تمہارا ایک

نقصان کیا ہے اور پورا واقعہ بیان کر دیا' میں نے والدہ کو قسم دی کہ اگر میرے والد نے کتاب پڑھتے ہوئے مجھ کو غصہ کیا تو گھر چھوڑ کر دور چلا جاؤں گا۔ گھوڑے کی قیمت سے جو کچھ بچا تھا وہ میں نے ان کو واپس کر دیا۔ میں نے کہا کہ میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کرتا ہوں اور میرے لئے ایک روٹی کافی ہے۔ وہ آپ میری طرف پھینک دیا کریں۔ جس طرح قیدی کی طرف کھانا پھینک دیا جاتا ہے۔ جب تک میں کتاب نہ پڑھ لوں۔ میری والدہ نے میرے والد کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی ذمہ داری لے لی۔

میں گھر کے اندر داخل ہو گیا اور اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ میرا بھائی والد صاحب کے پاس گیا اور ان کو واقعہ کی خبر دی۔ ان کا رنگ بدل گیا اور ان کی آواز میں گرج پیدا ہوگئی میرے والد کو ان لوگوں نے جن کے ہاں میرے والد تھے کہا کہ تم نے ہمارے دل کو اور جو لوگ یہاں موجود ہیں کے دلوں کو مشغول کر دیا۔ جو باتیں تم سے ظاہر ہوتی ہیں۔ میرے حق کا پاس رکھتے ہوئے تم مجھ کو ضرور بتلاؤ گے کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے۔ میرے والد نے ان کو واقعہ بتایا تو اس شخص نے کہا کہ واللہ کہ تمہارے بیٹے کی اس عادت نے ہم کو خوش کر دیا ہے اس کے ساتھ ہر اچھائی کا وعدہ ہم سے کرو' پھر اپنے اصطبل سے ایک بہترین گھوڑا جو کہ میرے والد کے گھوڑے سے بہتر تھا اور زین جو کہ میرے والد کے زین سے بہتر تھی' لایا اور میرے والد کو کہا کہ اس پر سوار ہو کر چلے جاؤ اور اپنے بیٹے کے ساتھ کوئی بات بھی نہ کرنا۔

سند کہتے ہیں کہ مجھ پر یہ تین سال اس طرح گذرے جیسے ایک دن ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں میرے والد نے میرے چہرے کی صورت بھی دیکھی۔ میں نے خوب محنت کر کے کتاب ''المجسطی'' کو مکمل کر لیا۔ پھر میں گھر سے باہر نکلا اور مشکل سے مشکل شکلوں پر مجھ کو خوب دسترس حاصل ہو چکی تھی۔ میں نے کتاب کو اپنے تھیلے میں رکھا اور پوچھا کہ کیا مہندسین حساب دانوں کی کوئی ایسی جگہ ہے جہاں وہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ تو مجھ کو کہا گیا کہ عباس بن سعدی الجوہری مأمون الرشید کے دوست کے گھر میں سب جمع ہوتے ہیں اور مجلس لگتی ہے۔ وہاں ھئیت اور ھندسہ کے سرکردہ علماء جمع ہوتے ہیں۔ میں جب وہاں گیا تو تمام مشائخ وہاں جمع تھے۔ نوجوان میرے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا کہ میری عمر بیس سال تھی۔ عباس نے کہا تو کون ہے اور کیا

دیکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ ایک لڑکا علم ھیئت اور ھندسہ کا دلدادہ ہے۔ اس نے مجھ کو کہا تو نے کیا پڑھا ہے۔ میں نے کہا ''اقلیدس'' اور ''المجسطی'' اس نے کہا صحیح احاطہ کر کے پڑھی ہیں۔ میں نے کہا ہاں' انہوں نے مجھ سے کتاب ''المجسطی'' کا ایک مشکل مسئلہ پوچھ لیا' اس کی تفسیر ان اوراق میں تھی جو میرے تھیلے میں تھے' میں نے جواب دیا وہ بہت متعجب ہوئے' انہوں نے کہا یہ جواب تم کو کس نے سکھایا' میں نے کہا میں نے اپنی عقل سے جواب دیا ہے' مجھ کو کسی نے نہیں سکھایا ہے۔ یہ جواب اور اس کے علاوہ بھی میرے پاس اوراق میں موجود ہیں' اس نے کہا لاؤ وہ جب انہوں نے کتاب دیکھی تو پریشان ہو گئے۔ ان کے سامنے جو لڑکے تھے ان میں سے کسی کو انہوں نے کہا وہ ٹوکری لاؤ۔ وہ جب لائی گئی تو انہوں نے جب اس کے اوپر مہر کو دیکھا تو اس کو صحیح حال میں پایا۔ پھر اس کو کھولا اور اس سے ایک کاپی نکالی اور میرے اوراق کے ساتھ اس کا تقابل کرنے لگے تو ان کے کاپی کا کلام میرے اوراق سے بہتر ترتیب کے ساتھ تھا اور معنی ایک ہی تھا' انہوں نے کہا کہ میں کتاب ''المجسطی'' سے اس کو واضح کرنا چاہتا تھا۔ جب تم نے کتاب میرے سامنے رکھی تھی تو میں نے خیال کیا کہ شاید اوراق میری کتاب سے چوری کئے گئے ہیں۔ اب بات واضح ہو گئی ہے کہ الفاظ مختلف اور معنی ایک ہے۔ انہوں نے میرے لئے ایک خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا اور ایک سنہری کمر بند مجھ کو پہنایا اسی رات وہ اس تمام کام سے فارغ ہو گئے اور مجھ کو مامون کے پاس لے گئے اور مجھ کو اس کے ساتھ لازم رہنے کا حکم دیا اور میرے لئے مستقل رزق اور مہمانی کے سامان کے جاری کرنے کا فرمان صادر کر دیا۔

بدن کے کپڑے فروخت کر کے کتاب خریدنا:

(۲۷۷) ہمارے استاد علامہ محدث ادیب' الشیخ محمد راغب الطباخ رحمہ اللہ کی کتاب ''اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہباء'' میں حلب کے علامہ شیخ احمد الحجار (ولادت ۱۱۹۰ھ وفات ۱۲۷۸ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں آیا ہے۔

کہ شیخ علامہ احمد بن قاسم الحجار علوی النسب تھے۔ حنفی فقیہ' اصولی' علم فرائض کے ماہر' نحوی تھے۔ بہت بڑے حافظ تھے کہ انہوں نے کتاب ''جمع الجوامع'' بہت تھوڑے عرصہ میں

حفظ کر لی تھی۔ علم نقل اور ریاضی کی مشکلات کو حل کرنے والے تھے۔ فلکیات اور طب میں بھی اچھی دسترس تھی۔ وہ اللہ کی نشانی تھے علم و ذہانت اور قوت حافظہ میں کتابوں کو جمع کرنے اور کتابوں کے انتخاب کے دلدادہ تھے۔

شیخ بکری الکاتب نے ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کتابوں کو جمع کرنا پسند فرماتے۔ ان کے دونوں مکتبوں کی قیمت ان کے مرنے کے بعد چالیس ہزار تک پہنچی جبکہ وہ نہایت کم قیمت پر فروخت کئے گئے تھے۔ کتابیں جمع کرنے کا ان کو اتنا شوق تھا اور اتنی محبت تھی کہ ہم نے سنا کہ ایک مرتبہ انہوں نے دیکھا کہ ایک کتاب فروخت ہو رہی ہے اور ان کے پاس ایک درھم بھی نہیں ہے' انہوں نے جو کپڑے پہنے تھے ان میں سے کچھ فروخت کر کے اس قیمت پر اسی وقت کتاب خریدی۔

چادر فروخت کر کے کتابیں خریدیں:

(۲۷۸) شیخ عبدالفتاح کہتے ہیں کہ میں اپنے زمانہ طالب علمی میں نہایت غریب تھا جیسا کہ اکثر طالب علم ہوتے ہیں۔ میں اپنے اس تنگ گذران والے نفقہ سے کچھ بچا کر اپنی ضرورت کی کتاب خریدتا' یا نقد خریدتا اور یا دین مؤجل پر جیسے ممکن ہوتا۔ ایک دن میرے سامنے کچھ نادر قسم کی کتابیں آئیں جو کہ میرے لئے انتہائی اہمیت کی حامل تھیں۔ مجھ کو ان کے خریدنے کی شدید خواہش تھی' لیکن میں سخت بھوک و افلاس کی حالت میں تھا اور میرے پاس ان کے خریدنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ میرے دل کا قلق اور اضطراب مجھ کو اس کے خریدنے کے لئے پریشان کر رہا تھا۔ میں نے اپنی اون والی چادر جو مجھ کو میرے والد رحمہ اللہ سے میراث میں ملی تھی' فروخت کر دی اور یہ کتابیں خرید لیں اور اپنے دل کو مطمئن کر لیا۔ ان کتابوں کو لینے سے مجھ کو اتنی خوشی ہوئی کہ چادر جانے کا غم بھول گیا۔

میں کبھی کبھی کسی کتاب کے بارے میں اللہ کے لئے نذر مانتا کہ اگر فلاں کتاب اللہ نے مجھ کو عطاء کر دی تو میں اتنے رکعت نفل ادا کروں گا' اس ضمن میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کو میں یہاں لکھتا ہوں۔

ایک کتاب کے لیے اتنی محنت:

جب میں اپنے طالب علمی کے دوران جامعہ ازھر کے کلّیۃ الشریعہ میں تھا تو مجھ کو میرے شیخ علامہ امام شیخ زاھد الکوثری نے میری کتابوں کے جمع کرنے کے التزام کے دوران ملا علی قاری رحمہ اللہ کی کتاب ''فتح باب العنایہ بشرح کتاب النقایہ'' کے خریدنے کی وصیت کی اور مجھ کو بار بار کثرت کے ساتھ اس پر ابھارا اور اس کے خریدنے کی بہت تاکید کی۔ جبکہ میرا نادر کتب کے حصول کی ھوس کا ان کو علم تھا۔ میرا خیال تھا کہ ہندوستان میں یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ اپنے قاہرہ کے چھ سال تکمیل کے دورانیہ میں بار بار اس کتاب کے بارے میں پوچھتا رہا اور مکتبہ اس کے لئے چھانتا رہا مگر مجھ کو کوئی کامیابی نہ ہوئی اور اس کتاب کی کوئی خبر معلوم نہ ہو سکی۔

جب میں اپنے شہر حلب واپس آیا تو میں برابر جس شہر میں بھی جاتا اس کے ہر مکتبہ سے اس کتاب کی تلاش کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتا۔ یہ سادات احناف کی کتاب ہے اور ھند میں طبع ہو چکی ہے تو میں کتب فروشوں سے ھند کے فقہ حنفی کی مطبوعات کے بارے میں پوچھتا شاید اس وجہ سے مجھ کو کچھ کامیابی حاصل ہو جائے' جبکہ ان لوگوں کو اس کا نام بھی نہیں آتا تھا' دمشق میں قدیم اور نفیس کتابوں کے جاننے والے کچھ لوگ تھے' ان کے پاس قدیم اور نفیس کتابوں کے بہت نسخے تھے' لیکن ان کے فروخت کرنے میں وہ متشدد اور غالی تھے۔ انہی میں سے شیخ سید عزت القصیبائی اور ان کے والد شیخ حمدی السفر جیلانی اور سید احمد عبید بھی تھے۔

میں نے سید عزت القصیبائی سے کتاب ''فتح باب العنایہ'' کے بارے میں پوچھا کہ یہ ھند میں طبع ہو چکی ہے انہوں نے کہا ہاں یہ میرے پاس ہے اور امام عینی کی ''البنایہ شرح الھدایہ'' چھ مجلدات میں جو ۱۲۹۳ھ میں طبع ہوئی تھی نکال کر لائے۔ یہ بھی ان عمدہ اور نفیس کتابوں میں تھی جن کی مجھ کو تلاش تھی' میں نے یہ ان سے خرید لی اور یہ زیادہ مہنگی بھی نہیں تھی اور یہ میری مطلوبہ کتاب کے علاوہ تھی۔

پھر میں نے شیخ حمدی السفر جیلانی سے پوچھا اس کتاب کے بارے میں' تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کتاب روس کے شہر قزان میں چھپی ہے' اور یہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ کبریت احمر سے

بھی نادر الوجود ہے اور یہ کہ زندگی بھر کتابوں کا کاروبار کرنے کے باوجود ان کی نظر سے صرف ایک ہی نسخہ گزرا ہے' جو انہوں نے علامہ کوثری پر اتنی زیادہ قیمت میں فروخت کر دیا تھا جو کہ غیر معقول تھی' اس وقت مجھ کو صحیح علم ہوا کہ کتاب کہاں چھپی ہے۔ لیکن میری طلب آرزو کمزور پڑ چکی تھی۔

جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ۱۳۷۶ھ میں مجھے حج کی سعادت کے لئے فرصت عنایت فرمائی اور میں مکۃ المکرّمہ گیا تو میں نے وہاں کے مکتبوں میں پوچھنا شروع کیا کہ ممکن ہے ان شہروں سے ہجرت کرنے والوں میں سے کسی کے پاس مل جائے' لیکن مجھ کو کامیابی نہ ہو سکی۔

پھر اللہ کی کرم نوازی مجھ کو شیخ مصطفیٰ بن محمد الشنقیطی سلمہ اللہ۔ جو ایک معمولی سے بازار میں پرانی کتابیں فروخت کیا کرتے تھے' کے پاس لے گئی' ان سے میں نے بعض کتب خریدیں اور اپنی ناامیدی کا تذکرہ ان کے سامنے کر دیا تو انہوں نے کہا کہ چند ہفتے قبل کتاب میرے پاس تھی۔ میں نے علماء بخاری کے مکتبے سے پرانی کتابوں میں خریدی تھی' علماء تاشقند کے ایک بخاری عالم پر میں نے بہت مناسب داموں فروخت کر دی تھی۔ میں ان کی بات کی تصدیق کے لئے تیار نہ تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے کتاب کے وہ اوصاف بیان کئے جو واقعی ان کی پہچان کا پتہ دے رہی تھیں اور یہی وہ کتاب تھی جس کے لئے میں زمانہ بھر سے ٹھوکریں کھا رہا تھا اور یہی میری محبوب کتاب تھی۔

میں نے ان کو کہا کہ وہ تاشقندی عالم کون ہیں جنہوں نے یہ کتاب خریدی ہے' انہوں نے ان کا تذکرہ کیا اور ان کا نام شیخ عنایت اللہ تاشقندی بتایا' میں نے کہا وہ کہاں رہتے ہیں۔ کہاں کام کرتے ہیں اور ملاقات کیسے ہو سکتی ہے' انہوں نے کہا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں میں نے کہا کہ میں ان کے بارے میں کیا پوچھوں۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو اس کا بھی علم نہیں۔ اس وقت میری ناامیدی میں اور اضافہ ہو گیا۔

اس کے بعد میں نے ہر بخاری سے جو مسجد حرام یا بیت اللہ شریف میں مجھ کو ملتا شیخ عنایت اللہ کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا اور ان مدارس اور سراؤں میں میں نے جانا شروع کر دیا جہاں کے بارے میں پتہ چلتا کہ کوئی بخاری رہتا ہے۔ اس شیخ بخاری کے بارے میں پوچھنے کے لئے' یہاں تک کہ مکہ مکرمہ سے باہر دیہاتوں اور محلّوں میں مجھ کو جانا پڑا لیکن

میری مطلوب سے دوری ہی ہوتی گئی اور مکہ مکرمہ میں کتنے ہی بخاری تھے جن کا نام عنایت اللہ تھا میرے مسلسل پوچھنے نے مجھ کو شیخ عبدالقادر تاشقندی بخاری گھڑی ساز کے پاس جرول محلّہ میں پہنچا دیا' ان سے جب میں نے شیخ تاشقندی کے بارے میں پوچھا تو وہ ان کو پہچانتے تھے' انہوں نے بتایا کہ ان کا نام میر عنایت اللہ تاشقندی ہے۔ لیکن ان کی ملاقات کی جگہ اور ٹھکانے کا مجھ کو علم نہیں۔ اس وقت اس شیخ جن کے پاس ''فتح باب العنایہ'' تھی کے ملنے کی نا امیدی مجھ پر غالب آ گئی۔ میں دوران طواف اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سوال کر رہا تھا کہ اے اللہ اس انسان کی طرف میری راہنمائی فرما دے اور کتاب کا حصول میرے لئے آسان فرما دے' میں ہفتہ بھر یہ دعاء کرتا رہا اور اللہ ہی میرے دل کی بے قراری کو جانتے تھے۔

ایک دن میں مسجد حرام کی توسیع سے پہلے کے باب زیادہ کے بازار میں جا رہا تھا ایک پرانے دمشقی تاجر کتب نے جن کو ابوعرب کہا جاتا تھا نے مجھ کو دیکھ لیا۔ اس کا ایک تجارتی مرکز تھا۔ اس نے جب مجھ کو شامی وضع قطع والا دیکھا تو مجھ کو بلایا اور مجھ سے دمشق کے حال احوال پوچھنے لگا' تو میں نے اپنی شدید خواہش کے مطابق ان سے شیخ بخاری کے بارے میں پوچھا' انہوں نے کہا کہ یہ میرے پاس والا دوکاندار ان کا داماد ہے' یہ ان کے بارے میں خوب جانتے ہیں اللہ کی قسم میں شدت فرحت کی وجہ سے ان کی تصدیق نہیں کر سکتا تھا۔

میں جب ان کے داماد کے پاس گیا اور شیخ کے بارے میں پوچھا تو وہ حیران ہو گیا اور کہنے لگا کہ تمہارا ان کے بارے میں پوچھنے اور ملاقات کا کیا داعیہ ہے' یہاں تک کہ ایک ہفتہ سے زیادہ مجھ کو اس نے اسی بحث میں چکر لگوائے' اللہ اس کو جزائے خیر دے اس کے بعد اس نے میری ان کی طرف راہنمائی کر دی۔ ان کے مسفلہ کا گھر انہوں نے مجھ کو بتلا دیا کہ قہوہ السقفید کے پاس ہے۔ میں ان کے پاس کئی مرتبہ دن اور رات میں گیا یہاں تک کہ ان کے ساتھ میری ملاقات ہو گئی' انہوں نے وہ کتاب مجھ کو اپنی پسند کی قیمت پر دی۔ میری زندگی کی خوشیوں میں سے یہ سب سے بڑی خوشی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا کہ میں اس کتاب کا ایک جزء تحقیق کے ساتھ شائع کر رہا ہوں اور اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ باقی اجزاء کی اشاعت کی توفیق بھی مجھ کو اپنے فضل و کرم سے عنایت فرمائے' آمین۔

''ساتواں باب''

''مجرد زندگی گذارنے اور ازدیادِ علم کے لئے شادی کا مشغلہ ترک کرنے کے بیان میں''

مجرد زندگی گزارنا

(۲۷۹) شادی اسلام میں ایک مکمل رغبت والی چیز ہے اور اس کو اختیار کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور اس امر کا داعیہ انسانی فطرت میں طبعی طور پر مرکوز ہے فطری داعیہ کی وجہ سے انسان اس کی طرف سعی کرتا ہے۔ انسان کی زندگانی کی حاجات اصلیہ کا یہ ایک انتہائی اہم حصہ ہے۔ انسان کی ذات کی تکمیل' اولاد کی نشونما' نوع انسانی اور بقاء نسل اور جہان کی تعمیر و ترقی کے لئے یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

(۲۸۰) اسلام دین حنیف نے بھی اس شخص کے لئے جس کو اپنے بارے میں گناہ اور زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔ شادی کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ بعض فقہاء نے اس کو عبادات کی قسم میں شمار کیا ہے۔ اس لئے کہ نسل صالح کا وجود اور بقاء اس پر موقوف اور مرتب ہے۔ اور آباء و اجداد سے اسلام قبول کرنا سیکھنا اور اولاد تک پہنچانا بھی اسی سے متعلق ہے اور سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا' یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ زمین اور جو کچھ اس کے اوپر ہے کے تنہا وارث ہو جائیں گے اور انسان کے سیرۃ اور سلوک' انسان کی عفت اور پاکدامنی' دین کا کمال اور استقرار نفس اور دلجمعی پر اس کے پاکیزہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ انسان کی طبعی شہوت جب غیر شادی شدہ شخص میں بیدار ہو جاتی ہے تو اس کی فکر اور رائے پراگندہ اور متفرق ہو جاتی ہے اور انسان کا نفس اور اس کی آنکھ قلق میں مبتلا ہو جاتی ہے اور کبھی انسان جادہ مستقیم سے بھی ہٹ جاتا ہے اور یہ کیفیت اس کو اھانت اور ہلاکت کے گھڑے میں گرنے کے قریب کر دیتی ہے۔

(۲۸۱) اسی وجہ سے شادی ایک مشروع' اساسی اور انسانی زندگی کی حاجات اصلیہ میں سے ایک حکم ہے۔ اس کے بغیر رہنا انسان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ سوائے اس شوق کے جو انسان پر غالب اور اس کے دل کا روگ ہو' یا کسی گرانقدر چیز کے ساتھ اس کا ایسا تعلق ہو جو اس کے نفس پر غالب ہو کہ اس کا اس کے ساتھ تعلق شادی کے تعلق سے فائق ہو اور دل و دماغ پر اس کا قبضہ اور تعلق روز بروز بڑھتا جاتا ہو' جیسا کہ بعض علماء کا تعلق علم کے ساتھ ہو' یا بعض

مجاہدین کا تعلق جہاد کے ساتھ ہوتا ہے' یا بلند ہمت اور اولوالعزم لوگوں کی نظر میں بلندی کے حصول کا شوق۔

(۲۸۲) آسانی کے ساتھ ہم اس کا ادراک کر سکتے ہیں کہ مجرد زندگی اختیار کرنا' یہ انسانی زندگی کا ایک سخت ترین عمل ہے۔ جس سے انسانی روح مفقود ہو سکتی ہے' سکون نفس تباہ ہو سکتا ہے اور اس کو اپنے کنوارے پن کی وجہ سے کھانے پینے' صفائی ستھرائی' گھر کی خدمت کی مشقت بھی خود برداشت کرنا پڑتی ہے اور اس کی سبب سے بیماری لاحق ہو جانے کی صورت میں یہ کسی عورت کی مہربانی اور خدمت سے بھی محروم ہوتا ہے اور بڑھاپے میں اولاد کی خدمت سے بھی محرومی ہوتی ہے۔ یہ تہ بتہ شدائد' ومصائب ہیں جس کو صرف وہ شخص برداشت کر سکتا ہے جس کی نظر میں اس پر صبر آسان ہو علم کے حصول اور نشر و اشاعت کی کوشش متاثر ہونے سے' تو ایسا شخص اس چیز کو ترجیح دیتا ہے جو زیادہ بڑی اور نفع بخش ہو۔ جیسا کہ میں کنوارے علماء کے کچھ احوال جو کہ کبار علماء اور اساطین علم تھے' ذکر کروں گا۔

علماء مجرد زندگی گزارنے پر کیوں آمادہ ہوئے:

(۲۸۳) علماء کے اس باب سے متعلق احوال نقل کرنے سے پہلے میں بہتر سمجھتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ اس سبب کی طرف اشارہ کروں جس نے ان علماء کو مجرد زندگی گذارنے پر آمادہ کیا۔ جبکہ ان کو شادی کے احکام اور اس کی فضیلت۔ مجرد زندگی کے خطرات اور مشکلات کا علم تھا اور بالخصوص کوئی ایسی صریح نص بھی وارد نہیں ہے۔ جو مجرد زندگی گذارنے پر آمادہ کرے یا اس کی تاکید ہو' پس وہ کونسی چیز ہے جس نے ان کو مجرد زندگی گذارنے پر آمادہ کیا ہے۔ جبکہ وہ احکام نکاح اور اس کی ترغیبات سے نابلد نہ تھے' بلکہ فقہاء نے اپنی کتب اور مؤلفات میں اس کی ضرورت کو ثابت کیا ہے۔

علم کے خیر کو شادی پر ترجیح:

(۲۸۴) جواب یہ ہے کہ یہ ان علماء کا انفرادی مسلک تھا جو انہوں نے اپنی خاص بصیرت سے شادی کے خیر اور علم کے خیر میں سے علم کو اختیار کیا۔ ان کی نظر میں خیر علم خیر زواج پر غالب

تھا۔ تو انہوں نے اپنے ایک مطلوب کو دوسرے مطلوب پر مقدم کیا اور اپنے اس مسلک کی طرف لوگوں میں سے کسی کو انہوں نے دعوت نہیں دی اور نہ انہوں نے لوگوں کو یہ کہا کہ علم کے لئے تجرد کی زندگی شادی سے بہتر ہے اور نہ کبھی یہ کہا کہ جو طرز زندگی ہماری ہے یہ بہتر ہے تمہاری طرز زندگی سے اور انہوں نے بعض حکماء اور فلاسفہ کے مذہب کو بھی اختیار نہیں کیا کہ اولاد ایک گناہ اور جنایت کا باعث ہے۔ ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں ابوالعلاء احمد بن عبداللہ المعرّی شاعر لغوی۔ مشہور فلسفی کے احوال میں لکھا ہے کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر یہ شعر لکھا جائے۔

هذا جناه ابی علیّ ' وما جنیت علیٰ احد''

یہ میرے والد نے مجھ پر جنایت کی اور میں نے کسی پر جنایت نہیں کی۔

یہ شعر حکماء کے اعتقاد سے متعلق ہے' وہ کہتے ہیں کہ بچے کی ایجاد اس عالم کی طرف اس کا اخراج اس کے حق میں جنایت ہے اور یہ اس پر زیادتی ہے اس لئے کہ یہ اس کو حوادثات اور آفات کے سامنے پیش کرنا ہے۔

لیکن کلّا وحاشا علماء امت ان باتوں سے منزّہ اور مبرا ہیں۔ انہوں نے ترک زواج کا مسلک انفرادی طور پر صرف اپنے لئے اختیار کیا اور مجرد زندگی کے مہلکات اور شرور سے حفاظت ان کے لئے واضح ہو گئی تھی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو تقویٰ ایمان اور علم کی وجہ سے ان آفات سے محفوظ رکھا۔

علم کا تعلق ان کی جسم میں بمنزلہ روح کے تھا:

(۲۸۵) زواج کا داعیہ جو فطرت انسانی میں مرکوز ہونے کے باوجود ان کا اس تجرد کی زندگی پر آمادہ ہونا صرف علم کے زیادہ کرنے کا شوق تھا۔ ان کی ہمتیں اس کے ساتھ محبت و عشق۔ حصول وجمع۔ نشر و تدوین کے انداز میں متعلق تھی۔ علم نے ان کے ہاں یہ مقام حاصل کر لیا تھا' جیسا مقام روح کا جسم میں ہوتا ہے یا جیسا کہ پانی سبز درخت میں یا ہوا کا انسانی زندگی میں کہ کسی میں بھی ان چیزوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی اور علم کا

شادی اور اس سے متعلقات اور لوازمات اور اس سے پیدا ہونے والے اور اس پر مرتب ہونے والی تمام اشیاء بغیر تردد اور شک کے ایک قید اور بیڑی ہے اور شادی کی بہت ساری ذمہ داریاں ہیں۔ مادی اور معنوی جو انسان کی زندگی کی بہت سارے جوانب کو مصروف کر دیتی ہیں اور علم کے لئے زیادہ فراغت سے یہ کٹ جاتا ہے بلکہ کبھی تو یہ علم اور از یاد علم سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے جیسا کہ بہت سے ذھین اھل علم میں یہ بات مشاہدہ کی گئی ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے تنہائی کی زندگی کو شادی پر ترجیح دی۔

دوسروں کے نفع کے لیے اپنی لذت قربان کرنا:

(۲۹۰) اس کے بعد میں کچھ محدثین' مفسرین' فقہاء' اصولیین' لغویین' نحات' ادباء' مؤرخین' زھاد کے احوال نقل کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے تنہائی کی زندگی کو شادی پر ترجیح دی تا کہ بہت سارے لوگوں کے لئے یہ بطور نمونہ کے ہو جائیں۔ جنہوں نے اپنی لذت نفس کو قربان کر کے غیروں کو نفع پہنچایا۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور ان کے ساتھ ایسا بھلائی والا معاملہ کرے جو انہوں نے علم اور اھل علم کے ساتھ کیا۔ ان احوال کے نقل کرنے کو کنوارے پن کی زندگی کی طرف دعوت نہ سمجھا جائے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

(۲۹۱) جن مجرد زندگی گذارنے والوں کے احوال میں نقل کرنا چاہتا ہوں' اس میں میں نے یہ اہتمام کیا ہے کہ میں ان حضرات کی سوانح بیان کروں جن کی سیرت قابل توجہ' سبق آموز اور لائق اقتدا ہو اور یہ کہ ان کی حیات علمی اور حیات سلوکی برانگیختہ اور جوش دلانے والی ہو' فضائل و مآثر کے انواع سے پر ہو اور وہ اپنے پڑھنے والے کے دل میں سوائے تنہائی کی زندگی کے' اقتدا اور اتباع کی ہوس پیدا کرے اور اس کی شخصیت میں خیر' محبت علم اور علم کی چنگاری پیدا کرے اور چنگاری سلگنے کو نقش کر دے اور اس کو صلاح اور تقویٰ کی جانب کھینچ لائے۔

(۲۹۲) اور آج کے طالب علم ان حضرات کے احوال میں علم کی قدر و منزلت اور ان حضرات کی نظر میں علم کی رفعت مقام کا مشاھدہ بھی کر لیں کہ یہ علماء وفضلاء اور نبلاء وہ ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو عورت کی انس سے اور ان سے نفع حاصل کرنے سے زندگی بھر کے لئے

محروم کئے رکھا' صرف اس لئے کہ وہ علم کو حاصل کریں اور علم میں ترقی کریں اور علم کی خدمت کریں اور اپنے بعد آنے والوں کو پہنچائیں۔ انہوں نے عورت اولاد اور نسل کے حصول پر ہم لوگوں کو ترجیح دی۔ اللہ ان کو علم' دین' اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء دے اور اپنی جوار رحمت سے ان کی عزت افزائی فرمائے اور حور عین ان کو بطور بدلہ کے عنایت فرمائے اور ان کا مقام' انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ کر دے۔

امام یونس بن حبیبؒ:

(۲۹۳) ان مجردین میں امام ابوعبدالرحمان یونس بن حبیب البصری الادیب النحوی ہیں۔ قاضی ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں ان کے احوال میں لکھا ہے کہ ان کی ولادت ۹۰ھ اور وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی انہوں نے علم ادب ابوعمرو بن العلاء اور حماد بن سلمہ سے حاصل کیا علم نحو کے ساتھ ان کو خصوصی مناسبت تھی۔ انہوں نے عرب سے سماع کیا۔ سیبویہ نے ان سے بکثرت روایت کی ہے۔ فرا اور کسائی نے ان سے سماع کیا۔ بصرہ میں ان کے حلقہ میں عرب اور اھل بادیہ کے فصحاء اور ادباء آیا کرتے تھے۔

معمر بن المثنی فرماتے ہیں کہ میں چالیس برس تک یونس کی مجلس میں جایا کرتا تھا اور میں روزانہ ان کی حفظ سے اپنی تختیاں بھرا کرتا تھا۔ ابوزید انصاری نحوی کہا کرتے تھے کہ میں یونس بن حبیب کی مجلس میں دس سال بیٹھا ہوں اور مجھ سے پہلے خلف الاحمر دس سال بیٹھے تھے۔

اسحاق بن ابراھیم الموصلی کہتے ہیں کہ یونس بن حبیب ۸۸ سال زندہ رہیں۔ وہ نہ تو مالدار ہوئے اور نہ ہی انہوں نے شادی کی۔ ان کا طلب علم اور لوگوں کے ساتھ علمی گفتگو کے علاوہ کوئی دوسرا مشغلہ نہ تھا' ان کی تصانیف میں اہم ترین کتاب' معانی القرآن الکریم' کتاب اللغات' کتاب الامثال' کتاب النوادر الصغیر' کتاب النوادر الکبیر اور معانی الشعر ہیں۔

امام بشر حافی:

(۲۹۴) اور ان مجردین میں امام زاہد' عابد' محدث' فقیہ' ثقہ اپنے زمانے کے یکتا روزگار ابونصر بشر بن الحارث بن عبدالرحمٰن المَروزی جو کہ بشر حافی رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔

۱۵۰ھ میں آپ مرو میں پیدا ہوئے پھر بغداد آئے اور اسی کو اپنا مسکن بنایا اور وہیں سماع حدیث کیا' بغداد اور دوسری جگہوں کے کثیر شیوخ سے آپ نے اخذ حدیث کیا ان کے شیوخ میں حماد بن زید' عبداللہ بن المبارک' عبدالرحمٰن بن مھدی' مالک بن انس' ابوبکر بن عیاش' فضیل بن عیاض وغیرہ شامل ہیں۔

اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے سماع کیا۔ ان میں امام احمد بن حنبل' ابراھیم الحربی' زھیر بن حرب' سرّی السقطی' عباس بن عبدالعظیم' محمد بن حاتم وغیرہ حضرات شامل ہیں انہوں نے حدیث کی سماع کی پھر حدیث پڑھائی' جرح وتعدیل کی' توثیق وتضعیف کی پھر اس کے بعد لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کی' عبادت میں مشغول ہو گئے اور حدیث بیان نہیں کی۔ زھد' تقویٰ' ورع اور عبادت میں یگانہ روزگار ہو گئے' ان کی عبادت' زھد احکام اسلامی کی پابندی ان پر سختی سے عمل اور ان کے ورع کے کئی کبار ائمہ ثناخواں ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کھانا کس چیز کے ساتھ کھاتے ہیں تو فرمایا کہ میں عافیت کو یاد کر کے اس کو اپنا سالن بنالیتا ہوں۔ آپ نے ۷۷ برس عمر پائی اور ۲۲۷ھ میں فوت ہوئے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

احمد بن ماھان کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ورع کے بابت ایک مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا۔ استغفر اللہ' مجھ کو ورع کے بارے میں بات کرنا زیب نہیں دیتا جبکہ میں بغداد کا اناج کھاتا ہوں اگر بشر بن الحارث ہوتے تو وہ اس قابل تھے کہ تم کو جواب دیتے۔ وہ بغداد اور عراق کے دیہاتوں کا اناج نہیں کھایا کرتے۔ حسن بن محمد بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر بشر کی استغفار کی امید ہم کو نہ ہوتی تو ہم بالکل بیکار ہوتے۔

حسن بن لیث رازی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کو کہا گیا کہ بشر بن الحارث آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں تو فرمایا کہ شیخ کو تکلیف مت دو ہم ان کے پاس جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ ابوبکر المروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ کو بشر بن الحارث کا ذکر کرتے ہوئے سنا کہ انمیں ایک انس ومحبت ہے۔ حالانکہ میں نے کبھی ان سے بات نہیں کی۔

عبدالفتاحؒ کہتے ہیں کہ امام احمد صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے اور ان کا دیدار اور مجلس کی

خوشبو سونگھنے پر اکتفا کیا کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ بشر نے جو راستہ اختیار کیا اس پر حاوی ہو گئے اس لئے کہ وہ تنہا تھے اور عیالدار نہ تھے' عیالدار شخص تنہا کی طرح نہیں ہو سکتا اگر میری یہ حالت ہوتی تو میں ہرگز پرواہ نہ کرتا کہ میں کیا کھا رہا ہوں' اگر لوگ شادی کرنا چھوڑ دیں تو کون دشمن کا دفاع کرے گا' بچے کا باپ کے سامنے رونا اور باپ کو فکرمند کرنا اور باپ سے روٹی طلب کرنا' یہ اس کام سے بہتر ہے۔ اس کے ساتھ تنہا زندگی گذارنے والا عابد کہاں مل سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو جب ان کے موت کی خبر ہوئی تو فرمایا اللہ ان پر رحم فرمائے خود تو فوت ہو گئے مگر دنیا میں سوائے عامر بن قیس کے اپنا کوئی نظیر نہیں چھوڑا اگر یہ شادی کر لیتے تو ان معاملہ مکمل ہو جاتا اور اپنے بعد اپنا مثل چھوڑ کر نہ جاتے۔ محمد بن مثنیٰ کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل کو کہا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کس شخص کے بارے میں' میں نے کہا کہ بشر کے بارے میں۔ فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص نے زمین میں نیزہ گاڑھ لیا ہو اور پھر اس کی نوک پر بیٹھ گیا ہو' تو کیا اس نے کسی دوسرے کے بیٹھنے کے لئے جگہ چھوڑی ہے۔

زھیر ابن ابی سلمی کا قول ان پر صادق آتا ہے کہ ان کے بعد ایک قوم نے ان کو پانے کی سعی کی۔ لیکن وہ نہ تو ان کو پا سکے اور نہ ہی ان کے قریب پہنچ سکے اور نہ واپس اپنی جگہ پر آ سکے۔

عبدالفتاح کہتے ہیں کہ ان کے شاگرد ابراھیم الحربی ان کو امام احمد بن حنبل کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے اور ان کی تعریف میں فرماتے کہ بغداد نے ان سے زیادہ کامل عقل اور زبان کی حفاظت کرنے والا شخص پیدا نہیں کیا۔ ان سے کبھی کسی مسلمان کی غیبت نہیں سنی گئی۔ گویا کہ اس کے ہر بال میں عقل ہے اگر ان کی عقل کو اھل بغداد پر تقسیم کر دیا جاتا تو تمام اھل بغداد عقل مند ہو جاتے اور ان کی عقل میں کوئی کمی نہ آتی۔ لوگ ان کی ایڑی کی نشانی کو پچاس سال تک روندتے رہے۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ بشر بن الحارث اپنے ہم عصروں سے ورع اور زھد میں فائق تھے اور وفور عقل' اقسام فضل' حسن طریقت' استقامت مذھب اور نفس سے بے رغبتی میں

منفرد تھے۔ آپ بہت احادیث کو جاننے والے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو روایت کے لئے کھڑا نہیں کیا' بلکہ ان سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے وہ بر سبیل مذاکرہ ہے۔

حافظ دار قطنی کہتے ہیں کہ بشر بن الحارث زھد کے پہاڑ تھے صحیح حدیث ہی کی روایت کیا کرتے تھے اور بعض مرتبہ جس سے روایت کرتے اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیا کرتے تھے۔

خطیب بغدادی اور حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ جب بشر بن الحارث کا انتقال ہوا۔ تو اھل بغداد چھوٹے بڑے تمام ان کے جنازہ میں جمع ہو گئے۔ ان کی میت صبح کی نماز کے بعد نکالی گئی اور بمشکل عشاء کے بعد قبر تک پہنچی۔ جبکہ دن بھی گرمیوں کے طویل دن تھے' یحیٰی بن عبدالحمید الحمانی کہتے ہیں کہ میں نے ابونصر التمار اور علی بن المدینی کو بشر کے جنازے میں دیکھا کہ وہ جنازے میں چلاّ چلاّ کر کہہ رہے ہیں اللہ کی قسم آخرت کے شرف سے پہلے دنیا کا شرف ہے۔ ذھبی کہتے ہیں ان کا جنازہ بہت بڑا تھا۔ صبح جنازہ نکالا گیا رش کی وجہ سے رات تک قبر تک نہ پہنچا سکے۔

میں نے ان کے احوال کو طول اس لئے دیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صوفی اور درویش ایک ناکارہ قسم کی مخلوق ہوتی ہے' میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بہت عقلمند' علماء اور صلحا ہوتے ہیں۔

وہ مرجع خلائق تھے:

(۲۹۵) ان مجردین میں امام مجتہد' الحجہ' مفسر' محدث' فقیہ' اصولی' مناظر' قاری' مؤرخ' لغوی' نحوی' عروضی' ادیب' راوی' شاعر' محقق' مدقق' جامع العلوم والمفاخر' صاحب تصانیف' مجتھد مطلق' امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری ہیں۔ جن کی شہرت آفاق تک پہنچی اور ان کا نام علی الاطلاق علَم المفرد پڑ گیا تھا۔

خطیب البغدادی اور علامہ یاقوت الحموی نے ان کی عدیم النظیر سوانح لکھی ہے' میں ان کے احوال کے کچھ جملے ان حضرات رحمھم اللہ سے نقل کرتا ہوں۔

امام طبری طبرستان کے آمل شہر میں ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے' سات سال کی عمر میں قرآن

حفظ کیا۔ کتابت حدیث نو سال کی عمر میں شروع کی۔

امام یافع کی طرف سے انہوں نے طلب علم کا سفر بارہ سال کی عمر ۲۳۶ھ میں کیا جب والد نے ان کو سفر کی اجازت دی تھی۔ امام احمد بن حنبل کی وفات کے بعد ۲۶۱ھ میں آئے۔ امام احمد سے ان کی ملاقات نہ ہو سکی' علماء کی ملاقات اور تحصیل علم کے لئے انہوں نے اقالیم اسلام کا طواف کیا۔ آپ نے خراسان' عراق' شام اور مصر کے چکر لگائے پھر بغداد کو وطن بنالیا اور وفات تک وہاں ہی قیام فرمایا۔ وہ منصب امامت پر آغاز جوانی میں فائز ہو گئے تھے۔ پھر اس میں یکتا روزگار امام بن گئے۔ زمانہ گذرنے کے باوجود بھی مرجع خلائق ہیں۔

حافظ ابوبکر الخطیب نے کہا ہے کہ وہ ائمہ علماء میں سے ایک تھے۔ ان کے قول پر فیصلہ کیا جاتا تھا اور ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا تھا بوجہ ان کی معرفت اور فضل کے' انہوں نے ایسا علم جمع کیا تھا' جس میں ان کا کوئی ہم عصر شریک نہ تھا وہ کتاب اللہ کے حافظ اور قرأتوں کے عارف' احکام کے فقیہ اور معانی کی بصیرت رکھنے والے تھے' صحابہ و تابعین اور بعد میں آنے والوں کے آثار کی معرفت رکھنے والے تھے حرام و حلال میں اور لوگوں کے احوال و اخبار کے عارف تھے۔

ان کی مشہور تفسیر ''جامع البیان عن وجوہ ایِ القرآن'' ہے اس جیسی تفسیر نہیں لکھی گئی ہے' تاریخ میں ان کی مشہور کتاب ''تاریخ الرسل والانبیاء والملوک والامم'' ہے اور ''تہذیب الآثار وتفصیل الثابت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاخبار'' ہے میں نے اس باب میں اس کے علاوہ کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ لیکن وہ اس کو مکمل نہ کر سکے۔ اصول فقہ اور فروع میں ان کی بہت سی کتب ہیں۔ فقہاء کے مختار اقوال میں بھی ان کی کتب ہیں' کچھ مسائل میں ان کا تفرد ہے جو میں نے ان سے حفظ کئے ہیں۔

امام ابوحامد احمد بن محمد الاسفرائینی الفقیہ نے کہا ہے کہ تفسیر ابن جریر کے حصول کے لئے اگر کسی کو چین کا سفر کرنا پڑ جائے تو یہ زیادہ نہیں ہے۔ امام ابوبکر بن حزیمہ نے کہا ہے کہ میں نے اس کے اول آخر کو دیکھا ہے' روئے زمین پر مجھ کو ابن جریر سے بڑا کوئی عالم نظر نہیں آیا۔

خطیب کہتے ہیں کہ میں نے سمسمی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابن جریر چالیس سال تک

روزانہ چالیس ورقے لکھا کرتے تھے۔ ان کے شاگرد ابو محمد عبداللہ بن احمد بن جعفر الفرغانی نے اپنی کتاب ''الصلۃ'' میں کہا ہے (یہ امام ابن جریر کی تاریخ کو ملانے والی کتاب ہے) کہ ان کے شاگردوں نے ان کی زندگی کے تمام دنوں کا حساب لگایا بلوغ سے وفات تک وہ ۸۶ سال کے تھے۔ پھر ان کی زندگی کے ایام پر ان کی مصنفات کے اوراق پر تقسیم کئے۔ تو ہر دن پر چودہ ورق تقسیم ہوئے۔ یہ کسی انسان کے بس میں خالق حقیقی کی عنایت کے بغیر ممکن نہیں۔

ان کے شاگرد ابوبکر بن کامل' احمد بن کامل الشجری القاضی' ابن جریر کے ساتھی نے کہا مجھکو ابو جعفر نے کہا کہ میں نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور لوگوں کو میں نے آٹھ سال کی عمر میں نماز پڑھائی اور نو سال کی عمر میں' میں نے کتابت حدیث شروع کی' میرے والد نے خواب میں دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ میرے پاس ایک تھیلا ہے اس میں پتھر بھرے ہوئے ہیں وہ پتھر میں ان کے سامنے پھینک رہا ہوں' معبر نے میرے والد کو کہا کہ اگر یہ بڑا ہو گیا تو دین کی نصیحت کرے گا اور شریعت سے غلط باتوں کو دور کرے گا تو میرے والد نے تحصیل علم میں میری اعانت کی میں اس وقت بہت چھوٹا تھا۔

ہم محمد بن حمید الرازی کے ہاں بیٹھ کر لکھا کرتے تھے اور یہ رات میں کئی مرتبہ ہم کو دیکھنے کے لئے نکلا کرتے تھے اور جو کچھ ہم لکھتے اس کے بارے میں پوچھا کرتے تھے اور لکھے ہوئے کو ہم سے سنتے اور ہم احمد بن حماد الدولابی کے پاس جایا کرتے تھے وہ ریّ کی ایک بستی میں رہتے تھے ان کی بستی اور ریّ کے درمیان ایک دشت تھا اور ہم دیوانوں کی طرح اس میں بھاگتے تا کہ ہم ابن حمید کی مجلس میں پہنچ جائیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ابن حمید سے ایک لاکھ سے زائد احادیث لکھیں۔

ایک سفر میں وہ کوفہ گئے اور کئی محدثین سے انہوں نے کتابت حدیث کی۔ ان میں ابو کریب محمد بن العلاء ھمدانی ہیں۔ جو بہت سخت مزاج تھے اور کبار محدثین میں سے تھے۔

ابو جعفر کہتے ہیں کہ میں کچھ اصحاب حدیث کے ساتھ ان کے گھر کے دروازے پر گیا تو انہوں نے دروازے کے اوپر طاقچہ سے ہم کو دیکھا۔ اصحاب حدیث ان کے گھر میں داخل ہونا چاہتے تھے اور شور کر رہے تھے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ مجھ سے لکھا ہوا تم میں سے کسی کو یاد ہے تو

ہمارے ساتھی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے' پھر انہوں نے میری طرف دیکھا کہ تجھ کو ان کا کچھ لکھا ہوا یاد ہے' میں نے کہا ہاں! انہوں نے کہا ان کو یاد ہے اس سے پوچھیں۔ میں نے بتایا کہ فلاں دن انہوں نے یہ حدیث بیان کی اور فلاں دن یہ بیان کی تھی۔

فرمایا کہ ابو کریب ایک مسئلہ میں غور و خوض کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مسئلہ ان کے جی میں ان کو بہت گراں لگا' پھر ان کو کہا کہ اندر میرے پاس آجاؤ' یہ اندر گئے وہ ان کی قدر و منزلت کو باوجود ان کی صغرسنی کے جانتے تھے' ان کو انہوں نے اپنی احادیث کے ذخیرہ کی سہولت مہیا کی تو دوسرے لوگوں کو بھی سماع کا موقعہ مل گیا' کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ابو کریب سے ایک لاکھ احادیث کی سماعت کی' پھر مدینۃ الاسلام بغداد کی طرف واپس آئے۔ وہاں انہوں نے احادیث لکھیں اور ایک مدت تک وہاں مقیم رہے' فقہ حاصل کی اور علوم قرآن پڑھے۔ امام ثعلب سے اشعار کی روایت کی۔ ابو عمر محمد بن عبدالواحد الزاھد کہتے ہیں کہ میں نے ثعلب کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو جعفر طبری نے میرے پاس شعراء کے شعر۔ میرے ہاں لوگوں کے ہجوم لگنے سے بہت طویل زمانہ پہلے پڑھے تھے۔

پھر آپ بغداد چھوڑ کر مصر کے لئے نکل گئے۔ اسی دوران سفر میں آپ نے شام حمص اور سرحدات کے مشائخ سے کتابت حدیث کی' پھر آپ ۲۵۳ھ میں فسطاط گئے وہاں جو شیوخ اور اھل علم تھے ان سے کثرت کے ساتھ کتابت حدیث کی امام شافعی' امام مالک اور ابن وھب کے علوم میں۔ پھر آپ شام واپس آگئے اور ۲۵۶ھ میں واپس مصر لوٹ گئے۔

آپ دنیا اور اھل دنیا سے کنارہ کش تھے اور اپنے آپ کو ان چیزوں کے تقاضوں سے بہت بلند و بالا رکھتے تھے اور آپ اس قاری کی طرح تھے جو قرآن کے علاوہ کسی چیز کو نہ جانتا ہو اور اس محدث کی طرح تھے جو سوائے حدیث کے کسی چیز کو نہ جانتا ہو اور اس حاسب کی طرح تھے جو حساب کے علاوہ کسی چیز کو نہ جانتا ہو' آپ عالم بالعبادات اور جامع العلوم تھے۔ آپ جب ان کی اور دوسروں کی کتابوں کو دیکھیں گے تو آپ ان کی کتابوں کی دوسری کتابوں پر ایک گونہ فضیلت پائیں گے۔

ابو جعفر ظاہر میں بہت عقلمند اور ہوشیار تھے۔ باطن میں بہت صاف ستھرے تھے۔ ہم

مجلسوں کے ساتھ حسن معاشرت کرنے والے تھے' اپنے اصحاب کی خبر گیری رکھنے والے تھے اور تمام احوال میں نہایت ہی مہذب تھے' کھانے پینے اور لباس میں اور اپنے احوال نفس کی خاصیتوں میں اچھے ادب والے تھے' اپنے بھائی بندوں کے ساتھ کشادہ روی والے تھے اور بعض مرتبہ ان کے ساتھ اچھے کھیل کود میں بھی شریک ہوا کرتے تھے' کبھی ان کے سامنے اچھے لطیفے لائے جاتے تو وہ ان کو اس قسم کے معانی میں جاری کرتے جو ان کو مسائل اور فقہ سے خارج نہ کرتے تھے' گویہ کہ وہ اس میں بھی بچوں کے سچے اور اچھے علم والے تھے۔

جب کبھی ان کو دعوت ولیمہ کے لئے بلایا جاتا تو وہ اس میں تشریف لے جاتے' اس دن ان کی وجہ سے وہاں لوگ حاضر ہوتے۔ ان کی تشریف آوری کی وجہ سے وہ دن شرف والا دن ہوتا' اپنے بعض احباب کے ساتھ صحراء میں تشریف لے جاتے اور وہاں کھانا تناول فرماتے' مجلس کے بعد جب وہ اپنے گھر داخل ہوتے تو بوجہ تصانیف میں مشغولیت کے اس انتہائی اہم کام میں مداخلت کی وجہ سے کسی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوا کرتی تھی۔

ابوبکر بن کامل نے کہا کہ ابوجعفر ہر علم سے بھرپور تھے' وہ اخلاق جو اہل علم کے شایان نہ ہوتے وہ ان سے دور رہنے والے تھے' وہ ان اخلاق کو پسند نہ کرتے تھے جو برے ہوتے اگرچہ وہ مر جاتے' تمام احوال میں سچائی کو پسند فرماتے' ابوجعفر کہا کرتے تھے کہ میں نے کبھی بھی حرام یا حلال میں مبتلا ہونے کے لئے اپنی سروال نہیں کھولی۔

استاد محمد کرد علی نے کہا کہ ان سے یہ بات بھی منقول نہیں کہ انہوں نے کبھی اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع کیا ہو سوائے افادہ یا استفادہ کے' معافی بن زکریا نے بعض ثقات سے نقل کیا ہے کہ وہ ابوجعفر طبری رحمہ اللہ کے پاس ان کی موت سے تھوڑی دیر قبل موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ فوت ہو گئے تو ان کے سامنے جعفر بن محمد سے ایک دعاء کا ذکر کیا گیا' تو انہوں نے کاغذ اور دوات منگوا کر اس کو لکھ لیا ان کو کہا گیا کہ کیا اس حالت میں بھی تو فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ وہ علم کے اقتباس کو مرتے دم تک نہ چھوڑے۔

۲۰ شوال ۳۱۰ھ میں وہ ۸۶ برس کی عمر پا کر فوت ہوئے نہ تو ان کے گرد کوئی بیوی تھی۔ انہوں نے اپنے پیچھے علم اور تالیفات کا ایک وسیع ذخیرہ چھوڑا۔ اس دنیا کے ہوتے ہوئے نہ تو

وہ بھلایا جا سکتا ہے اور نہ اس سے جہالت برتی جا سکتی ہے' ان کی یہ تالیفات نادرہ ان کی نیک اور صالح اولاد کی طرح ہیں جن کی نیکی کی وجہ سے والدین خیر کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں' بلکہ نسل اور اولاد سے زیادہ یہ ان کی یاد دہانی کرواتے رہتے ہیں۔

ان کے احوال طویل اس لئے ہوئے کہ صاحب احوال کے محاسن اور اوصاف جن سے وہ متصف تھے بہت زیادہ ہیں ''ابوالطیب'' نے کہا کہ میری ثناء صاحب ثناء کی طرح طویل ہو گئی' پست قد کی ثنا بھی پست ہوتی ہے۔

فراغت علم کے لیے عجوبہ:

(۲۹۶) ان مجردین علماء میں امام ابوبکر محمد بن القاسم بن محمد الانباری' نحوی' مفسر' ادیب' راوی' حافظ' مجرد الحفظ' البغدادی (ولادت ۲۷۱ھ وفات ۳۲۸ھ) ہیں۔ یہ امام اپنی پوری زندگی میں اچھے کھانوں سے پرہیز میں رہے ہیں حالانکہ بادشاہوں کے دسترخوان ان کے سامنے پیش کئے جاتے رہے' لیکن یہ اپنی پرہیز پر قائم رہے اور عورتوں کی قربت سے بچتے رہے جبکہ ان کے گھر اور ان کے کمرے میں حلال اور خوبصورت عورت داخل ہوتی علم کے لئے فراغت پر قائم رہنے کے لئے یہ ایک عجوبہ تھے۔ حفظ علم مجرد زندگی اور زھد میں سوائے تمیں تصانیف کے ان کی ان کے بعد کوئی اولاد اور نسل نہ تھی' ان کے اوراق پچاس ہزار سے زائد ہیں' اللہ کے لئے ان کا خیر کثیر ہو' علم ان کے دل پر کتنا گراں تھا۔

وہ نحو اور ادب میں سب سے بڑے عالم تھے اور یہ علوم ان کو سب سے زیادہ یاد تھے۔ اپنے زمانہ کے ائمہ کے جم غفیر سے انہوں سے سماع کیا اور اسی کثرت کی وجہ سے ان سے بھی سماع کیا گیا' یہ سچے فاضل دیندار اور بہت بھلائیوں والے اہل سنت تھے انہوں نے بہت سی کتب علوم القرآن' غریب الحدیث' مشکل الحدیث' وقف اور ابتداء میں تصنیف کیں۔

اور جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کو تین لاکھ سے زیادہ اشعار یاد تھے' قرآن کریم کے علوم پر یہ اس سے استشھاد کیا کرتے تھے' بغیر کتاب کے وہ اپنی یاد سے املاء کروایا کرتے تھے' ان سے جو کچھ بھی لکھا گیا اس میں ان کی عادت یہی تھی' ان کی مصنف اور ان کی امالی پر مشتمل ہوتی

تھیں لغوی، نحوی، تاریخی، تفسیری اور اشعاری فوائد پر۔

ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو ان کے اصحاب ان کی عیادت کے لئے گئے، انہوں نے ان کے والد کو دیکھا کہ وہ بہت ہی قلق اور پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں تو انہوں نے ان کو تسلی دی، ابوبکر کی عافیت کے بارے میں انہوں نے کہا کہ میں قلق اور پریشانی کا اظہار کیوں نہ کروں، کہ یہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ سب کچھ اس نے حفظ کیا ہے اور ایک حیری مقام کے بنے ہوئے مٹکے کی طرف اشارہ کیا جو کتب سے بھرا پڑا تھا۔

وہ لغت، نحو، شعر اور تفسیر قرآن کے بہت بڑے حافظ تھے، بیان کیا گیا ہے کہ ان کو ایک سو بیس تفاسیر اسناد کے ساتھ یاد تھیں، ان کے شاگرد ابوالعباس بن یونس نے کہا کہ ابوبکر بن الانباری حفظ کے معاملہ میں اللہ کی نشانی تھے، ان کے شاگرد مشہور ادیب ابوعلی القالی کہتے ہیں کہ ابوبکر بن الانباری کو تین لاکھ ایسے اشعار یاد تھے جن کے شواھد قرآن کریم میں موجود تھے۔ وہ بہت ثقہ، دیندار اور سچے تھے۔ محمد بن اسحاق الندیم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ اپنے والد سے افضل اور زیادہ عالم تھے۔ انتہائی ذکی، فطین، اچھی طبیعت والے سریع الحفظ تھے، اس کے ساتھ ہی وہ نیک اور صلحاء میں سے تھے۔ ان سے لغزش نہیں ہوتی تھی، حاضر جوابی اور بداہت میں ضرب المثل تھے۔

ابوالحسن العروضی نے بیان کیا ہے کہ ابن الانباری عباسی خلیفہ احمد بن المقتدر راضی باللہ کے ہاں آیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک لونڈی نے ابن الانباری سے ایک خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت تو مجھے بیت الخلاء جانے کی شدید حاجت ہے، اس وقت وہ چلے گئے، اور اس سے اگلے دن وہ تعبیر الرؤیا کے عالم بن گئے کیونکہ اس دن جب وہ گئے تو انہوں نے کرمانی کی تعبیر الرؤیا کا مطالعہ کیا اور پھر واپس آ گئے۔

حمزہ بن محمد الدقاق کہتے ہیں کہ ان کے بے مثل حافظ ہونے کے باوجود وہ نہایت ہی متواضع اور زاھد تھے۔ ابوالحسن الدارقطنی نے ذکر کیا کہ میں جمعہ کے دن ان کی مجلس املاء میں حاضر ہوا۔ اسناد حدیث میں ایک نام حبّان تھا انہوں نے کہا کہ حیّان پھر کہا حیّان اور پھر فرمایا حبان۔

ابوالحسن کہتے ہیں کہ ان جیسے جلالت شان اور عظمت والے سے ایسا وھم ہو جانا مجھ پر

بہت گراں گذرا، میں نے خیال کیا کہ میں اس میں اس کی موافقت کروں، جب املاء ختم ہو گئی تو میں املاء کروانے والے کے پاس گیا اور اس وھم کا تذکرہ کر دیا اور جو صحیح تھا وہ ان کو بتا دیا، پھر چلا گیا، جب ہم اگلے جمعہ مجلس املاء میں آئے تو ابوبکر نے املاء کروانے والے کو کہا کہ حاضرین کو بتا دو کہ گذشتہ جمعہ جب ہم املاء کروا رہے تھے تو اس میں جو فلاں نام ہم نے لکھوایا۔ اس نوجوان نے صحیح نام پر ہم کو متنبہ کیا۔ یہ نام اس طرح ہے اور اس نوجوان کو بھی بتا دو کہ پھر جب ہم نے اصل کی طرف مراجعت کی تو ہم نے اسی طرح پایا جس طرح اس نوجوان نے کہا تھا۔

ابوالحسن العروضی نے بیان کیا کہ میں اور ابن الانباری راضی باللہ کے ہاں کھانے پر جمع تھے۔ ابوبکر نے باورچی کو اپنے کھانے کے بارے میں بتا دیا تھا کہ وہ ان کے لئے اونٹ کا خشک گوشت بنائے، فرمایا کہ ہم نے کھانوں کے مختلف انواع واقسام تناول کئے اور وہ اسی خشک گوشت کے ساتھ لگے رہے۔ جب ہم فارغ ہو گئے تو عمدہ قسم کا حلوا لایا گیا، لیکن انہوں نے اس کو چکھا تک نہیں، پھر ہم تمام عمدہ قسم کے بہترین کپڑوں والے بستروں میں سونے کے لئے اٹھے۔ تو ابوبکر اس عمدہ کپڑے کے بستر پر نہیں بلکہ اس کے سامنے نیچے سو گئے اور ہم ان بستروں کے اوپر سو گئے اور عصر تک انہوں نے پانی بھی نہیں پیا۔

جب عصر کے بعد کا وقت ہوا تو انہوں نے غلام کو کہا کہ اپنا کام کرو۔ غلام مشک سے پانی لایا، انہوں نے برف کا ٹھنڈا پانی چھوڑ دیا، مجھ پر یہ معاملہ سخت گراں گذرا اور میں نے امیر المؤمنین کو زور سے آواز دی۔ انہوں نے مجھ کو اپنی مجلس میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور پوچھا ماجرا کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس شخص نے اپنے نفس کے لئے جو نظام مرتب کیا ہے اس میں حائل ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ اپنے نفس کے ساتھ حسن معاشرت نہیں کرتا۔ یہ اس کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ کہتے ہیں امیر المؤمنین ہنس پڑے اور کہا کہ اس میں ایک لذت ہے اب یہ اس کی عادت ہو چکی ہے اور اس کو اس کے ساتھ الفت ہو چکی ہے، اس کو تکلیف نہیں ہوتی۔

پھر میں نے ان کو کہا کہ ابوبکر تم یہ اپنا کیا حشر کر رہے ہو، انہوں نے کہا کہ میں اپنے حفظ اور اپنے آپ کو باقی رکھنا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ لوگ تمہارے پہلے حفظ کو بہت سمجھتے ہیں تم اور کیا حفظ کرنا چاہتے ہو، انہوں نے کہا کہ میں تیرہ صندوق اور حفظ کرنا چاہتا ہوں، محمد بن جعفر التمیمی النحوی کہتے ہیں کہ یہ مقدار ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی نے حفظ نہیں کی۔

وہ کھجوریں اٹھا کر سونگھتے۔ پھر کہتے کہ تم بہت اچھی چیز ہو لیکن تم سے بھی زیادہ پاکیزہ اور

اچھا اس علم کا حفظ کرنا ہے جو اللہ نے مجھ کو عطاء کیا۔ جب مرض الموت میں بیمار ہوئے۔ تو جس چیز کو دل نے چاہا وہ انہوں نے کھائی اور کہا کہ یہ بھی مرض الموت ہی ہے۔

ایک دن غلام اور لونڈیاں فروخت کرنے والے دلال کے پاس گئے۔ ایک لونڈی دیکھی جو خوبصورت اور تمام صفات سے متصف تھی۔ کہتے ہیں وہ میرے دل میں بیٹھ گئی۔ میں وہاں سے سیدھا امیر المؤمنین راضی باللہ کے گھر چلا گیا انہوں نے مجھ کو کہا کہ اس وقت تم کہاں سے آ گئے ہو۔ میں نے ان کو یہ بات بتائی انہوں نے غلام کو حکم دیا وہ گیا اور لونڈی خرید کر لے آیا اور میرے گھر چھوڑ دی۔ جب میں گھر واپس آیا تو لونڈی کو وہاں موجود پایا۔ یہ معاملہ کیسے ہوا مجھ کو اس کا علم ہو گیا۔

میں نے اس کو کہا کہ استبراء رحم تک اوپر والی منزل پر رہو' استبراء ایک حیض سے ہو جاتا ہے اور میں اس مسئلہ کی تلاش جو مجھ پر مشتبہ ہو گیا تھا۔ کے لئے بیٹھ گیا لیکن میرا دل علم کی طرف بالکل نہ لگا۔ تو میں نے خادم کو کہا کہ اس کو پھر دلال کے پاس لے جاؤ۔ اس کی اتنی وقعت نہیں کہ میں اپنے علم سے اپنا دل اس کی وجہ سے اچاٹ کروں' غلام اس کو پھر دلال کے پاس لے جانے لگا۔ تو اس نے غلام کو کہا کہ ذرا مجھ کو چھوڑ کہ میں اس کے ساتھ دو باتیں تو کر لوں۔ اس نے مجھ کو کہا کہ آپ صاحب حیثیت اور صاحب عقل شخص ہیں۔ اب جبکہ آپ مجھ کو نکال رہے ہیں اور کوئی گناہ بھی نہیں بتلا رہے تو لوگ میرے بارے میں برا گمان کریں گے۔ مجھ کو نکالنے سے پہلے میرا عیب بتلا دو' میں نے کہا کہ آپ میں کوئی عیب نہیں صرف یہ کہ آپ کی وجہ سے میری توجہ علم سے ہٹ گئی ہے' اس نے کہا یہ آسان بات ہے۔

امیر المؤمنین راضی باللہ کو جب اس بات کا علم ہو گیا' تو فرمایا کہ اس شخص کے علاوہ کسی شخص کے سینے میں علم کی حلاوت کا ہونا مناسب نہیں' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

میں علم نحو میں ابو علی کا بچہ ہوں:

(۲۹۷) ان مجردین میں سے ایک اپنے زمانہ کے عربیت کے امام ابو علی الفارسی حسن بن احمد (ولادت ۲۸۸ھ وفات ۳۷۷ھ) رحمہ اللہ' ہیں۔

آپ کی ولادت ملک فارس کے شہر "فسا" میں ہوئی اس نسبت کی وجہ سے آپ کو فارسی اور فسوی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے علم طلب کیا پھر ۳۰۷ھ میں بغداد چلے گئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔

پھر وہ مختلف شہروں میں گئے۔ ملک شام میں داخل ہوئے۔ حلب' طرابلس اور معرۃ النعمان گئے۔ ۳۴۱ھ میں امیر سیف الدولہ بن حمدان کے پاس تقریباً سات سال رہے۔ مشہور شاعر ابو الطیب متنبی اور ان کے درمیان کئی سال مجالس منعقد ہوئے۔ ابن خالویہ کے ساتھ حلب میں خصومت کی وجہ سے یہ آزمائش میں بھی مبتلا ہوئے یہ عالم سیف الدولہ کے خواص اور قریبی لوگوں میں سے تھے۔ تو ابو علی کا وہاں رہنا ان کو گوارہ نہ تھا۔

ابو علی نے حلب شہر چھوڑ دیا اور واپس فارس آ گئے ۳۴۸ھ میں یہ شیراز شہر میں وارد ہوئے۔ وہاں بیس سال رہے اور بادشاہ عضد الدولہ کے پاس آتے جاتے رہے۔ ان کے ہاں انہوں نے بڑا مقام پایا' ان کو علم نحو پڑھائی' عضد الدولہ بادشاہ کہا کرتا تھا کہ میں علم نحو میں ابو علی کا بچہ ہوں' ابو علی نے ان کے لئے کتاب "الایضاح" تصنیف کی اور کتاب "التکملہ" جب عضد الدولہ نے بغداد پر کنٹرول حاصل کیا تو ابو علی پھر بغداد آ گئے اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔

امام ابو علی اپنے سفروں میں اور ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے وقت علماء کی مجالس میں جاتے اور طلبہ کے ساتھ حاضر ہوتے۔ اور گہرے اور مشکل سوالات کا جواب دیتے جو ان کی طرف متوجہ کئے جاتے۔ ان سوالات اور دوسرے مسائل پر انہوں نے بہت کتابیں تصنیف کیں۔ حلب' شیراز' بغداد' بصرہ وغیرہ میں کبار علماء سے سوالات پوچھے گئے تو انہوں نے سائلین کے جواب کے لئے کتابیں تصنیف کیں' جس شہر میں کتاب تصنیف کی اسی شہر کی طرف نسبت کی' جیسے "البغدادیات" "البصریات" "الحلبیات" "الشیرازیات" وغیرہ۔

اللہ نے ابو علی کی عمر میں برکت فرمائی تھی آپ تقریباً ۹۰ برس زندہ رہے اور اہل علم کی خدمت کرتے رہے علم القرآن اور علوم العربیہ میں انہوں نے اپنی نوع کی منفرد کتابیں تصنیف کیں' شادی نہیں کی اور اپنے پیچھے کسی کو نہیں چھوڑا۔ ان کی اولاد اور نسل وہ کتابیں تھیں جو ان کے بعد آج تک باقی ہیں یہ تقریباً ۲۵ کتابیں ہیں۔

امام ابن جنی امام ابو علی الفارسی کے خاص تلامذہ میں سے تھے اور ان کے ساتھ انتہائی عقیدت اور محبت رکھتے تھے' انہوں نے اپنی کتاب میں خوب جی بھر کر ان کی تعریف کی' ان کے علوم اور معارف کے اقتباسات نقل کئے اور اتنے نقل کئے کہ قریب تھا کہ انکے علم کا احاطہ کر لیتے' انہوں نے ان کی مجرد زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تعلیم و تالیف کی وجہ سے قواعد کی تاصیل و تاسیس کی وجہ سے وہ بیوی بچوں سے خالی رہے۔

معمولی حصہ جس کا حصول ممکن ہو سکے وہ دستبردار نہیں ہوتے۔ پس علم ان کے لئے بمنزلہ دوا و غذا دونوں کے ہے۔

(۲۸۶) شادی کو اس کے تمام خیر و فضل کے باوجود وہ حضرات اس کو اس شریف مقصد کے حصول میں رکاوٹ سمجھتے ہیں اور اس کو وہ گلے کا طوق اور ہاتھ کی ہتھکڑی سمجھتے تھے۔ جوان کے لئے سد راہ بن رہا تھا علم کے لئے پھلانگنے سے اور مقصد عزیز کے حصول سے' اس لئے انہوں نے اپنے حظ نفس کو جو کہ فی الجملہ انہی کے ساتھ خاص تھا کو اس چیز پر ترجیح دی جس کا نفع اہم تھا اور یہ کام انہوں نے محض اپنے اجتہاد سے زیادہ غنیمت والی چیز پر کیا اور انہوں نے اللہ کی زیادہ رضامندی والا راستہ اختیار کیا۔

شادی متابعت علم میں ایک رکاوٹ ہے:

(۲۸۷) ہم میں سے کوئی شخص بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ تعلقات کی کثرت انسان کو علم کی مشغولیت اور علم کی تحصیل سے نکال دیتی ہے' زواج اور زوجہ قوی ترین مشاغل ہیں اگرچہ ہم اس کا اقرار نہ بھی کریں۔ بہت سارے لوگوں کی نظر میں یہ قاطع عن العلم ہے یہاں تک کہ بشر حافی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ایک مشہور کلمہ کہا ہے کہ ''علم عورتوں کی رانوں میں ضائع ہو گیا ہے'' اور یہ مقولہ ان الفاظ کے ساتھ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ''علم عورتوں کی رانوں میں ذبح کیا گیا ہے'' یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ بہت سارے اہل علم کو شادی اور شادی کے متعلقات اور اولاد کی ضروریات کی ذمہ داری نے متابعت علم سے روک دیا تو اس توقف کی وجہ سے ان کا علم کمزور ہو گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شادی معنوی اور مادی ذمہ داریوں کی وجہ سے بہت بھاری بوجھ ہوتا ہے اور ان ذمہ داریوں کی وجہ سے یہ بہت سارا وقت علم کا لے لیتا ہے اور کبھی تو علم کے اوقات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی نذر ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہر صاحب علم شادی شدہ کو یہ بات معلوم ہے کہ وہ علم کی جستجو چاہتا ہے لیکن شادی کی وجہ سے وہ علم کی متابعت سے محروم رہتا ہے۔

''آٹھواں باب''

''مال کثیر اور مملوکات کو تحصیل علم اور ملاقات شیوخ کے لئے خرچ کرنے کے بیان میں''

ان کے میزان میں علم مال پر راجح تھا

(۲۹۸) اس باب کو شدائد پر صبر اور مشقتوں کو برداشت کرنے کا باب سمجھنا چاہیے جب کہ ہم کو معلوم ہے کہ انسان فطرتی طور پر مال سے محبت رکھتا ہے اور ضرورتوں کو رفع کرنے کی وجہ سے انسان اس کے ساتھ متعلق رہتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو انسان کے طبیعت کے خالق ہیں فرماتے ہیں۔ "انه لحب الخير لشديد" کہ انسان کو مال کی سخت محبت ہے۔ تو اپنے آپ کو مال سے خالی کرنا' سخاوت اور کرم سے اس کو خرچ کرنا' جبکہ نفس مال کے حاصل کرنے اور جمع کرنے میں مشقت اٹھاتا ہے تو اکثر لوگوں کو مال خرچ کرنا دشوار ہوتا ہے اور اس سے زیادہ مشقت مشکل راستوں پر اپنے پاؤں سے چل کر جانا ہے اور کئی کئی اوقات بھوک پر صبر کرنا اور طویل زمانہ تک جاگتے رہنا اس پر مستزاد ہے۔

مال کی محبت میں کتنی ارواح پرواز کر چکی ہیں اور کتنے آباء واجداد' بھائی اور محبین دور اور قریب کے رشتہ دار قتل کئے جا چکے ہیں۔ مال کی محبت' قرابت اور محبت پر سرکشی کر کے غالب آ گیا۔ انسان مال کو اپنے قریبی محبوب پر ترجیح دیتا ہے' بعید اور اجنبی کی بات تو دور کی رہی۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ مال کا فراق نفس کے لئے باعث مشقت ہوتا ہے اور مال کی محبت دل میں ہوتی ہے۔

خرچ اور سخاوت کے ساتھ مال سے دستبردار ہونا ہر ایک کے لئے آسان نہیں ہوتا اور ہر انسان میں اس کی استطاعت بھی نہیں ہوتی۔ کتنے ایسے انسان ہیں جن کو خیر کے امور میں مال خرچ کرنے سے خوشی حاصل ہوتی ہے' ابوالطیب کہتے ہیں۔ ہر شخص اچھا کام کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہر کرنے والا اس کا متمم ہوتا ہے۔

مال جیسا کہ کہا جاتا ہے روح کا ساتھی ہے' تو اس کا خرچ کرنا اس وجہ سے علماء کے حق میں شدائد کے زمرہ میں آتا ہے۔ اگرچہ جن علماء نے خرچ کیا انہوں نے اس کو بالکل ہلکا سمجھ کر خرچ کیا۔ جبکہ غنیمت میں ان کو علم حاصل ہوا اور یہ خرچ کرنا مال کی کراھیت کی وجہ سے اور زندگی میں نفع کی جگہ واقع ہونے سے جہالت کی بنیاد پر نہ تھا اور نہ یہ کہ مال کی محبت ان کے دل

میں نہ تھی بلکہ یہ مال کا خرچ ان کی نظر میں علم کے زیادہ قیمتی ہونے کی وجہ سے تھا۔ اور علم ان کی نظر میں زیادہ عزت والا تھا۔ ان کے میزان میں علم مکمل طور پر مال سے زیادہ راجح تھا۔

خزانوں کو کتابوں سے تعمیر کریں:

(۲۹۹) علماء کی زندگی کے اس گوشہ کے ذکر کرنے میں مالدار طلبہ کے لئے ایک بھرپور نمونہ ہے اور اس میں ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے جاذبیت کا عنصر ہے کہ اپنے نفس کو زیادہ علم کے ساتھ مزین کرنے کے لئے وہ سخاوت اور فیاضی سے مال خرچ کریں اور اپنے خزانوں کو کتابوں سے تعمیر کریں۔ اس لئے کہ نفس انسانی اچھی خبر سننے سے اچھا ہوتا ہے اور مرغوب و پسندیدہ خبر کے سننے سے نفس انسانی میں انبساط اور طرب پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ اس کا وقوع نابغہ روزگار فضلاء سے سنے جیسا کہ ہمارے علماء سلف رحمہم اللہ تھے۔

اور جس شخص پر مطلوب کی عظمت ظاہر ہو جائے وہ اس کے حصول کے لئے ہر مرغوب کو خرچ کرتا ہے۔ امام ابن ھشام النحوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے علم کے لئے تکلیف برداشت کی وہ اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جو حسیناؤں کو پیغام نکاح دیتا ہے وہ خرچ برداشت کرتا ہے۔

امام فقیہ ابن حزم الظاہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پاس موجودہ اشیاء میں علم کو سب سے زیادہ قدر و منزلت والا نہ سمجھے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس پر مٹی ڈال دی جائے۔

امام یحییٰ بن معین کا علم کے حصول پر خرچ:

(۳۰۰) قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''من اخلاق العلماء'' میں ذکر کیا ہے کہ امام یحییٰ بن معین کے والد معین' عبداللہ بن مالک کے منشی تھے پھر ''ری'' کے خراج پر مقرر کئے گئے۔ جب وہ فوت ہوئے تو اپنے بیٹے یحییٰ کے لئے ایک لاکھ پچاس ہزار درھم چھوڑ گئے۔ امام یحییٰ نے یہ تمام رقم تحصیل علم پر خرچ کی۔ یہاں تک کہ ان کے پاس پہننے کے لئے جوتا بھی باقی نہ رہا۔

امام ربیعۃ الرائی کا من گھڑت واقعہ:

قاضی محمد سلیمان نے اس کے بعد کہا کہ اس سے بڑی بات وہ ہے جو امام مالک کے شیخ ربیعۃ الرائی جلیل القدر تابعی کی والدہ نے کی۔ اس خاتون نے اپنے بیٹے کی تعلیم پر تیس ہزار دینار خرچ کئے۔ جو کہ ان کے شوہر آل منکدر کے مولیٰ فروخ نے ان کے پاس چھوڑے تھے اور خود جہاد کے لئے چلے گئے تھے۔ وہ تب واپس لوٹے تھے جب ان کے صاحبزادے میں مردانگی اور شیخیت مکمل ہو گئی تھی اور گویا کہ اس کی والدہ نے ان کے لئے یہ دونوں چیزیں قیمتا خریدی تھیں' اس کے والد کے مال سے جو وہ اس کی والدہ کے پاس چھوڑ کر گئے تھے۔ اس شخص نے بھی عورت کی اس کارکردگی کو قابل تعریف اور منافع بخش سمجھا۔

اس قصہ میں ایک عمدہ لطیفہ ہے جس کو خطیب نے ''تاریخ بغداد'' اور ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں ذکر کیا ہے کہ ربیعہ کے والد فروخ بنوامیہ کے دور میں خراسان کی فوج میں گئے اور ربیعہ اس وقت ماں کے پیٹ میں حمل سے تھے انہوں نے اپنی بیوی ام الربیعہ کے پاس تیس ہزار دینار چھوڑے' فروخ ستائیس سال کے بعد مدینہ منورہ واپس آئے۔ یہ گھوڑے پر سوار تھے اور نیزہ ان کے ہاتھ میں تھا' یہ گھوڑے سے اترے اور نیزے سے دروازے کو دھکیلا' ربیعہ اندر سے باہر نکلے اور کہا اے اللہ کے دشمن تو میرے گھر پر حملہ کرتا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں' پھر فروخ نے کہا اے اللہ کے دشمن تو میرے حرم اور گھر میں داخل ہوا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ یہاں تک کہ پڑوسی بھی جمع ہو گئے یہ خبر امام مالک اور دوسرے مشائخ کو بھی ہو گئی وہ بھی ربیعہ کی امداد کو آئے' جب وہ لوگ بھی پہنچے تو شور بپا ہو گیا اور ہر ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ بادشاہ کے دربار میں حاضر کئے بغیر تجھ کو نہ چھوڑوں گا' جب انہوں نے امام مالک کو دیکھا تو سب خاموش ہو گئے۔

امام مالک نے کہا شیخ آپ کو اس گھر کے علاوہ کسی گھر کی طلب ہے' انہوں نے کہا یہ میرا گھر ہے اور میں فروخ مولیٰ آل منکدر ہوں' عورت نے جب یہ بات سنی تو باہر نکل کر کہا کہ یہ میرے شوہر ہیں اور یہ ان کا بیٹا ہے۔ جب یہ جا رہے تھے تو میں حمل سے تھی۔ دونوں نے

معانقہ کیا اور تمام رونے لگ پڑے۔ فروخ اپنے گھر داخل ہوئے۔ پھر کہا کہ کیا یہ میرا بیٹا ہے۔ بیوی نے کہا ہاں! پھر اس سے کہا کہ میرے پاس تو یہ چار ہزار دینار ہیں میں تمہارے پاس جو مال چھوڑ کر گیا تھا وہ لاؤ۔ اس نے کہا کہ مال تو میں نے زمین میں دفن کیا ہے۔ اس کو چند دن بعد نکالوں گی۔

پھر ربیعہ نکل کر مسجد میں چلے گئے۔ امام مالک' حسن بن زید وغیرہ اشراف مدینہ ان کے حلقہ درس میں آئے۔ لوگوں نے چاروں طرف سے ربیعہ کو گھیر لیا۔ ان کی والدہ نے اپنے شوہر فروخ کو کہا کہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھ کر آؤ۔ جب انہوں نے وہاں ایک عظیم الشان حلقہ کو دیکھا تو یہ بھی اس حلقہ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ یہ حلقہ ان کے بیٹے ربیعہ کا تھا' ربیعہ نے سر جھکایا ہوا تھا اور اس کے والد نے اس کو نہیں دیکھا' اس نے لمبی ٹوپی پہنی ہوئی تھی جس کی وجہ سے والد کو شک رہا تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص کون ہے' ان کو کہا گیا کہ یہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمان ہیں۔

انہوں نے کہا بے شک اللہ نے میرے بیٹے کو بڑا مقام عنایت فرمایا ہے پھر گھر واپس آ کر بیوی کو کہا کہ میں نے تیرے بیٹے کو ایسی حالت میں دیکھا کہ جس حالت میں کسی دوسرے فقیہ اور عالم کو نہیں دیکھا۔ تو ربیعہ کی والدہ نے کہا کہ اب تم کو کیا چیز چاہئے تیس ہزار دینار یا یہ مقام و مرتبہ جس پر تمہارا بیٹا ہے' انہوں نے کہا یہی مقام و مرتبہ' اس نے کہا کہ میں نے مال اس پر خرچ کیا انہوں نے کہا اللہ کی قسم تم نے مال کو ضائع نہیں کیا۔

(۳۰۱) عبدالفتاح کہتے ہیں کہ جب میں نے پہلی مرتبہ یہ قصہ معلوم کیا تو مجھ کو بہت اچھا لگا پھر مجھ کو اس کی صحت پر شک ہونے لگا جب میں نے اس کی تحقیق کی تو کوئی واضح ثبوت نہ مل سکا' پھر میں نے مشہور ناقد حافظ ذھبی رحمہ اللہ کی کتاب ''تاریخ الاسلام وطبقات المشاهیر والاعلام'' میں دیکھا کہ انہوں نے ربیعۃ الرائی کی سوانح میں اس واقعہ کے وضع و کذب سے پردہ اٹھایا ہے۔

''المجالسہ'' کے مصنف احمد بن مروان الدینوری نے کہا کہ اس واقعہ میں کلام کیا گیا ہے۔ ہم کو یحییٰ بن ابی طالب نے بیان کیا کہ انکو عبدالوھاب بن عطاء نے کہا کہ مجھ کو مشائخ

مدینہ نے بیان کیا کہ ''فروخ ربیعہ کے والد لشکر میں خراسان گئے ......'' حافظ ذھبی نے پورا واقعہ نقل کرنے کے بعد کہا کہ عجیب حکایت ہے اور اس کے جھوٹ ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔

ایک وجہ یہ ہے کہ ربیعہ کا ستائیس سال کی عمر میں کوئی حلقہ نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت ربیعہ کا کوئی حلقہ ہی نہیں تھا' اس وقت تو شیوخ مدینہ' قاسم' سالم' سلیمان بن یسار وغیرہ فقہا سبعہ موجود تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ربیعہ ستائیس سال کے تھے تو امام مالک اس وقت دودھ پیتے بچے تھے۔ یا وہ پیدا ہی اس کے بعد ہوئے۔

تیسری وجہ یہ کہ لمبی ٹوپی کا رواج اس وقت لوگوں میں نہیں تھا۔ اس کا رواج منصور کے زمانہ میں ہوا۔ میرا خیال ہے کہ ربیعہ نے یہ ٹوپی نہیں پہنی ہوگی اور اگر پہنی بھی ہوگی تو آخری عمر میں جب ان کی عمر ستر برس کی ہوئی جوانی میں نہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ستائیس سالوں کے اخراجات کے لئے ہزار یا اس سے کچھ زیادہ رقم کافی تھی۔ امام ذھبی کا کلام مکمل ہو گیا۔ میں نے یہ واقعہ تنبیہ کے لئے نقل کیا کیونکہ اکثر لوگوں کو غلطی لگ جاتی ہے۔ جیسا کہ قاضی ابن خلکان اور قاضی محمد سلیمان وغیرہ کو لگی ہے اور موجودہ زمانہ کے بعض معاصرین کو بھی غلطی لگی ہے۔

(۳۰۲) پھر علامہ شیخ عبدالرحمٰن المعلمی کے نقد کا جو انہوں نے امام سمعانی کی کتاب ''الانساب'' پر تعلیق میں کیا۔ مجھ کو علم ہوا۔ انہوں نے خطیب بغدادی کی نقل کردہ اسناد سے پردہ اٹھایا ہے خطیب نے تو اسناد نقل کر کے اس پر جرح نہیں کی بلکہ سکوت کیا ہے۔ انہوں نے حکم اختلاف تک پہنچایا ہے اسلئے کہ بعض متھمین بالوضع اس اسناد میں موجود ہیں۔ کیونکہ یہ واقع کے منافی ہے ان کا حکم بھی امام ذھبی رحمہ اللہ کے حکم کے موافق ہے۔ حافظ ابوسعد السمعانی نے اس کی طرف اشارہ ''حکی'' کے لفظ سے یعنی بیان کیا گیا ہے سے کیا ہے۔ اس طرح کے صیغے کے ساتھ خبر کو نقل کرنا ہمیشہ دلیل بطلان ہوتا ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیتے ہیں اور غافل بے خبر رہتے ہیں۔

چالیس ہزار دینار علم پر خرچ کرنا:

(۳۰۳) ذھبی کی ''میزان الاعتدال'' میں اور ''تذکرۃ الحفاظ'' میں محدث شام نابغہ روزگار امام اسماعیل بن عیاش الحمصی (ولادت ۱۰۶ھ وفات ۱۸۲ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ یہ منصور کے پاس گئے انہوں نے ان کو کپڑوں کے ایک گودام پر نگران مقرر کیا یہ بہت ذی محتشم عقل مند اور سخی تھے یہ عامل علماء میں سے تھے قدماء میں اعمش اور بہت سارے دوسرے حضرات نے ان سے روایت کی ہے۔ ابوالیمان کہتے ہیں کہ اسماعیل ہمارے پڑوسی تھے۔ یہ رات کو جاگتے رہتے تھے بعض دفعہ قرأت کرتے کرتے رک جایا کرتے تھے یعنی نماز ختم کر دیتے' پھر نماز شروع کرتے' میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ مجھ کو کسی باب کی حدیث یاد آ جاتی ہے تو میں نماز چھوڑ کر اس پر تعلیق کرتا ہوں' پھر نماز شروع کر دیتا ہوں' یحییٰ بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے اسماعیل کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ کو والد سے میراث میں چالیس ہزار دینار ملے جو میں نے طلب علم پر خرچ کئے۔

علم کے لیے گھر فروخت کرنا:

(۳۰۴) تہذیب التہذیب' میں زیاد بن عبداللہ بن الطفیل البکائی الکوفی کی سوانح میں آیا ہے کہ یحییٰ بن آدم نے ابن ادریس عبداللہ بن ادریس الاودی الکوفی سے نقل کیا کہ ابن اسحاق کے بارے میں ان سے زیادہ ثقہ کوئی نہیں۔ اسلئے کہ انہوں نے ابن اسحاق سے دو مرتبہ املاء کی ہے صالح بن محمد جن کا لقب جزرہ ہے کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کی کتاب ''المغازی'' زیاد سے زیادہ صحیح کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس لئے کہ زیاد اپنا گھر فروخت کر کے ابن اسحاق کے ساتھ ہو گئے تھے اور اس وقت تک ان کے ساتھ پھرتے رہے جب تک ان سے سماع مکمل نہ کر لیا تھی۔ زیاد ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

امام محمد کا علم پر خرچ:

(۳۰۵) خطیب کی تاریخ بغداد اور ملا علی قاری کی ''ذیل الجواہر المضیہ'' میں امام فقیہ مجتہد محمد بن حسن الشیبانی الکوفی امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد (ولادت ۱۳۲ھ وفات ۱۸۹ھ رحمہ اللہ) کے بارے میں ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ میرے والد نے میرے لئے تیس ہزار درہم کا ترکہ چھوڑا تھا میں نے پندرہ ہزار نحو اور شعر پر خرچ کئے اور پندرہ ہزار حدیث اور فقہ پر۔

ایک ہزار مثقال کا خرچ:

(۳۰۶) قاضی عیاض کی ''ترتیب المدارک'' میں اور ذھبی کی ''سیر اعلام النبلاء'' میں امام ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن القاسم العتقی المصری رحمہ اللہ کے بارے میں آیا ہے۔ ابن وضاح کہتے ہیں کہ ابن القاسم نے امام مالک کی طرف سفر کرنے پر ایک ہزار مثقال خرچ کئے تھے' ذھبی کہتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ابن القاسم نے کہا کہ میں بارہ مرتبہ حجاز گیا ہوں اور ہر مرتبہ ہزار دینار خرچ کئے۔

طلب علم اور نشر علم پر خرچ:

(۳۰۷) ذھبی کی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام ھشام بن عبیداللہ الرازی (متوفی ۲۲۱ھ) فقیہ الحنفی کی سوانح میں آیا ہے کہ وہ امام حافظ' ناقد' محدث' بخاری' رحال' جوال' ابوعبداللہ محمد بن واصل اور ماوراء النہر کے خلق کثیر نے روایت کی ہے یہ علم اور حدیث کے خزانہ تھے۔

محمد ابن یوسف سمرقندی نے محمد بن مبشر الکرمینی سے روایت کی ہے کہ محمد بن سلام البیکندی کا قلم شیخ کی مجلس میں ٹوٹ گیا تو انہوں نے آواز لگائی کہ قلم ایک دینار میں ہے تو ہر طرف سے ان کی طرف قلمیں اڑ کر آنے لگیں۔

سھل بن متوکل کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سلام کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے طلب علم پر چالیس ہزار خرچ کئے اور نشر علم پر بھی چالیس ہزار خرچ کئے۔

ایک باب کے حفظ کے لیے اسی ہزار درہم خرچ کرنا:

(۳۱۰) حافظ ذھبی کی ''معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار'' میں اور ابن الجزری کی ''غایۃ النھایہ فی طبقات القراء'' میں قاری محدث' عابد' فاضل' امام' مسلم' ابو داؤد' ابراھیم الحربی کے شیخ خلف بن ھشام الاسدی' البزار' البغدادی (ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۲۹ھ) رحمہ اللہ' کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ حمدان بن ھانی کہتے ہیں کہ میں نے خلف بن ھشام کو کہتے ہوئے سنا کہ نحو کا ایک باب مجھ کو مشکل لگا تو اس کے ازبر حفظ کرنے کے لئے میں نے اسی ۸۰ ہزار درہم خرچ کئے۔

(۳۱۱) امام یحییٰ بن معین کے بارے میں یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ ان کے والد نے ایک لاکھ پچاس ہزار درہم چھوڑے تھے وہ تمام انہوں نے طلب علم پر خرچ کئے تھے یہاں تک کہ ان کے پاس پہننے کے لئے جوتا بھی نہ رہا تھا۔

گھر فروخت کر کے بیٹے کو سماع کے لیے بھیجنا:

(۳۱۲) امام مزی کی ''تہذیب الکمال'' اور ذھبی کی ''معرفۃ قراء الکبار'' میں خطیب، قاری دمشق' محدث' عالم المعمر' زاھد' بخاری' ابوداؤد' نسائی اور ان کے علاوہ ایک امت کے شیخ ابوالولید ھشام بن عمار' السلمی الدمشقی (ولادت ۱۵۳ھ وفات ۲۴۵ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ابوبکر محمد بن سلیمان الربعی نے محمد بن الفیض الغسانی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ھشام بن عمار بن نصیر کو کہتے ہوئے سنا کہ میرے والد نے اپنا گھر بیس دینار میں فروخت کر کے مجھ کو حج کے لئے تیار کیا۔ جب میں مدینہ پہنچا تو مالک بن انس کی مجلس میں گیا۔ میں ان سے کچھ مسائل معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں جب ان کے گھر گیا تو وہ بادشاہوں کی سی وضع قطع سے بیٹھے ہوئے تھے۔ غلام کھڑے تھے۔ لوگ ان سے مسائل پوچھ رہے تھے اور وہ جواب دے رہے تھے۔ جب مجلس ختم ہوگئی تو بعض اصحاب حدیث نے مجھ کو کہا کہ آپ اپنے مسائل پوچھیں' میں نے ان کو کہا ابوعبداللہ آپ فلاں مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں' تو انہوں نے

کہا اچھا اب ہم بچوں کے ہتھے چڑھ گئے ہیں اور غلام کو حکم دیا کہ اس کو اٹھالو۔ انہوں نے مجھ کو بچوں کی طرح اٹھالیا۔ میں سمجھ بوجھ رکھنے والا لڑکا تھا۔ مجھے اس نے استادوں کے درّے سے ستر درّے لگائے۔ میں رونے لگا۔ مجھ کو مالک بن انس نے کہا کیوں رو رہے ہو۔ کیا اس درّے سے تم کو تکلیف ہوگئی۔ میں نے کہا کہ میرے والد نے اپنا گھر فروخت کر کے مجھ کو آپ سے سماع کا شرف حاصل کرنے کے لئے بھیجا اور آپ نے مجھ کو مارا' پھر فرمایا کہ لکھو انہوں نے سترہ حدیثیں بیان کیں اور میں نے جو مسائل پوچھے تھے ان کا جواب دیا۔

پندرہ درے اور پندرہ حدیثیں:

حافظ جزرہ صالح بن محمد کہتے ہیں کہ میں ھشام بن عمار کو کہتے ہوئے سنا کہ میں مالک بن انس کے پاس گیا میں نے ان کو کہا مجھ کو حدیثیں بیان کرو۔ انہوں نے کہا پڑھو' میں نے کہا نہیں بیان کریں۔ انہوں نے پھر کہا تم پڑھو' میں نے پھر جواب دیا تو انہوں نے غلام کو کہا کہ اس کو لے جا کر پندرہ درّے لگاؤ۔ انہوں نے مجھ کو پندرہ درّے لگائے۔ پھر لے آئے اور کہا ہم نے پندرہ درّے لگادئے۔

میں نے کہا کہ آپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے کہ بغیر جرم کے پندرہ درّے لگادئے ہیں میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ امام مالک نے کہا کہ پھر اس کا کفارہ کیا ہے' میں نے کہا کہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ آپ مجھ کو پندرہ حدیثیں بیان کریں۔ جب انہوں نے پندرہ حدیثیں بیان کیں تو میں نے کہا کہ مجھ کو اور ماریں اور حدیثیں بیان کردیں امام مالک ہنس پڑے اور فرمایا چلے جاؤ۔

ڈیڑھ لاکھ درہم خرچ کرنا:

(۳۱۳) ذھبی کی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام شیخ الاسلام حافظ نیشاپور۔ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد نیشاپوری الذھلی۔ بنوذھل کے مولیٰ کے احوال میں لکھا ہے۔

کہ خراسان میں وہ علم شیخ ہوئے۔ وہ ثقہ تھے۔ دین اور متابعت سنن کی حفاظت کرنے والے تھے۔ محمد بن سھل بن عسکر نے کہا کہ ہم امام احمد بن حنبل کے پاس تھے۔ تو محمد بن یحییٰ

الذہلی تشریف لائے۔ تو امام احمد ان کے لئے کھڑے ہوگئے لوگوں کو تعجب ہوا۔ انہوں نے اپنی اولاد اور احباب کو کہا کہ ذہلی کے پاس جا کر اس سے علم لکھو۔ ابوبکر بن ابی داؤد نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔

حسین بن حسین بن سفیان کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن یحییٰ الذہلی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے تین سفر کئے اور میں نے تحصیل علم پر ایک لاکھ پچاس ہزار درہم خرچ کئے۔ میں بصرہ آیا تو شہر کے دروازے کے سامنے یحییٰ القطان کا جنازہ آیا' یحییٰ القطان رحمہ اللہ کی وفات صفر ۱۹۸ھ میں ہوئی۔

(۳۱۴) ذہبی کی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام محمد بن سنجر (متوفی ۲۵۸ھ) کی سوانح میں الحافظ الکبیر ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن سنجر الجرجانی ''صاحب المسند'' کے الفاظ کے ساتھ تذکرہ آیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن سنجر ثقہ ہیں۔ ابن سنجر کہتے ہیں کہ میں نے سفر کیا اور میرے ساتھ امام احمد کے شاگرد امام فقیہ ابویعقوب اسحاق بن منصور المروزی المعروف اسحاق الکوسج تھے۔ میرے پاس نوے ۹۰ ہزار دینار تھے۔ اسحاق میرے لئے احادیث لکھا کرتے تھے اور ہر شہر میں شادی کیا کرتے تھے اور میں ان کا مہر ادا کیا کرتا تھا۔ مصر کے ملمدار کے شہر قطابیہ میں ابن سنجر نے اقامت اختیار کی اور وہیں فوت ہوئے۔

تین مٹکے سونا علم کے لیے خرچ کرنا:

(۳۱۵) امام ذہبی کی ''سیر اعلام النبلاء'' میں امام یعقوب بن شیبہ السدوسی البصری البغدادی (ولادت ۱۸۰ھ وفات ۲۶۲ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں یہ تعریفی الفاظ درج ہیں:

الحافظ الکبیر العلامہ الثقہ' صاحب المسند الکبیر' العدیم النظیر' ان کی مسانید کی تیس جلدیں مکمل ہوئیں۔ اگر ان کی مسانید مکمل ہو جائیں تو ایک سو جلدوں میں ہوتیں یہ سب سے پہلے صحابی کی مکمل سیرت کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان کی مروی احادیث ذکر کرتے ہیں اور علل احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں' رجال پر بحث کرتے ہیں اور جرح و تعدیل کرتے ہیں۔ مفید' میٹھے

اور شافی انداز سے کلام کرتے ہیں۔ کہ دیکھنے والا اکتاتا نہیں۔

امام ابوالحسن الدارقطنی نے فرمایا کہ اگر یعقوب بن شیبہ کی کتاب حمام پر لکھی ہو تو تب بھی اس کا نقل کرنا واجب ہے' یعنی اگر کسی غیر محترم جگہ پر بھی یہ کتاب لکھی ہوئی ہو تو پھر بھی اس کا لکھنا واجب ہے اس کو چھوڑا نہیں جائے گا اور کوئی بھی شخص سماع کا محتاج نہیں۔

خطیب نے کہا ہے کہ انہوں نے مسند ابوہریرہ کے ایک نسخہ کا مصر میں مشاہدہ کیا ہے جو دو سو اجزاء پر مشتمل تھا۔ ذہبی نے مسند عشرہ۔ مسند ابن مسعود' مسند عمار' مسند عباس' مسند عتبہ بن غزوان اور بعض موالی کی مسانید کا مشاہدہ کیا اور پانچ جلدوں میں مسند علی کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔

خطیب کہتے ہیں کہ مجھ کو زہری نے بیان کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ یعقوب بن شیبہ کے گھر پر چالیس لحاف تھے۔ یہ لحاف انہوں نے لکھنے والوں کے لئے رکھے تھے جو ان کے مصحف کی تبیض کیا کرتے تھے۔ اور اس پر انہوں نے دس ہزار دینار خرچ کئے تھے' ذہبی نے کہا ہے کہ یعقوب بہت مال والے صاحب حشمت و حرمت تھے۔ انہوں نے اپنے پوتے کو کہا کہ جب میری ولادت ہوئی تھی تو میرے والدین نے میرے لئے تین مٹکے سونے کے بھر کر رکھ لئے تھے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ ان کی عمر لمبی ہوئی اور وہ تمام ختم ہوا اور یہ محتاج بھی ہوگئے تھے۔

تین لاکھ درہم خرچ کرنا:

(۳۱۶) حافظ ابونعیم اصفہانی کی کتاب ''ذکر اخبار اصفہان'' میں ابوجعفر المدینی احمد بن محمد بن مہدی بن رستم (متوفی ۲۷۲ھ) کے احوال میں آیا ہے کہ انہوں نے شام' مصر' عراق میں کتابت کی اور مسند کی تصنیف کی۔

ابومحمد بن حیان کہتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ بن مندہ نے کہا کہ ہمارے ملک میں چالیس سال کے عرصہ میں ان سے زیادہ ثقہ شخص نے حدیث بیان نہیں کی' یہ بہت مال والے اور صاحب جائیداد تھے اور اصفہان میں ان سے زیادہ احادیث جاننے والا کوئی نہ تھا۔ صحاح کے اصول اور بہت سی کتب کے مصنف تھے۔ اس پر انہوں نے تقریباً تین لاکھ درہم خرچ کئے۔ بہت صلہ اور اجتہاد والے تھے۔ ان کی کتب سے قبیصہ کی کتاب گم ہوگئی تھی۔ پھر وہ کتاب ان کو واپس لوٹائی

گئی لیکن انہوں نے پھر اس کی روایت کرنا چھوڑ دی تھی' اس احتیاط کی وجہ سے کہ کسی متصرف نے اس میں تصرف نہ کیا ہو۔

(۳۱۷) قاضی عیاض کی ''ترتیب المدارک'' میں ابوزکریا یحییٰ بن عمر بن یوسف بن عامر الکنانی الاندلسی (ولادت ۲۱۳ھ وفات ۲۸۹ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ اندلسی اھل جیاّن میں سے تھے قرطبہ میں پلے بڑھے قیروان میں سکونت اختیار کی اور آخر میں سُوسَہ کو وطن بنایا۔ وہیں ان کی قبر ہے۔ ابن حبیب وغیرہ سے علم حاصل کیا اور مصر میں ابن بُکیر' ابن رمح اور حرملہ سے سماع کیا' ابن وھب' ابن القاسم اور اشھب کے اصحاب سے بھی سماع کیا۔

حجاز میں ابومصعب الزھری' نصر بن مرزوق' ابن کاسب' احمد بن عمران الاخفش وغیرہ سے بھی سماع کیا اور ان سے ان کے بھائی محمد' ابوبکر بن اللبّاد' ابوالعرب' عمر بن یوسف' ابو العباس ابیانی اور احمد بن خالد الاندلسی نے فقہ حاصل کی۔ ان کے وقت میں سفرِ علم انہی کی طرف کیا جاتا تھا' ابوالعرب نے کہا ہے کہ آپ فقہ میں امام' ثقہ' سند' فقیہ النفس تھے' فقہ اور آثار میں آپ کثیر الکتب تھے' اپنی مرویات کو ضبط میں رکھنے والے' ان مرویات کی کتب کے عالم' ان پر شدید اتقان اور ان کی صحیح تصحیح کرنے والے تھے' ائمہ علم میں سے تھے۔ سحنون کے کبار اصحاب میں ان کا شمار ہوتا تھا' انہی سے فقہ حاصل کی اور سوسہ میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

کتابیں نہ ملنے کی وجہ سے زمین فروخت کر کے سفر کرنا:

(۳۱۸) تاج السبکی کی ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں فقیہ حافظ محدث امام ابومحمد عبدان بن محمد بن عیسیٰ المرْوَزی جن کا زھد اور حافظہ ضرب المثل تھا' (ولادت ۲۲۰ھ وفات ۲۹۳ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ابوسعد بن السمعانی نے کہا کہ ''عبدان'' وہ شخص ہیں جنہوں نے مَرْو میں احمد بن سیاّر کے بعد امام شافعی کے مذھب کو اجاگر کیا۔ احمد بن سیاّر نے ربیع مرادی سے مصر سے امام شافعی رحمہ اللہ کی کتابیں مَرْو لے کر گئے اور لوگوں کو تعجب میں مبتلا کیا' ان میں سے بعض نے عبدان کی

کتب دیکھیں وہ ان کو لکھنا چاہتے تھے لیکن احمد بن سیاّر نے ان کو اس سے منع کر دیا تو انہوں نے مَرْو کی بستی ''جنوجرد'' میں اپنی زمین فروخت کی اور مصر چلے گئے۔ وہاں وہ ربیع اور دیگر اصحاب شوافع سے ملے اور ان کی کتابوں کو انہوں نے نقل کیا۔ فقہاء اور مشائخ میں ایسے لوگوں سے ملیں جن سے دوسرے نہ مل سکے اور ان سے کتابیں نقل کیں۔ پھر شام اور عراق کی طرف سفر کیا اھل مصر سے انہوں نے کتابیں لکھیں اور مَرْو واپس آ گئے۔

احمد بن سیار ان کو سلام کرنے اور مبارکباد دینے کے لئے آئے اور ان کو کتابیں نہ دینے پر معذرت بھی کرنے کے لئے۔ تو عبدان نے ان کو کہا کہ معذرت نہ کریں بلکہ آپ نے تو مجھ پر اس بارے میں احسان کیا۔ اگر آپ مجھ کو کتابیں دے دیتے تو میں انہی پر اکتفا کر لیتا پھر میں مصر نہ جا سکتا اور اصحاب امام شافعی سے نہ مل سکتا' اس پر احمد بن سیار خوش ہو گئے۔

لکھائی کی دس ہزار درہم اجرت:

(۳۱۹) ذھبی کی ''تذکرۃ الحفاظ'' حافظ مسند ابوعبداللہ محمد بن ایوب بن یحییٰ بن الضریس البجلی الرازی کتاب ''فضائل القرآن'' کے مصنف (ولادت ۲۰۰ھ وفات ۲۹۴ھ رحمہ اللہ) کے تذکرے میں آیا ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ ہم نے محمد بن ایوب کو کہتے ہوئے سنا کہ آخری مرتبہ جب میں مصر آیا تو میں نے صرف لکھنے والوں کو دس ہزار درھم اجرت ادا کی۔

اسی ہزار درہم آٹھ ختموں پر خرچ کرنا:

(۳۲۰) ذھبی نے ''معرفۃ القراء الکبار'' میں ابوبکر اصفہانی محمد بن عبدالرحیم اپنے زمانہ کے شیخ القراء (متوفی ۲۹۶ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

عبدالباقی بن الحسن بن السقاّ نے کہا کہ محمد بن عبدالرحیم نے کہا کہ میں نے اصفہان سے مصر کا سفر کیا میرے پاس اسی ۸۰ ہزار درھم تھے جو میں نے آٹھ ختموں پر خرچ کئے۔ یعنی ایک قرأۃ کے شیخ سے ایک مرتبہ ختم کیا پھر دوسرے قرأۃ کے شیخ سے اس طرح آٹھ مرتبہ ختم کیا اور اسی ۸۰ ہزار درھم خرچ کئے۔

(۳۲۱) خطیب کی ''تاریخ بغداد'' اور سمعانی کی ''الانساب'' میں ابوبکر بن جعفر بن رُمیس بن عمرو القصری البغدادی (متوفی ۳۲۶ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

قصری' قصر بن ہبیرہ جو بغداد کی عمل داری میں ہے کی نسبت کی وجہ سے' ابن رمیس بغدادی تھے پھر قصر بن ہبیرہ آئے اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔ اس کی طرف ان کی نسبت کی گئی۔ ابوالحسن الدارقطنی نے ان سے روایت کی کہ ابن رُمیس نے کہا کہ میں نے بغداد میں لوہاروں کا چبوترہ تین ہزار دینار میں فروخت کیا اور یہ تمام رقم حدیث پر خرچ کی۔

فقراء طلبہ پر خرچ کرنا

(۳۲۲) قفطی کی ''ابناء الرواۃ علی ابناء النحاۃ'' میں ابن الکوفی علی بن محمد بن الزبیر الاسدی النحوی اللغوی الکوفی (ولادت ۲۵۴ھ وفات ۳۴۸ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ وہ عالم صحیح الخط' روایت کرنے والے' کتابوں کو جمع کرنے والے' صادق الروایہ گہری بحث کرنے والے' ابوالعباس ثعلب کے خاص اصحاب میں سے تھے۔

ان کے والد کوفہ کے مالدار لوگوں میں سے تھے۔ ان کا یہ بیٹا ابتداء سے علم میں مشغول ہو گیا' جب ان کے والد فوت ہوئے تو پچاس ہزار دینار سے زیادہ چھوڑ کر گئے۔ انہوں نے وہ تمام طلب علم اور کتب کی خریداری' کتابوں کے لکھنے لکھانے پر صرف کئے۔ اس مال سے ایک اچھا خاصا حصہ انہوں نے محتاج طالب علموں پر بھی خرچ کیا۔ ان کا گھر فقراء طلبہ میں گھرا رہتا تھا اور یہ فراوانی سے ان پر خرچ کرتے۔

ان کی کتابیں انتہائی شاندار اور صاف ستھری ہیں' کچھ اس زمانہ میں موجود ہیں' جب ان کو دیکھا جاتا ہے' تو وہ ان کی بیداری بحث اور رغبت پر دلالت کرتے ہیں۔ انہوں نے ہر فن کی کتاب کے لئے کتب خانہ میں جگہ مخصوص کی تھی اور ہر کتاب کی ابتداء میں علامت لکھی ہوتی ہے کہ بوقت ضرورت اس کو لیا جائے اور ضرورت ختم ہو جانے کے بعد اس کو اسی جگہ کی طرف لوٹا دیا جائے۔ اللہ ان پر رحمت فرمائے یہ ان کا کتنا شاندار فعل ہے۔

فوائد علم کی تلاش نے ان کو تصنیف کا موقعہ نہیں دیا' ان کی ایک ہی تصنیف ''معانی الشعر واختلاف العلماء فی ذالک'' دیکھی گئی ہے۔

طلبہ علم کے لیے صدقات جاریہ:

(۳۲۳) ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ' فقیہ' امام' محدثِ بغداد' دعلج بن احمد بن دعلج' ابو اسحاق السجزی' المعدل (ولادت ۲۶۰ھ وفات ۳۵۱ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

وہ علم کا مستقر اور روایت کے سمندر تھے۔ طلبہ علم حدیث کے لئے ان کے مکہ عراق اور

بجستان میں صدقات جاریہ تھے۔

حاکم کہتے ہیں کہ دعلج نے مکۃ المکرمہ میں دار العباسیہ تیس ہزار دینار میں خریدا تھا۔ خطیب کہتے ہیں کہ دعلج نے اپنی تصنیف ''المسند الکبیر'' ابن عقدہ کے پاس نظر ثانی کے لئے بھیجی اور دو ورقوں کے درمیان ایک دینار رکھا' ابن حیویہ کہتے ہیں کہ مجھے دعلج اپنے گھر لے گیا اور مجھے ایک تھیلا مال کا جو اوپر سے ڈھکا ہوا تھا دکھایا اور کہا کہ جتنا چاہو لے لو' میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مجھ کو ضرورت نہیں۔

جو ایک رات میں فقیہ ہونا چاہے

(۳۲۴) ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ امام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن زکریا الشیبانی الجوزقی المعدّل محدث نیشاپور کتاب "الصحیح لمحرّج علیٰ صحیح مسلم" کے مصنف (ولادت ۳۰۶ھ وفات ۳۸۸ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ جب انہوں نے ''المدونہ'' کتاب کی تشریح اور اختصار میں کتاب لکھی تو اس کا نام ''التقریب'' رکھا طلبہ نے اس کتاب کو مناظرہ میں استعمال کیا اور اس سے نفع حاصل کیا۔ جب انہوں نے اس کتاب کی تالیف مکمل کی تو اس کا ایک نسخہ صقلیہ شہر میں بھی داخل ہوا۔

عبدالحق بن محمد بن ہارون السھمی القرشی الصقلی۔ صقلیہ کے فقیہ اور عالم تھے۔ ان کی وفات ۴۶۶ھ میں اسکندریہ میں ہوئی۔ انہوں نے صقلیہ سے اس کے بعد سفر نہیں کیا' جب انہوں نے یہ کتاب دیکھی' پڑھی اور ان کے جو اقوال اس میں داخل کئے گئے تھے وہ دیکھے تو انہوں نے اس کتاب کو اچھا سمجھا اور اس کو خریدنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ان کے پاس قیمت پوری نہ ہوسکی۔ تو انہوں نے گھر کا سامان فروخت کر کے کتاب خریدی' اس کے بعد کتاب زیادہ مہنگی ہوگئی اور لوگوں نے کتاب کی طرف رغبت کی۔

فقیہ ابوالولید بن ھشام بن احمد کہا کرتے تھے کہ جو ایک رات میں فقیہ ہونا چاہے اس کو بَرزلی کی کتاب پڑھنی چاہئے۔

میرے لیے زندگی کا ایک لمحہ ضائع کرنا جائز نہیں:

(۳۲۶) حافظ ابن رجب کی ''ذیل طبقات الحنابلہ'' میں امام ابو الوفاء علی بن عقیل الحنبلی البغدادی' قاری' فقیہ' اصولی واعظ' متکلم' صاحب علم وفن' ائمہ اسلام کے سربرآوردہ' دنیا کے ممتاز ترین عالم' بنی نوع انسان کے ذہین ترین انسان (ولادت ۴۳۱ھ وفات ۵۱۳ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے جائز نہیں کہ میں زندگی کا ایک لمحہ ضائع کروں جب تک میری زبان مذاکرہ ومناظرہ سے گنگ نہ ہو جائے اور میری نگاہ مطالعہ سے معطل نہ ہو جائے۔ رات کی تاریکی میں جب میں راحت کر رہا ہوتا ہوں۔ اس وقت بھی اپنی فکر کو میں کام میں لاتا ہوں اور اس وقت اٹھتا ہوں جب میرے دل میں وہ چیز جو مجھ کو لکھنی ہوتی ہے مختصر ہو جائے۔ میں اسی ۸۰ سال کا ہو کر بھی اپنے دل میں علم کی حرص زیادہ پاتا ہوں اس سے جو میرے دل میں بیس سال کی عمر میں تھی۔ میں انتہائی کوشش سے اپنے کھانے کے وقت کو کم کرتا ہوں اور میں خشک روٹی کو ستو کے پانی کے ساتھ حلق سے نیچے اتارنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ روٹی پر کیونکہ ان دونوں میں چبانے کا فرق ہے' تاکہ مطالعہ کے لئے زیادہ وقت نکل آئے یا ایسا فائدہ لکھ لوں جس کو میں کھانے میں نہیں پاسکتا' عقلاء کے نزدیک بالاجماع سب سے اہم حاصل کرنے والی چیز وقت ہے۔ اس میں فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے' اس لئے کہ ذمہ داریاں زیادہ ہیں اور وقت تیزی سے گذر جاتا ہے ان کے شاگردوں کے شاگرد شیخ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ ابن عقیل ہمیشہ علم کے ساتھ مشغولیت رکھنے والے تھے۔ ان کے خیالات معطّر تھے وہ دقائق اور غوامض سے بحث کیا کرتے تھے انہوں نے اپنی کتاب ''الفنون'' کو اپنے معطر خیالات اور واقعات کا مناط بنایا ہے۔

حافظ ابن رجب نے کہا ہے کہ ابن عقیل کی مختلف علوم وفنون میں تقریباً بیس تصانیف ہیں۔ سب سے بڑی تصنیف ان کی کتاب ''الفنون'' ہے یہ بہت بڑی کتاب ہے اور اس میں بہت سارے فوائد ہیں' وعظ' تفسیر' فقہ' اصول فقہ' اصول الدین' نحو' لغت' شعر' تاریخ' حکایات اور

اس میں ان کے مناظرے اور وہ مجالس بھی ہیں جو منعقد ہوئیں اور ان کے خیالات اور نتائج فکر بھی درج ہیں۔

حافظ ذھبی نے کہا دنیا میں اس سے بڑی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔ مجھ کو ایسے شخص نے یہ بات بتائی جس نے چار سو سے اوپر والی کوئی جلد دیکھی ہے' حافظ ابن رجب کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اس کی آٹھ سو جلدیں ہیں۔

حافظ ابن رجب نے قاری' فقیہ' حنبلی' ابو محمد عبداللہ بن المبارک العکبری المعروف ابن نیال (متوفی ۵۲۸ھ رحمہ اللہ) کے احوال میں لکھا ہے کہ ان کی عمر ۷۰ برس سے زیادہ تھی۔ ابو النصر الزینی سے انہوں نے حدیث پڑھی' ابو الوفاء ابن عقیل اور ابو سعد البردانی سے فقہ حاصل کی' یہ شافعی اور حنبلی مسلک کے اکابرین کے ساتھ چلتے تھے' کسی نے ان کو ابن عقیل کی کتابوں کے خریدنے کا اشارہ کیا تو انہوں نے اپنی ملکیت میں جو کچھ تھا فروخت کر دیا اور کتاب ''الفنون'' اور کتاب ''الفصول'' خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیں۔ یہ اہل سنت میں بہتر تھے' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

عبدالفتاح کہتے ہیں کہ اللہ کے لئے اس فقیہ کی خیر کثیر ہو کس چیز نے ان کو آخرۃ کے امور میں اتنا فقیہ کر دیا۔ انہوں نے وہ چیز فروخت کی جو فنا اور خراب ہونے والی تھی۔ اس چیز کے بدلے جس کا اجر ہمیشہ جاری اور باقی رہنے والا تھا' اللہ ان کے ساتھ احسان والا معاملہ فرمائے اور ان سے راضی ہو جائے۔

ایک کتاب کے لیے گھر فروخت کرنا:

(۳۲۷) حافظ ابن رجب کی کتاب ''ذیل طبقات الحنابلۃ'' میں امام نحوی' لغوی' مفسر' مقری' محدث ادیب' ابو محمد عبداللہ بن احمد بن الخشاب' الحنبلی' البغدادی' (ولادت ۴۹۲ھ وفات ۵۶۷ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

ابن النجار نے کہا کہ کوئی بھی اہل علم اور اصحاب حدیث میں سے فوت نہیں ہوا مگر اس نے ان کی تمام کتابیں خریدیں' میں نے اصول المشائخ ان کے ہاں سے حاصل کی' ان کا تھیلا

علم کی کتابوں سے خالی نہ ہوتا تھا۔

ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک دن ایک کتاب پانچ سو درھم میں خریدی۔ لیکن ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ انہوں نے اس سے تین دن کی مہلت طلب کی پھر پانچ سو درھم میں اپنا گھر اس کتاب فروش پر فروخت کر دیا' جب وہ بیمار ہو گئے تو کتابوں کے وقف پر انہوں نے گواہ بنائے' ان میں اکثر کتابیں متفرق ہو کر بازار میں فروخت کر دی گئیں' تمام کتابوں کا ایک عشر باقی بچا جو انہوں نے رباط مأمونیہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔

مرنے کے بعد بھی کتابوں سے مشغولیت:

(۳۲۸) ذھبی کی ''سیر اعلام النبلاء'' اور تذکرۃ الحفاظ'' میں اور حافظ ابن رجب کی ''ذیل طبقات الحنابلہ اور یاقوت الحموی کی ''معجم الأدباء'' میں ابو العلاء الحسن بن احمد بن سھل العطار' قاری محدث حافظ' فقیہ الحنبلی' ادیب' لغوی' مؤرخ' نساب' رجال' زاھد' شیخ ھمذان (ولادت ۴۸۸ھ وفات ۵۶۹ھ رحمہ اللہ) کی سوانح میں آیا ہے۔

آپ ہمذان میں پیدا ہوئے وہاں کے کبار شیوخ سے علم حاصل کیا۔ پھر چار مرتبہ بغداد کا سفر کیا وہاں علماء کی بڑی تعداد سے سماع کیا۔ پھر ہمذان واپس آئے وہاں ایک کتب خانہ اور ایک کتابوں کا مخزن قائم کیا اور اپنی تمام کتابیں اس میں وقف کر دیں اپنے بہت سے اصول اور معتبر خطوط کی نادر اور بڑی کتابیں حاصل کیں' آپ اپنے اہل زمانہ پر کثرت سماع اور اپنے سماع سے اخذ اصول اور اچھی کتابت اور لکھے ہوئے پر اتفاق میں فائق تھے۔ اسلئے کہ آپ نے جو کچھ لکھا وہ معرب اور بانقط ہوتا تھا۔

مال کی محبت سے آپ عفیف تھے۔ مال آپ کی نظر میں بے وقعت چیز تھی۔ آپ خاندانی تاجر تھے۔ لیکن میراث میں جو کچھ ملا وہ فروخت کر کے علم پر صرف کر دیا آپ نے پیدل بہت سفر کئے یہاں تک کہ کئی مرتبہ آپ نے بغداد اور اصفہان کا سفر پیدل کیا' اپنی کتابیں اپنی پیٹھ پر اٹھاتے۔ آپ کو پیدل چلنے میں عجیب قوۃ دی گئی تھی۔ ایک دن میں آپ تیس' تیس فرسخ چل لیا کرتے تھے۔ ہر علم میں سے آپ نے وافر حصہ پایا تھا۔ فرماتے تھے کہ میں بغداد کی

مساجد میں رات گذارتا اور روٹی کے بچے کچے ٹکڑے کھایا کرتا تھا۔

امام طلحہ بن مظفر العلثی کہتے ہیں کہ بغداد میں ابن الجوالیقی کی کتابیں فروخت ہو رہی تھیں۔ حافظ ابوالعلاء الھمذانی بھی وہاں تشریف لے آئے کتابوں کی ایک قطعہ پر ساٹھ دینار کی بولی لگی انہوں نے وہ لے لیں اور دوسری جمعرات تک رقم ادا کرنے کے لئے مہلت طلب کی۔ حافظ وہاں سے نکل کر ھمذان کے راستہ پر ہو لیے' وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے گھر کی بولی لگائی جب ساٹھ دینار تک بولی پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ دے دو' لوگوں نے کہا یہ ساٹھ سے زیادہ میں فروخت ہوسکتا ہے' آپ نے فرمایا کہ اسی میں دے دو آپ نے ساٹھ دینار لئے اور واپس بغداد آ گئے اور وہ رقم ادا کر دی۔ آپ کی حالت کا ایک مدت تک کسی کو علم نہ ہو سکا۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ کو فوت ہونے کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ آپ ایک ایسے شہر میں ہیں جس کی دیواریں کتابوں کی ہیں اور آپ کے اردگرد بھی بے حد و حساب کتابیں ہیں اور آپ مطالعہ میں مشغول ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ کتابیں کیسی ہیں فرمایا کہ میں نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ جس چیز کے ساتھ میں دنیا میں مشغول تھا یہاں بھی مجھ کو وہی مشغولیت نصیب فرما' تو اللہ نے مجھ کو وہی مشغولیت نصیب فرما دی۔

ان کی طرف علماء نے مشرق و مغرب سے سفر کیا آپ کے فضائل اور علوم کثیرہ کی شہرت آفاق میں ہوئی۔

"سورج کا چلنا ہر وطن میں ہوا' اور ہوا مشرق و مغرب میں اڑی"

مغرب اقصیٰ سے ایک شخص نے ان کی طرف سفر کیا اور ایک وقیع قصیدے میں ان کی مدح کی اور سفر میں ان کو جو مصائب و شدائد پیش آئے وہ بیان کئے اور یہ کہ ان کی طرف آنے میں ان کو ایک سال پیدل چلنا پڑا۔

سعیٰ الیک علیٰ قرب ومن بعدٍ "من کان ذا رغبۃٍ فی العلم والسند"

ترجمہ" آپ کی طرف دور اور نزدیک سے ہر اس شخص نے سفر کیا جس کو علم اور سند میں رغبت تھی۔

حتی اناخ بمغناک الکریم وقد "کلّت رکائبہٗ فی الغیط والسند"

یہاں تک انہوں نے آپکی قدر و منزلت والی رہائش گاہ میں اپنی سواریاں بٹھا دیں جبکہ سواریاں وسیع زمین اور پہاڑوں پر چلنے کی وجہ سے تھک چکی تھیں۔

وما اناخ بمغنیٰ غیر کم احدٌ "الاّ ونودیٰ ما بالربع من احدٍ"

تمہاری منزل کے علاوہ جس نے بھی کہیں پڑاؤ ڈالا تو اس کو یہی آواز آئی کہ روئے زمین پر اور کوئی موجود نہیں۔

وقد قصدتک من اقصی المغارب "ما ابغی سواک لوحیی الواحد الصمد"

میں نے اقصیٰ مغرب سے تمہارا ارادہ کیا۔ میں اللہ واحد صمد کی وحی کے علم کے لئے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتا۔

وما امتطیت سِویٰ رجلّی راحلۃ' وقد غنیتُ عن العیرانۃ الاَجدِ "

میں سوائے اپنے پاؤں کے سفر میں کسی چیز پر سوار نہیں ہوا اور میں قوی اونٹنی سے بے پرواہ تھا۔

وھذہ رحلۃ بکرٍ کشفت لھا' عن ساق ذی عزماتٍ غیر متئد "

یہ اپنی نوعیت کا پہلا سفر ہے جس کے لئے میں نے اپنی عزم والی ٹانگ اٹھائی بغیر رسی کے ساتھ باندھے'

عنایۃ لم تکن قبلی لذی طلب " وحظوۃٌ لم تکن فی غابرِ الأبد "

ایسی عنایت کہ مجھ سے پہلے کسی طالب کے حصہ میں نہیں آئی اور ایسا حصہ ہے جو باقی ماندہ میں بھی کبھی نہ ہوگا۔

ھل کان قبلک حبرٌ امّہٗ رجلٌ "وسار مدۃ حولِ سیر مجتھد"

کیا آپ سے پہلے کوئی ایسا عالم ہوا ہے' جس کا کسی شخص نے قصد کیا ہو اور

ایک سال مشقت والا سفر کیا ہو۔

ابا العلاء ' لدیک . الکُلَ انک فی " اقصیٰ العراق مقیم منه فی بلدِ "

اے ابوالعلاء تیرے پاس سب کچھ ہے تو اقصیٰ عراق کے ایک شہر میں مقیم ہے۔

وقد فشالک ذکرُ فِي البلاد کما ' فاحت أزا هرُ روض للغمام نَدی "

اور تیرا تذکرہ تمام ممالک میں اس طرح پھیلا ہے جیسے باغ کے پھولوں کی خوشبو اور بادلوں کی نمی۔

(۳۲۹) امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "لفتۃ الکبد فی نصیحۃ الولد" میں اپنے صاحبزادے کو اپنے پلنے اور ابتدائی حالات کے بارے میں فرمایا'

میرے بیٹے جان لو کہ میرا والد بہت مالدار تھا وہ ہزاروں کے حساب سے مال چھوڑ کر گئے تھے۔ جب میں بالغ ہوا تو لوگوں نے مجھ کو بیس دینار اور دو گھر دئے کہ یہ تیرے والد کا ترکہ ہے۔ میں نے بیس دینار پر علم کی کتابیں خرید لیں اور دونوں گھروں کو فروخت کر کے اس رقم کو طلب علم پر خرچ کر دیا۔ میرے پاس اس مال میں سے کچھ نہیں بچا' تیرا والد کبھی طلب علم میں ذلیل نہیں ہوا اور نہ کبھی واعظوں کی طرح شہروں میں چکر لگانے کے لئے نکلا اور نہ کبھی کسی سے کچھ طلب کرنے کے لئے رقعہ بھیجا' تمام امور صحیح طریقہ سے برابر چل رہے ہیں۔

"ومن یتق الله یجعل لهٗ مخرجاً ویرزقه من حیث لا یحتسب"

اے میرے بیٹے طلب دنیا اور اھل دنیا کے سامنے ذلیل ہونے سے اپنے آپ کو بچاؤ' اپنی عزت و آبرو کو بچاؤ قناعت اختیار کرو' عزت پاؤ گے' جو شخص روٹی اور لوبیا پر قناعت کر سکتا ہو اس کو کوئی غلام نہیں بنا سکتا۔ میں کبھی کبھی اس حال میں صبح و شام کرتا ہوں کہ میرے پاس کھانے کو کوئی چیز نہ ہوتی تھی' مجھ کو اللہ نے کبھی کسی مخلوق کے سامنے ذلیل نہیں کیا۔ میری آبرو کی حفاظت کے لئے میرا رزق میری طرف چلا آتا تھا۔ اگر میں اپنے احوال کی وضاحت کروں تو شرح طویل ہو جائے گی اور اب جو میری حالت ہے وہ تمہارے سامنے ہے تم دیکھ رہے ہو۔

مولانا عالم میرٹھیؒ

(۳۳۰) عبدالفتاح کہتے ہیں کہ جب میں دوسری مرتبہ ۱۳۸۴ھ میں حج کی سعادت سے مشرّف ہوا تو اس کے ابتداء میں ہی میں علامہ عبدالحی لکھنوی ھندی' رحمہ اللہ کی کتاب "**الاجوبة الفاصله للأسئلة العشرة الكاملة**" کی طباعت سے فارغ ہو چکا تھا۔ میں نے اس پر تعلیقات کی تھیں اور اس کی تحقیق کی تھی۔ میں اس کے بعض نسخے اپنے جلیل القدر شیوخ مدینہ کے لئے ھدیتاً لے کر گیا تھا۔

ان میں ہمارے شیخ علامہ محدث فقیہ' محمد بدر عالم میرٹھی ھندی مھاجر مدنی رحمہ اللہ بھی شامل تھے' میں ان کے گھر کی طرف ان کی زیارت کے قصد سے گیا' ان کو ایک ناکارہ کر دینے والا مرض لاحق تھا جس کی وجہ سے وہ بستر پر سیدھا لیٹے ہوئے ہوتے تھے اور اس مرض کی وجہ سے وہ مطالعہ کرنے سے بھی قاصر رہتے تھے علم کی پیاس اپنی مرضی سے نہیں بجھا سکتے تھے میں نے "الاجوبہ الفاضلہ" کا ایک نسخہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔

انہوں نے مجھ کو مرحبا کہا۔ میری تعریف کی اور کتاب قبول فرمائی اور فرمایا کہ جب یہ کتاب مدینہ منورہ آئی تھی تو میں نے خرید لی تھی اور میری حالت جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ مجھ میں مطالعہ اور پڑھنے کی قدرت نہیں۔ لیکن میں نے اس کو خریدتے وقت یہ ارادہ کیا تھا کہ میں اپنی اولاد اور اھل خاندان کے لئے میراث میں علم کی کتابیں چھوڑ کر جاؤں' یہ ان کے لئے مال کی میراث سے بہتر ہوگا' یہ کلمہ میرے نزدیک بہت قیمتی کلمہ تھا اور اس میں میرے لئے بہت سبق تھا۔ میں نے اس سے بہت استفادہ کیا۔ اس کی وجہ سے شیخ رحمہ اللہ مجھ کو یاد آ گئے۔ شیخ ۱۳۸۵ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے' رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۳۳۱) جن حضرات نے متقدمین کی سیرت کا مطالعہ کتب تواریخ اور سیرت میں کیا ہے' یہ نمونہ جو میں نے پیش کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ علم اور کتب علم پر مال کثیر خرچ کرنے کے متقدمین کے اتنے واقعات ہیں جو کہ حدو حساب سے زیادہ ہیں۔

میرا مقصد عزائم اور ہمت کو بڑھانا ہے کہ جس کو اللہ نے مال سے نوازا ہو وہ علم کے لئے ہاتھ کشادہ رکھے اور تحصیل علم' کتب علم' آلات علم کے لئے بھی ہاتھ کشادہ رکھے۔ اس لئے کہ یہ ہمیشہ کے لئے یادگار رہیں اور یہ ایک بلند فخر ہے۔ اللہ ہماری طرف سے ہمارے ان روحانی آباؤ واجداد کو جزاء خیر عنایت فرمائے۔ جنہوں نے کتب اور مکتبے وقف فرمائے اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اللہ ان کو اس کا بہتر بدلہ عنایت فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جنت نعیم میں جگہ عنایت فرمائے۔ جو انہوں نے اپنے سے پہلے بھیجا اور جو انہوں نے عمل کیا۔

''امام ابراھیم الحربی البغدادی رحمہ اللہ کے احوال''

(۳۳۲) خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' اور ابن یعلی نے ''طبقات الحنابلہ'' اور جمال الدین القفطی نے ''ابناء الرواۃ'' میں اور شمس النابلسی نے ''طبقات الحنابلہ'' میں ابراھیم بن اسحاق الحربی (ولادت ۱۹۸ھ وفات ۲۸۵ھ بغداد میں) کی سوانح میں آیا ہے کہ وہ زھد' فقہ' حدیث' ادب' لغت میں امام تھے۔

خطیب نے کہا کہ وہ علم میں امام تھے' زھد میں سردار تھے' فقہ کے عارف تھے' احکام کی بصیرت رکھنے والے تھے' حدیث کے حافظ' علل کی تمیز کرنے والے' ادب کے متولی' لغت کے جامع تھے۔ آپ نے غریب الحدیث تصنیف کی اور دوسری بہت سی کتب۔

ابراھیم الحربی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی عمر کے تیس سال دو روٹیوں پر گذارے اگر میری والدہ یا ہمشیرہ وہ لے آتیں تو میں کھالیتا' ورنہ اگلی رات تک بھوکا پیاسا رہتا اور عمر کے تیس سال میں نے دن رات ایک روٹی پر گذارے' اگر بیوی یا بیٹی لے آتی تو کھالیتا ورنہ اگلے دن تک بھوکا پیاسا رہتا۔

اور اب میں آدھی روٹی کھاتا ہوں اور کھجور اگر برنی ہو تو چودہ عدد اور اگر گھٹیا ہو تو بیس سے کچھ زیادہ کھالیتا ہوں' میری بیٹی بیمار ہوگئی تھی تو میری بیوی ایک مہینہ اس کے ساتھ رہی تھی۔ اس مہینہ میں میرا خرچ ایک درھم اور اڑھائی دانق ہوا' میں حمام گیا اور ان کے لئے دو دانق پر صابن خریدا۔ تو اس طرح پورے رمضان میں میرا خرچ ایک درھم اور ساڑھے چار دانق ہوا۔

ابو القاسم بکیر کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم الحربی کو کہتے ہوئے سنا کہ آج کے کھانوں میں سے ہم کسی چیز کو نہیں جانتے تھے۔ میں رات رات کو گھر آتا تھا۔ میری والدہ میرے لئے یا تو بینگن بھون کر سالن تیار کرتی یا گھٹیا قسم کا سالن یا مولی کا سالن۔

ابو علی الخیاط کہتے ہیں کہ میں ایک دن ابراھیم الحربی کے پاس ان کے گھر کے دروازے کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے مجھ کو کہا کہ ابو علی اپنے کام پر جاؤ' میرے پاس تو ایک مولی تھی' جس کے پتے میں نے رات کو کھائے تھے اور جڑ اب کھالوں گا۔

(۳۳۳) پھر خطیب بغدادی نے اپنی سند جو احمد بن سلمان النجاد جو محدث اور سادات حنابلہ متقدمین سے تھے اور فقہاء شاکرین میں سے تھے کے حوالے سے کہا کہ احمد بن سلمان النجاد القطیعی نے کہا کہ ایک دن میں ضیق وتنگی کی انتہا کو پہنچ گیا تو میں ابراہیم الحربی کے پاس گیا' تا کہ اپنی حالت ان کے سامنے بیان کروں۔ انہوں نے مجھ کو کہا کہ تم میں تنگدلی نہیں پیدا ہونی چاہئے۔ اسلئے کہ امداد کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ مجھ پر ایک مرتبہ ایسی ہی تنگی آئی کہ گھر والوں کے پاس کچھ بھی کھانے کو نہ رہا۔ میری بیوی نے مجھ کو کہا کہ میں اور آپ تو صبر کر لیں گے لیکن ان دو بچوں کا ہم کیا کریں گے۔ جس چیز پر ہم صبر کرتے ہیں یہ تو صبر نہیں کریں گے۔ تم اپنی کچھ کتابیں لاؤ تا کہ ہم ان کو فروخت کر دیں' یا رہن رکھ دیں اور اس سے کچھ وسعت حاصل کریں۔ میں نے بخل کیا اور میرے نفس نے کتاب کے معاملہ میں کچھ کنجوسی کی۔ میں نے ان کو کہا کہ بچوں کے لئے کچھ قرض لے لو اور اگلے ایک دن رات کے لئے مجھ کو کتابوں کے بارے میں مہلت دے دو۔

میرے گھر کے دہلیز پر ایک کمرہ تھا اس میں میری کتابیں تھیں' جس میں بیٹھ کر میں لکھتا اور نظر ثانی کیا کرتا تھا' جب رات ہوئی تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا کہ کون ہو کہا کہ پڑوسی ہوں۔ میں نے کہا اندر آ جاؤ' اس نے کہا چراغ بجھا دو تا کہ میں اندر داخل ہو جاؤں' میں نے چراغ پر کوئی چیز رکھ دی اور اس کو کہا کہ آ جاؤ' وہ دہلیز سے داخل ہوا اور ایک بڑا تھیلا اندر رکھ دیا اور کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کے لئے کچھ کھانا وغیرہ تیار کیا تھا۔ ہم نے چاہا کہ اس میں تمہارا اور تمہارے بچوں کا بھی کچھ حصہ ہو جائے اور یہ ایک دوسری چیز ہے اور ایک دوسرا بڑا تھیلا ایک کونہ میں رکھ دیا اور کہا اس کو اپنی ضروریات میں صرف کر لینا' میں اس شخص کو نہیں جانتا تھا' وہ یہ چیزیں چھوڑ کر چلا گیا۔

میں نے بیوی کو بلا کر کہا کہ چراغ جلاؤ۔ وہ چراغ جلا کر لائی تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایک قیمتی رومال کا تھیلا تھا۔ اس کے پچاس تہہ تھے اور ہر ایک تہہ کے اندر مختلف انواع واقسام کے کھانے تھے۔ اس تھیلے کے پاس ایک بٹوہ تھا جس میں ایک ہزار دینار تھے۔ میں نے بیوی کو کہا کہ بچوں کو جگاؤ تا کہ وہ کھانا کھالیں۔ صبح ہم نے اپنا قرض بھی اس مال سے ادا کر دیا۔

کہتے ہیں کہ خراسان سے حجاج کرام کے آنے کا وقت تھا۔ میں اسی رات کی صبح اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شتربان کے پاس خراسانی کاغذ کا ایک بوجھ تھا جو وہ اونٹ پر لادے چلا آ رہا تھا اور ابراہیم الحربی کے گھر کا پتہ پوچھ رہا تھا۔ جب میرے پاس پہنچا تو میں نے کہا کہ میں ابراہیم الحربی ہوں' اونٹ کے دونوں بوجھ اس نے وہاں ڈال دئے اور کہا کہ خراسان سے ایک شخص نے تمہارے لئے بھیجے ہیں۔ میں نے کہا کس نے بھیجے ہیں اس نے کہا کہ انہوں نے مجھ کو قسم دی ہے کہ ان کا نام نہیں بتاؤں گا۔ میں نے وہ کاغذ لے لئے اور بھیجنے والے اور اٹھانے والے کے لئے دعا کی۔

احمد بن سلمان النجاد کہتے ہیں میں ابراہیم الحربی کے ہاں سے اٹھ کر امام احمد کی قبر پر گیا۔ قبر کی زیارت سے واپسی پر میں خندق کی جانب جا رہا تھا کہ ہمارے پڑوس کی ایک بوڑھی مجھ کو ملی اس نے کہا احمد آپ کیوں مغموم ہیں۔ میں نے ان کو بات بتائی۔ اس نے کہا کہ تیری والدہ نے مرنے سے پہلے مجھ کو تین سو درھم دئے تھے اور مجھ کو کہا تھا کہ یہ رقم اپنے پاس پوشیدہ رکھو اور جب دیکھو کہ میرا بیٹا تنگ اور غمگین ہے تو یہ اس کو دے دو۔ تم میرے ساتھ آؤ تا کہ میں تم کو دے دوں۔ میں ان کے ساتھ گیا اور انہوں نے وہ رقم مجھ کو دے دی۔

ایک روٹی میں بھی صدقہ :

(۳۳۴) احمد بن سلمان النجاد رحمہ اللہ بروایت خطیب بیان کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ روزے رکھا کرتے تھے اور رات کو صرف ایک روٹی سے افطار کیا کرتے تھے اور ہر روٹی سے ایک لقمہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ جب جمعہ کی رات ہوتی تو وہ خشک لقمے کھا لیا کرتے تھے اور اس دن والی روٹی صدقہ کر لیا کرتے تھے۔

روٹی نمک کے ساتھ دستیاب آنے پر ہزار دینار رد کرنا :

(۳۳۵) خطیب بغدادی ابو القاسم بن الجبلی سے نقل کرتے ہیں کہ ابراہیم الحربی ایسے بیمار ہو گئے کہ موت کے قریب ہو گئے۔ میں ایک دن ان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ اے ابو القاسم میں اپنی بیٹی کے ساتھ ایک بڑے مسئلے میں الجھا ہوا تھا' پھر اس کو کہا کہ اٹھ کر اپنے چچا

کے پاس آ جاؤ وہ آ گئی۔ اس نے اپنے چہرے پر چادر ڈال رکھی تھی۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ آپ کے چچا جان ہیں ان سے بات کریں۔ اس نے مجھ کو کہا چچا جان ہم بڑی الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔ نہ دنیا اور نہ آخرت' مہینے گذر گئے' زمانہ بیت چکا ہے کہ ہم کو کھانے کے لئے سوائے خشک روٹی اور نمک کے اور کچھ میسر نہیں اور اکثر و بیشتر نمک بھی نہیں ہوتا۔ کل معتضد باللہ نے ایک طشت میں ہزار دینار بھجوائے۔ وہ انہوں نے نہیں لئے اور فلاں فلاں کی طرف سے اتنی رقم آئی تو انہوں نے وہ بھی قبول نہیں کی اور بیمار پڑے ہوئے ہیں۔

ابراہیم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ بیٹی تم فقر سے ڈر گئی ہو؟ اس نے کہا ہاں! پھر کہا کہ اس کنارہ کی طرف دیکھو؟ اس نے دیکھا وہاں کتابیں پڑی ہوئی تھیں کہا کہ یہاں نادر لعت کی بارہ ہزار اجزاء ہیں۔ جو میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں۔ جب میں مر جاؤں تو روزانہ ایک جزء بھی اگر تم نکال کر ایک درھم میں بھی فروخت کرو تو تمہارے پاس بارہ ہزار درھم ہو جائیں گے اور جس کے پاس بارہ ہزار درھم ہوں وہ فقیر نہیں ہوتا۔

خطیب نے اپنی سند کے ساتھ اور ابن الجوزی نے ''مناقب الاحمد'' میں اپنی ابوعمران الاشیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے ابراہیم الحربی سے کہا کہ تم نے اتنی کتابیں کس طرح جمع کیں۔ تو وہ ذرا غصہ میں آئے اور کہا کہ اپنا گوشت اور خون نچوڑ کر مجھ کو اتنی کتابیں جمع کرنے پر قدرت حاصل ہوئی۔

عالم کی عظمت کتاب میں ہے:

(۳۳۶) عبدالفتاح کہتے ہیں کہ جب ہم کو حربی کا کتاب کے ساتھ تعلق معلوم ہو گیا کہ انہوں نے کس طرح گوشت اور خون نچوڑ کر کتابیں حاصل کیں۔ تو یہ بات کیسے معقول ہو سکتی ہے کہ وہ بیوی کی یہ بات مان لیں کہ تم اپنی کتابوں سے کچھ لے آؤ تا کہ ہم ان کو فروخت کر لیں۔ یا رہن رکھ لیں۔ عالم کی کتابیں اس کا وہ دوست ہیں جس کی وجہ سے یہ زندہ رہتا ہے۔ عالم اپنے کپڑے تو فروخت کر سکتا ہے۔ لیکن کتاب فروخت نہیں کر سکتا۔ زمخشری نے اپنی کتاب ''نوابغ الکلم'' میں کہا ہے کہ تاجر کی عظمت اس کی جیب میں اور عالم کی عظمت اس کی

کتاب میں ہوتی ہے۔

عورت کی نظر میں کتاب ایک نقصان دینے والی سوکن ہوتی ہے' اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کو فروخت کیا جائے اور گھر سے نکالا جائے اور علماء کی نظر میں کتاب بھائی اور مددگار کی طرح ہوتی ہے۔ اگر ان کو تنگدستی ہو جائے تو وہ بھوک پیاس اور برہنہ رہنا تو برداشت کر لیتے ہیں۔ لیکن کتاب کا فراق اور کتاب کے نکالنے کو برداشت نہیں کر سکتے۔

''فمحبوبی من الدنیا کتابی'' دنیا میں میری محبوب تو کتاب ہی ہے۔

''حافظ محمد طاہر المقدسی کے احوال''

(۳۳۷) حافظ محدث جوال محمد بن طاہر المقدسی (ولادت ۴۴۸ھ بیت المقدس میں وفات حج سے واپسی پر ۵۰۷ھ بغداد میں) کے بارے میں ان کی اپنی کتاب ''الجمع بین رجال الصحیحین'' میں اور حافظ ذھبی کی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں اور ابن حجر کی ''لسان المیزان'' میں آیا ہے۔

سمعانی کہتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ محمد بن طاہر ایک رات میں تقریباً سترہ فرسخ (ایک فرسخ تقریباً پانچ کلومیٹر) اور ہمیشہ دن اور رات میں بیس فرسخ چلا کرتے تھے۔ یہ داؤدی مذہب رکھتے تھے یعنی ظاہری مذہب والے تھے۔ طلب علم کے لئے کثیر سفر کرنے والوں میں سے ہیں اور سفر کرنے میں بہت قوی السیر تھے' بہت حج اور عمرہ کرنے والوں میں سے تھے۔

مصر' شام کے سرحدات' شام' حجاز' جزیرہ' عراق' فارس' خراسان' اسکندریہ' تنیس' بیت المقدس' دمشق' حلب' مکہ' بغداد' اصفہان' جرجان' آمد' نیشاپور' ھراۃ' مرو میں آپ نے سماع حدیث کیا' میرا گمان نہیں کہ اپنے زمانہ میں ان جیسے سفر کسی نے کئے ہوں۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے بہت سی کتب' بڑی بڑی مصنفات' مسانید اور منتشر اجزاء لکھے۔

حافظ ذھبی اور ابن حجر دونوں نے اپنی اپنی کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''لسان المیزان'' میں کہا ہے کہ انہوں نے اپنے شہر کے فقیہ نصر ابو عثمان بن ورقاء اور کئی دوسروں سے سماع کیا اور بغداد میں ابو محمد الصیر فی ابو الحسن ابن النقور اور دونوں کے طبقے کے لوگوں سے سماع کیا۔ مکہ میں سعد بن علی الزنجانی۔ حسن بن عبدالرحمان الشافعی اور ھیاج الخطی کے ساتھ رہے اور حدیث و تصوف میں ان سے تخریج کی' مصر میں ابو اسحاق الحبال' اسکندریہ میں حسین بن عبدالرحمان الصفراوی' تنیس میں علی بن الحسین بن محمد الحداد سے اور ان کے دادا محمد بن احمد الحداد سے اور احمد بن عیسیٰ الوشاء سے' عیسیٰ بن حماد سے' زغبہ اور کبار شیوخ سے سماع کیا۔

دمشق میں ابو القاسم بن ابی العلاء' حلب میں حسن بن مکی' جزیرہ میں عبدالوہاب بن محمد

التمیمی' رحبہ میں حسین بن سعدون' صُوْر میں علی بن عبید اللہ الہاشمی' اصفہان میں عبدالوھاب بن مندہ اور ایک جماعت سے' نیشاپور میں فضل بن المحب سے' ابوبکر بن خَلَف اور ان کے ہم طبقہ سے' ہراۃ میں محمد بن ابی سعود الفارسی وغیرہ سے' جرجان میں اسماعیل بن مسعدہ سے' آمِد میں قاسم بن احمد الاصفہانی الخیاط سے' ابن جشنس ابن صاعد سے سماع حدیث کیا۔

اشتر آباد میں علی بن عبدالملک الحفصی' ھلال الحفار کے شاگرد سے' بوشنگ میں عبدالرحمان بن محمد بن عفیف سے' بصرہ میں عبدالملک بن شعبہ سے' دینور میں احمد بن عیسیٰ بن عباد سے' ابوبکر بن لال سے' ریّ میں اسماعیل بن علی الخطیب ابوزکریا المزکی کے شاگرد سے' سَرَخس میں محمد بن عبدالملک بن المظفر سے' شیراز میں علی بن محمد الشروطی سے سماع کیا۔

قزوین میں محمد بن ابراھیم العجلی سے' کوفہ میں ابو القاسم حسین بن محمد سے' موصل میں ھبۃ اللہ بن احمد المقری سے' مرو میں محمد بن الحسن' کرمان میں محمد بن سعید الحاکم' مزوروز میں حسن بن محمد الفقیہ' نہاوند میں عمر بن عبید اللہ القاضی' ھمذان میں عبدالواحد بن علی الصوفی' حدیثہ میں طراد الدبیثی' واسط میں صدقہ بن محمد التوثی' ساوہ میں محمد بن احمد الکاتجی' اسد آباد میں علی بن الحسن العلمی۔

ابنار میں ابو الحسن الخطیب' اسفرایین میں عبدالملک بن احمد المعدل' آمل طبرستان میں فضل بن احمد البصری' اھواز میں عمر بن محمد جیکان' بسطام میں ابو الفضل السھلکی' یزدجرد میں حسن بن احمد البیھقی سے سماع کیا'

ان چالیس شہروں میں انہوں نے سماع حدیث کیا۔ کچھ شہروں کا تذکرہ میں نے چھوڑ دیا ہے۔ حافظ السلفی کہتے ہیں کہ میں نے حافظ محمد بن طاہر المقدسی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے صحیح بخاری' مسلم' ابوداؤد سات مرتبہ اجرت پر لکھی۔ سنن ابن ماجہ میں نے دس مرتبہ لکھی' ریّ میں جو متفرق کتابت کی وہ الگ ہے۔

پیشاب میں خون آنا:

محمد بن طاہر کہتے ہیں کہ طلب حدیث کی مشقت کی وجہ سے دو مرتبہ پیشاب میں خون

آیا۔ ایک مرتبہ بغداد میں اور ایک مرتبہ مکہ میں' اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دوپہر کی گرمی میں' میں ننگے پاؤں چلتا رہا' جس کی وجہ سے مجھ کو یہ مرض لاحق ہوا' طلب حدیث کے لئے میں کبھی بھی کسی سواری پر سوار نہیں ہوا سوائے ایک مرتبہ کے' میں اپنی کتابیں اپنی پیٹھ پر لاد کر لیجاتا ایک شہر سے دوسرے شہر تک۔ یہاں تک کہ میں نے شہروں کو وطن بنالیا۔ طالب علمی کے زمانہ میں' میں نے کبھی سوال نہیں کیا' جو کچھ بغیر سوال کے آتا اس پر گذارہ کرتا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے طوس سے اصفہان تک کا سفر حدیث ابوزرعہ جس کی تخریج امام مسلم نے کی کے لئے کیا' بعض سفر کرنے والوں نے رات کا ذکر کیا جب صبح ہوئی تو میں نے اپنی سواری تیاری کی اور اصفہان کی طرف چل نکلا۔ میں نے سفر کا سامان اس وقت کھولا جب میں شیخ ابوعمرو کے پاس پہنچ گیا۔

میں نے ان پر حدیث کی قرأت کی جو ان کے والد نے ابوبکر القطان' انہوں نے ابوزرعہ سے نقل کی' مجھے ابوعمرو نے تین روٹیاں اور دو عدد ناشپاتیاں دیں' اس رات مجھ کو کھانے کے لئے کچھ نہ ملا اور نہ اس کے علاوہ میرے پاس گذارہ کی کچھ اور چیز تھی' پھر میں نے اپنے مقصد کے حصول تک ان کی خدمت کو لازم پکڑا' پھر میں بغداد کے لئے نکلا اور جب میں اصفہان پہنچا تو وہ فوت ہو چکے تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

میں مصر میں ابواسحاق الحبال کو ایک جزء سنایا کرتا تھا۔ میرے پاس ایک دن میرے شہر بیت المقدس کا ایک شخص آیا۔ اس نے رازداری کے ساتھ میرے ساتھ کلام کیا کہ جس دن ترک بیت المقدس میں داخل ہوئے اور لوگوں کو قتل کیا اس دن تمہارا بھائی شام پہنچا تھا۔ میں پڑھنے میں لگ گیا۔ لیکن مجھ سے پڑھا نہیں جا رہا تھا۔ ابواسحاق نے مجھ کو کہا کہ کیا ہو گیا۔ میں نے کہا کہ کچھ نہیں خیر ہے' انہوں نے کہا نہیں ضرور بتانا پڑے گا کہ اس شخص نے تم کو کیا کہا' میں نے بات بتادی' انہوں نے کہا کہ کتنے عرصہ تک تم نے بھائی کو نہیں دیکھا میں نے کہا کہ دو سال سے' انہوں نے کہا کہ پھر جاتا کیوں نہیں۔

میں نے کہا کہ جزء پورا کرلوں' انہوں نے کہا اے احادیث کے پڑھنے والو تم کو کتنی حرص ہے بس اب مجلس ختم ہوتی ہے۔ انہوں نے درود شریف ''وصلی اللہ علی محمد'' پڑھا اور چلے گئے۔

تنیس میں ابومحمد الحداد اور ان کے ہم عصر حضرات کے پاس ایک مدت تک میں رہا مجھ پر

تنگی آئی اور ایک درہم کے علاوہ میرے پاس کچھ نہ بچا اس دن مجھ کو روٹی کی بھی ضرورت تھی اور لکھنے کے لئے کاغذ کی بھی' میں اس تردد میں تھا کہ اگر میں نے کھانا کھالیا تو لکھنے کے لئے کاغذ نہیں لے سکوں گا اور اگر کاغذ لے لیا تو کھانا نہیں کھاسکوں گا' اس شش و پنج میں تین دن راتیں گذر گئیں اور میں نے کچھ نہ کھایا' چوتھے دن صبح میں نے اپنے نفس کو کہا کہ اگر تیرے پاس کاغذ ہوا اور تو بھوکا ہو تو کاغذ پر کچھ نہیں لکھ سکے گا' میں نے وہ درہم منہ میں رکھ لیا اور کھانا کھانے کے لئے نکل گیا' میں وہ درہم ہی نگل گیا' اس حرکت کی وجہ سے میری ہنسی چھوٹ گئی' میں ہنس رہا تھا کہ ابوطاہر بن خطاب مجھ کو مل گئے۔ انہوں نے میرے ہنسنے کا سبب پوچھا۔ میں نے کہا کہ کچھ نہیں۔ اس نے بہت منت سماجت کی اور طلاق کی قسم دے کر مجھ کو کہا کہ ضرور بتانا پڑے گا' میں نے ان کو یہ قصہ بتایا انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو متکلف قسم کا کھانا کھلایا' جب ہم دونوں ظہر کی نماز کے لئے نکلے تو تنیس کے امیر کا وکیل جو ابن قادوس کے نام سے مشہور تھا' ان سے ملا' انہوں نے ان سے میرے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ یہ وہ ہیں' اس نے کہا کہ امیر تنیس نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں روزانہ تم کو دس درہم جس کی قیمت چوتھائی دینار ہے پہنچاؤں' لیکن مجھ سے بھول ہو گئی ہے میں بروقت پہنچا نہ سکا۔ اس نے تین سو درہم لئے اور میرے پاس آگیا اور کہا اللہ نے رزق کا آسان کردیا ہے جو حساب میں نہیں ہے اور مجھ کو سارا قصہ بتایا۔ میں نے ان کو کہا کہ یہ آپ کے پاس رہیں۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد تک جب میں اکیلا ہوں گا' اپنے اس اجتماع کی حالت پر رہیں گے۔ اس کے بعد میرا شام کی طرف سفر کرتے وقت تک وہ یہ مقدار مجھ کو دیا کرتے تھے۔

(۳۳۸) اس کے بعد تین ایسے حضرات کے احوال درج کئے جاتے ہیں' جنہوں نے علماء و مشائخ کے ساتھ ملاقات کے لئے دنیا کے مختلف شہروں کے چکر اس زمانہ میں اپنے قدموں پر لگائے جس زمانہ میں نہ گاڑیاں تھیں' نہ ہوائی جہاز' نہ بحری جہاز اور نہ ریل گاڑی۔ انہوں نے پیدل دنیا کا سفر کیا' شیوخ سے علم حاصل کیا' اپنے اوقات کو کام میں لگایا۔ یہ تین حضرات (۱) مشرق کے محدث (۲) مغرب کے قاری (۳) اور شام کے محدث ہیں۔

''مشرق کے محدث''

(۳۳۹) حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''سیر اعلام النبلاء'' میں کہا ہے کہ وہ حافظ امام' علامہ' محدث' ابوحاتم محمد بن حبان' التمیمی البستی صاحب التصانیف' (ولادت ۲۸۰ھ وفات ۳۵۴ھ) ہیں۔

انہوں نے نسائی حسن بن سفیان' ابویعلی الموصلی' ابوبکر بن حزیمہ اور مصر سے لے کر خراسان تک اتنے حضرات سے سماع کیا جن کی تعداد معلوم نہیں ہوسکتی۔

آپ سمرقند کے قاضی بنے' آپ فقیہ دین' حافظ حدیث و آثار' نجوم' طب اور فنون علم کے عالم تھے۔ آپ ایک عقل مند شخص تھے' فقہ حدیث' لغت اور وعظ میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ طویل ترین سفر کے بعد آپ اپنے شہر بُست کی طرف ۳۴۰ھ میں واپس آئے اور وہیں سکونت اختیار کی اور تقریباً ساٹھ کتابیں تصنیف کیں' ان کی طرف ان کی کتب کے سماع کے لئے سفر ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی صحیح ''الانواع والتقاسیم'' میں کہا ہے کہ ہم نے تقریباً دو ہزار سے زیادہ شیوخ سے لکھا ہے ذھبی کہتے ہیں کہ ہمتیں اس قسم کی ہونی چاہیں۔ جبکہ اس پر فقہ' عربیت' فضائل اور کثیر تصانیف مستزاد ہیں۔

علامہ یاقوت الحموی نے ''معجم البلدان'' میں ''بُست'' کے بارے میں کہا کہ بُست ضمہ کے ساتھ' سجستان' غزنین' ھراۃ' اب افغانستان اور میرا خیال ہے کہ کابل کی عملداری میں ہے' یہ شہر گرم مزاج' بڑا شہر' بہت نہروں اور باغات والا شہر ہے' مگر ویرانی ظاہر ہے۔ اس علاقہ نے بڑے سرکردہ فضلاء پیدا کئے' انہی میں سے امام ابوحاتم محمد بن حبان التمیمی علامہ فاضل ہیں۔ متون اور اسانید کے عالم تھے' انہوں نے ایسی تخریج کی جس سے دوسرے لوگ عاجز تھے۔ جو شخص بھی ان کی تصانیف میں انصاف کے ساتھ غور و خوض کرلے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ شخص بحرالعلوم ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''المسند الصحیح علی التقاسیم والانواع'' میں کہا ہے کہ میں نے شاش اور اسکندریہ کے مابین تقریباً دو ہزار شیوخ سے علوم لکھے ہیں۔

انہوں نے شاش اور اسکندریہ کے درمیان سفر کئے اور ائمہ علماء اور عالی اسانید پائیں' فقہ

الحدیث اور معانی حدیث میں غور و خوض کا علم انہوں نے امام الأئمہ' ابوبکر بن خزیمہ سے حاصل کیا' یہ ان کی مجلس میں رہے ان سے تلمذ حاصل کیا۔ ان کی تصانیف اصحاب حدیث کے لئے ایک سرمایہ ہے' لیکن نادرالوجود ہیں۔

انہوں نے اپنے شہر بُست میں ابواحمد اسحاق بن ابراہیم القاضی' ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن الجنید البستی' ہراۃ میں ابوبکر محمد بن عثمان بن سعد الدارمی' مرو میں ابوعبداللہ اور ابوعبدالرحمان' عبداللہ بن محمود بن سلیمان السعدی' ابویزید محمد بن یحییٰ بن خالد المدینی' سنگ میں ابوعلی حسین بن محمد بن مصعب السنجی اور ابوعبداللہ محمد بن نصر بن تُرقل الھورقانی سے سماع کیا۔

ماوراء النھر کے صغد مقام میں ابوحفص عمر بن محمد بن یحییٰ الھمدانی' نسا میں ابوالعباس حسن بن سفیان الشیبانی اور محمد بن عمر بن یوسف اور محمد بن محمود بن عدی' النسوییین میں اور نیشاپور میں ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراھیم السراج الثقفی اور ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمان بن شیرویہ الازدی اور ارغیان میں ابوعبداللہ محمد بن المسیب بن اسحاق الارغیانی سے سماع کیا۔

جرجان میں عمران بن موسیٰ بن مجاشع اور احمد بن محمد بن عبدالکریم الوزآن سے' ریّ میں ابوالقاسم عباس بن الفضل بن عاذال المقری اور علی بن الحسن بن مسلم الرازی سے' الکرج میں ابوعمارہ احمد بن عمارہ بن الحجاج اور حسین بن اسحاق الاصفھانی سے سماع کیا۔

عسکرمکرم میں ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن موسیٰ الجوالیقی المعروف عبدان الأھوازی' تستر میں احمد بن محمد بن یحییٰ بن زھیر الحافظ سے' اھواز میں ابوالعباس محمد بن یعقوب الخطیب سے' اُبلہ میں ابویعلی محمد بن زھیر اور حسین بن محمد بن بسطام سے سماع کیا۔ بصرہ میں ابوخلیفہ فضل بن الحباب الجمحی اور ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی اور ابوسعید عبدالکریم بن عمر الخطابی سے' واسط میں ابومحمد جعفر بن احمد بن سنان القطان اور خلیل بن محمد الواسطی' ابن بنت تمیم بن المنتصر سے' فم الصلح میں عبداللہ بن قحطبہ بن مرزوق الصلحی سے' واسط کے دیہات نہر سائس میں خلاد بن محمد خالد الواسطی سے سماع حاصل کیا۔

بغداد میں ابوالعباس حامد بن محمد بن شعیب البلخی سے اور ابواحمد الھشیم بن الدوری سے

اور ابو محمد عبداللہ بن زیدائی البجلی' مکہ مکرمہ میں ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر نیشاپوری الفقیہ کتاب ''الإشراف'' فی اختلاف الفقہاء کے مصنف اور ابوسعید المفضل بن محمد بن ابراہیم الجندی سے سماع کیا۔

سامرا میں علی بن سعید العسکری سے' موصل میں ابویعلی احمد بن علی بن المثنی الموصلی اور ہارون بن المسکین البلدی اور ابوجابر زید بن علی بن عبدالعزیز بن حیان موصلی اور روح بن عبدالمجیب الموصلی اور سنجار میں علی بن ابراہیم بن الھیثم الموصلی سے سماع کیا۔

نصیبین میں ابوالسری ھاشم بن یحییٰ النصیبی اور مسدد بن یعقوب بن اسحاق الفلوسی' کفرتوثا دیار ربیعہ میں محمد بن الحسین بن ابی معشر السلمی سے اور سر غامرطا دیار مضر میں ابوبدر احمد بن خالد بن عبدالملک بن عبداللہ بن مسرح الحرانی سے سماع کیا۔

رافقہ میں محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن فروخ البغدادی سے اور رقہ میں حسین بن عبداللہ بن یزید القطان' منبج میں عمر بن سعید بن سنان الحافظ اور صالح بن الاصبع بن عامر التنوفی اور حلب میں علی بن احمد بن عمران الجرجانی اور مصیقہ میں ابوطالب احمد بن داؤد بن محسن بن ہلال المصیصی' سے سماع کیا۔

انطاکیہ میں ابوعلی وصیف بن عبداللہ الحافظ سے اور طرطوس میں محمد بن یزید اللہ رقی اور ابراہیم بن امیہ الطرطوسی سے' آذنہ میں محمد بن علان الأذنی سے اور صیدا میں محمد بن ابی المعانی بن سلیمان الصیداوی سے' بیروت میں محمد عبداللہ بن عبدالسلام المعروف امام مکحول سے اور حمص میں محمد بن عبیداللہ بن الفضل الکلاعی الراھب سے سماع کیا۔

دمشق میں ابوالحسن احمد بن عمیر بن جوصاء الحافظ اور جعفر بن احمد بن عاصم الانصاری اور ابوالعباس حاجب بن ارکین الفرغانی الحافظ سے اور بیت المقدس میں عبداللہ بن محمد بن مسلم المقدسی الخطیب' رملہ میں ابوبکر محمد بن الحسن بن قتیبہ العسقلانی سے سماع کیا۔

مصر میں ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب بن علی النسائی اور سعید بن داؤد بن وردان المصری اور علی بن الحین بن سلیمان المعدل اور اس طبقہ کی ایک جماعت جن کا تذکرہ ہم نے چھوڑ دیا سے سماع کیا۔

تحصیل علم کے راغبین کا دستور قدیم زمانہ سے یہی چلا آ رہا ہے کہ شہروں کا طواف کر کے بدن کو تھکاتے اور بعد کے زمانہ کے لئے کمائی کر کے چھوڑ جاتے' نہ آرام کرتے نہ آرام کی طلب ہوتی' علماء کی ملاقات میں راستہ کی صعوبتیں حائل نہ ہو سکتی تھیں۔ ان کی تحصیل علم کی آرزو اور خدمت دین کا جذبہ ان کو مزید کی تحصیل پر ابھارتی' ان کی اس آرزو نے ان کے لئے ہر تکلیف اور مشقت آسان بنا دی تھی اور مقصود کے حصول نے ہر مشقت بھلا دی تھی۔

''ابوالقاسم الھندی المقری المغربی رحمہ اللہ کے احوال''

(۳۴۰) حافظ ذھبی نے ''معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار'' میں اور امام القراء حافظ ابن جزری نے ''غایۃ النھایہ فی طبقات القراء'' میں ابوالقاسم الھذلی الیسکری' المغربی المشرقی (ولادت ۳۹۵ھ وفات ۴۶۵ھ مشرق اقصیٰ نیشاپور میں ہوئی' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے احوال میں لکھا ہے۔

ذھبی نے کہا کہ ابوالقاسم الھذلی بڑے معلم اور زیادہ سفر کرنے والے تھے' مشہور عالم و قاری ہیں۔ یہ ایک ہیں جنہوں نے طلب قرأت کے لئے دنیا کا سفر کیا۔ ان کا نام یوسف بن علی بن جبارہ المغربی الیسکری ہے' بُسکرہ مغرب میں ایک چھوٹا سا دیہات ہے۔ اقصیٰ مغرب سے انہوں نے ترکی کا سفر کیا۔ جو اقصیٰ مشرق میں ہے' ان کا یہ سفر ۴۲۵ھ اور اس کے بعد کا ہے۔ نقاش کے شاگرد ابوالقاسم الزیدی سے انہوں نے پڑھا یہ ان کے بڑے شیوخ میں سے ہیں۔ دمشق میں اھوازی اور اسماعیل بن عمرو بن راشد الحدآد اور ایک جماعت سے پڑھا' مصر میں مہدی بن طرارہ اور حسن بن محمد بن ابراھیم المالکی ''الروضہ'' کے مصنف اور تاج الائمہ احمد بن علی المصری اور ابوالعلاء محمد بن علی الواسطی اور محمد بن الحسن الکارزینی سے پڑھا۔

ابن الجوزی نے کہا کہ انہوں نے شہروں کے چکر طلب قرأت میں لگائے۔ اس امت میں دوسرا کوئی ایسا شخص مجھ کو معلوم نہیں جس نے طلب قرأت کے لئے اتنے سفر کئے ہوں اور نہ ایسا شخص جس نے اتنے شیوخ سے ملاقات کی ہو' انہوں نے اپنی کتاب ''الکامل فی القرأت'' میں کہا ہے کہ میں نے تین سو پچپن (۳۵۵) شیوخ سے ملاقات کی ہے۔ مغرب کے آخری کنارے سے لے کر فرغانہ کے دروازے دائیں بائیں بحر و بر میں۔ اگر مجھ کو معلوم ہو جاتا کہ اس راستہ میں مجھ سے کوئی آگے ہے تو میں اس تک جانے کا قصد بھی کر لیتا۔

میں کہتا ہوں کہ طلب علم میں ان سادات کی ہمتیں اس طرح کی تھیں۔ امیر ابن ماکولا نے کہا کہ یہ علم نحو پڑھاتے تھے علم کلام اور فقہ کو بھی سمجھتے تھے۔ وزیر نظام الملک نے ان کا تقرر نیشاپور کے مدرسہ میں کر دیا۔ کئی سال انہوں نے وہاں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ نحو' صرف'

علل قرأت میں یہ بہت فائق تھے۔ یہ ابوالقاسم القشیری کی مجلس میں حاضری دیتے اور ان سے اصول پڑھتے اور قشیری نحو اور قرأت کے مسائل میں ان سے استفادہ اور مراجعت کرتے' ان کی قشیری کی مجلس میں حاضری ۴۵۸ھ سے لے کر وفات تک رہی۔

انہوں نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں اپنے قرأت کے شیوخ کا ذکر کیا جن کی تعداد ۱۲۲ ہے حروف تہجی کی ترتیب سے ملاحظہ فرمائیں۔

ابراھیم بن احمد الأربلی' ابراھیم بن خطیب البغدادی' احمد بن رجاء العسقلانی' احمد بن الصقر البغدادی' واسط کے احمد بن علاّن' مصر کے احمد بن علی ہاشم' اسکندریہ کے احمد بن علی' ھمذان کے احمد بن الفضل الباطرقانی اور احمد بن لال' مصر کے احمد بن نفیس اور احمد بن محمد الخطیب النوشجانی ہیں۔

اور احمد بن محمد بن احمد بن الفتح الفرضی' احمد بن محمد اعادراتی' احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابی نعیم الاصفہانی اور احمد بن محمد بن الحسن بن مروہ المُلنجی' اُبلّہ کے احمد بن الحاجی' سمرقند کے احمد اشکاک اور احمد بن مسرور' اسماعیل بن الجنید' حلب کے اسماعیل بن الطیر' آرسوف کے اسماعیل بن علیان' قیروان کے اسماعیل بن عمرو الحدآد ہیں۔

صیدا میں اسماعیل الشرمقانی اور جامع بن الخضر بصرہ میں جنید الشہرستانی اور حبشی بن عبدالعزیز' جرجان میں حسّان مکیہ' مصر میں حسن بن علی بن ابراھیم المالکی' دمشق میں حسن بن علی بن ابراھیم الأھوازی' کوفہ میں حسن بن علی الشاموضی اور حسن بن خشیش سے' میافارقین میں حسین بن منصور سے' رقّہ میں حسین بن مسلمہ بن الکاتب سے' دیر عاقول میں حسین سے' حرّان میں حمزہ بن علی الزیدی سے اور صیدا میں خضر بن احمد سے' فاس میں خلف اللہ بن علی السبتی سے سماع کیا۔

صور میں سلیم بن سلامہ سے' قدس میں سعید بن سعادہ سے' سمرقند میں سمعان قبادی سے' حرّان صدقہ بن المھذب امام الجامع سے' عافہ میں عبدالخالق الحلبی' عبدالرحمٰن بن احمد' ابوالفضل الرازی' عبدالرحمٰن بن علی' القردی اور عبدالرحمٰن الھرمزان سے' لاذقیہ میں عبدالساتر بن الذرب' عبدالعزیز بن رضی عبدالحمید' عبدالعزیز بن ابی رماذ' عبداللہ بن الجویہ' عبداللہ بن سحان

اورعبداللہ بن الاقرع سے سماع کیا۔

تنیس میں عبداللہ بن الحسن بن الجلبانی' عبداللہ بن احمد ابو القاسم الدلال' عبداللہ بن شاذانی' عبداللہ بن اللبان' عبداللہ بن شبیب' عبداللہ بن منیرہ' عبداللہ بن محمد الطیر انی الذرع' عبدالملک بن سابور سے' قنسا میں عبدالملک الرھاوی سے' قدس میں عبدالملک بن سعید' عبدالملک بن عبدویہ العطار سے' دمیاط میں عبدالواحد بن عبدالقادر اور عبدالواحد بن ابراھیم ابو غانم القاینی سے سماع کیا۔

کازرون میں عثمان بن مالک' عثمان بن علی الدلال' عثمان بن محمد بن ابراھیم المالکی' علی بن احمد الجوردکی' علی بن احمد بن محمد الواحدی اور علی بن الحسین سے' طرابلس مغرب میں عمرو بن سعید' فضل بن ابی الفضل الجارودی' ابنار میں فضل بن فراس سے اور اصفہان میں بھی خلق کثیر سے سماع کیا۔

بخارا کے محمد بن احمد بن نوجابازی' محمد بن عبداللہ الفرآء' محمد بن عبداللہ بن احمد بن القاسم بن شاذان' محمد بن علی الزنبیلی سے' مصر کے محمد بن الحسن الشیر ازی' محمد بن الحسین الکارزینی' قاضی محمد بن البغل' محمد بن ابی شیخ سے' رملہ کے محمد بن اسماعیل المبیض سے' بیروت کے محمد بن اسماعیل' دمشق کے محمد اسکاف سے' رحبہ کے محمد المعلم محمد بن البختری' محمد بن سمزان القروی اور حلب میں محمد بن عمرو سے سماع کیا۔

بصرہ میں محمد بن سماعہ' محمد بن یعقوب' محمد بن علی الصلقی' محمد الخآوی' محمد بن عبدالواحد' محمد النوشجانی' محمد بن علی الجوزدانی اور مبارک بن الفضل سے' خیر فت میں منصور بن احمد القھندزی' مسروق بن یعفر اور ابو غان المرشدی' کرمان میں مھدی بن طراز' سمرقند میں نصر بن ابی نصر الحدآد' جزیرہ میں وھبان بن خلیفہ سے سماع کیا۔

تنیس میں یوسف بن عبداللہ بن نجیس' ابو احمد العطار عبدالملک بن عبدویہ بو الحسین الخشاب سے' دمشق میں ابو طاہر الحنائی' محمد بن الحسین' ابوالحسن المارداٸی سے' معرہ میں ابوالمجد اور ابوالمھذب اور ابونصر بن منصور جن کا نام احمد تھا' واسط میں ابورجاء' بصرہ میں ابوعمرو بن سعید اور ابوجعفر الشعیری' بصرہ میں ابوالحسن علی بن احمد الجوردکی سے سماع کیا۔

اھواز میں ابوالتام بن اشراک' ابوالحین الجوالیقی' ابوعاصم القاضی عبدالواحد بن ابراہیم اور ابوالقاسم العسکری' کرج میں ابوخانم' سنجار میں ابوالحسین اور ابوالحسن الأصم' بیضاء میں ابو یعقوب' ابوقاسم بن عبدان' ابونصر بن قیراط اور ابوالحسن الخیری سے سماع کیا۔

شیراز میں ابوزرعہ احمد بن محمد النوشجانی اور ابو طاہر ابوالفضل بن عبدان' ابومحمد الذراع عبداللہ' ابوعبداللہ الملحی' ابوالقاسم عبداللہ بن احمد الدلال' ابوعبداللہ بن کوشید' ابوسعید الجویری' ابو طاہر المشکوف' ابوالقاسم العطار عبداللہ بن محمد اور قاضی ابوالعلاء محمد بن علی بن یعقوب الواسطی سے سماع کیا۔

حافظ ذھبی نے کہا کہ میں نے ان کے شیوخ کا تذکرہ کیا اگرچہ ان میں مشہور ائمہ نہیں ہیں۔صرف یہ بتانے کے لئے کہ ان فضلاء کی طلب علم میں کیسی عظیم ہمت تھی۔

''حافظ ابوالقاسم بن عساکر الدمشقی رحمہ اللہ کے احوال''

(۳۴۱) وہ امام حافظ محدث' رحال' ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر رحمہ اللہ تھے' ان کی ولادت ۴۹۹ھ دمشق میں ہوئی اور ۵۷۱ھ میں وہیں فوت ہوئے' انہوں نے دمشق اور شام کی تاریخ اسی ۸۰ جلدوں میں تحریر کی۔ یہ ان کے دیگر عظیم الشان اور کثیر تصانیف کے علاوہ ہے۔ یہ امام اپنے اوقات کے ایک ایک لحظہ کا خیال کیا کرتے تھے' انہوں نے اسلامی مکتبوں کو اتنا ذخیرہ فراہم کیا کہ آج بڑے بڑے علمی مراکز اس کے طبع کرنے سے عاجز ہیں جبکہ انہوں نے تنہا اس کی کتابت کی اور اپنے قلم اور ہاتھ سے اس کی تالیف کی' تخریج وتحقیق بھی خود ہی کی' اصول جمع کئے انتخاب کیا اور ان کو منظم ومرتب کیا اور ایک ناطق وگویا نشانی کی طرح لوگوں کے لئے نکال کر لائے' بے شک وہ عجائبات کے عجوبہ تھے' حافظ وافر تھا' ہمت کو تالیف پر صرف کرنے' دهشت زدہ کرنے والی کثیر تالیفات میں وقت کی حفاظت اور اس کو کام میں لانے والے تھے۔

میں ان کے احوال کا مختصراً تذکرہ تین کتابوں کے حوالے سے کروں گا۔

(۱) قاضی ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں ان کے احوال میں لکھا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں شام کے محدث تھے اور فقہاء شافعیہ کے سرکردہ افراد میں سے تھے' ان پر حدیث کا غلبہ تھا۔ اسی سے انہوں نے شہرت حاصل کی۔ طلب حدیث میں انہوں نے محنت کرکے اتنا ذخیرہ جمع کرلیا تھا' جس کا اتفاق کسی دوسرے کو نہ ہو سکا تھا' انہوں نے سفر کئے شہروں کی مسافتیں طے کیں' چکر لگائے' مشائخ سے ملاقاتیں کیں' یہ حافظ ابوسعد عبدالکریم ابن السمعانی کے ہم سفر تھے۔ سمعانی نے دارالسلام بغداد میں جن شیوخ سے ملاقات کی ان کی تعداد سات ہزار تک پہنچتی ہے۔

یہ حافظ تھے' دیانت والے تھے' انہوں نے متون واسانید کو جمع کیا بغداد میں سماع کیا پھر دمشق واپس آئے' پھر خراسان کا سفر کیا' نیشاپور' ہرات' اصفہان اور جبال میں تشریف لے گئے' کئی مفید کتابیں انہوں نے تصنیف کیں۔ کتابوں کی تخریج کی' احادیث پر بہت اچھا کلام کیا کرتے تھے' جمع وتالیف میں وہ حظ محسوس کرتے تھے۔ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد کی طرز

پر انہوں نے تاریخ دمشق ۸۰ جلدوں میں تحریر کی' اس میں انہوں نے عجائبات جمع کئے ہیں' لیکن حجم وسعت' افادہ میں یہ اس سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

ہمارے شیخ حافظ مصر' علامہ ذکی الدین ابومحمد عبدالعظیم المنذری نے جب اس تاریخ کا تذکرہ ہو رہا تھا ہم کو کہا اور ایک جلد بھی اس کی نکال لائے۔ بات اس تاریخ کی عظمت پر طویل ہوئی کہ میرا خیال یہ ہے کہ اس شخص نے جس دن ہوش سنبھالا' اسی دن سے اس نے اس تاریخ کے لکھنے کا عزم کیا ہوگا اور اسی وقت سے اس کا مواد جمع کرنا شروع کیا ہوگا' ورنہ تدریس میں مشغولیت اور شہرت حاصل کر لینے کے بعد اس قسم کی تصنیف کسی انسان کے بس کی بات نہیں رہتی' بے شک انہوں نے حق بات ہی کہی ہے۔ جس شخص کو اس کتاب کا علم ہو وہ ان کی بات کی حقانیت جانتا ہے۔ ورنہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس قسم کی چیز وضع کر سکے اور تاریخ میں انہوں نے جو مواد ذکر کیا یہ وہ مواد ہے جس کا انہوں نے اپنے اصول کے مطابق انتخاب کیا اور ظاہر ہے کہ انتخاب کئی مسودوں کے جمع کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ابن عساکر کی تالیفات کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے' ایک ان میں ''تاریخ مدینہ دمشق'' ہے جو اسی ۸۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۲) حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں کہا ہے کہ وہ امام حافظ کبیر۔ محدث شام' فخر الأئمہ' ابوالقاسم' ابن عساکر' تاریخ کبیر اور کتب کثیرہ کے مصنف تھے ۴۹۹ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے اور ۵۰۵ھ میں انہوں نے اپنے بھائی امام ضیاء الدین ھبۃ اللہ اور اپنے والد کی نگرانی میں سماع شروع کیا۔ دمشق کے تمام شیوخ سے سماع کرنے کے بعد ۵۲۰ھ میں انہوں نے وہاں سے کوچ کیا اور بغداد' مکۃ المکرمہ' کوفہ' نیشاپور' اصفہان' مروہ اور ہرات کے شیوخ سے سماع کیا۔ انہوں نے ''اربعین البلدانیہ'' تحریر کی' یعنی چالیس احادیث چالیس شہروں کے چالیس شیوخ سے' جن کے شیوخ کی تعداد تیرہ سو سے کچھ زیادہ ہے جبکہ اسی ۸۰ خواتین بھی ان کے شیوخ میں شامل ہیں' دمشق کی طرف ان کی مراجعت ۵۳۳ھ میں ہوئی۔

خلق کثیر نے ان سے روایت کی ہے' ان کے ہم سفر ابوسعد السمعانی بھی ان سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں پھر ذہبی نے ان کی تصانیف گنوائیں جن کی تعداد پچاس ہے اور

انہوں نے چار سو اسی ۴۸۰ مجالس علم میں املاء بھی کروایا اور ہر مجلس کی املاء ایک کتاب کے برابر ہے۔

ان کے صاحبزادے بہاء الدین القاسم نے کہا کہ میرے والد رحمہ اللہ جماعت اور تلاوت کے بہت پابند تھے' ایک ہفتہ میں ختم کیا کرتے تھے اور رمضان میں یومیہ ایک ختم کیا کرتے تھے۔ جامع دمشق کے منارہ شرقیہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور بکثرت نوافل اور اذکار بھی کیا کرتے تھے۔ ماہ شعبان کی پندرہویں رات اور عیدین کی راتوں میں ذکر اذکار کے لئے آپ جاگا کرتے تھے' وہ اپنی عمر کے ایک ایک لحظہ پر اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتے تھے' چالیس سال تک انہوں نے خلوت وجلوت میں اپنے آپ کو سوائے سماع جمع وترتیب کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہیں کیا۔

حافظ ابو العلاء الھمذانی نے کہا کہ ابن عساکر کو بغداد میں ان کی ذھانت حسن ادراک کی وجہ سے آگ کے شعلے سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ ابن المواھب بن صَصری نے کہا کہ میں نے ان کو کہا کہ ہمارے سردار نے اپنا مثل کوئی دیکھا' تو فرمایا ایسا نہ کہو۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا "واماَ بنعمة ربک فحدث" پھر فرمایا کہ اگر کوئی کہنے والا یہ کہہ دے کہ میری آنکھوں نے تیرے جیسا کوئی نہیں دیکھا تو سچ کہتا ہے۔

پھر ابو المواھب نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا اور نہ کسی میں ان جیسی صفات کا مجموعہ دیکھا' کہ چالیس برس تک انہوں نے ایک ہی طریقہ کو لازم پکڑا ہے' بغیر عذر کے انہوں نے صف اول کی جماعت ترک نہیں کی اور رمضان کے مہینے اور عشرہ ذی الحجہ کا اعتکاف انہوں نے لازمی کیا' اموال جمع کرنے اور گھر بنانے کی طرف انہوں نے خیال بھی نہیں کیا' مناصب' امامت' وخطابت سے انہوں نے اعراض ہی کیا ہے' اپنے اوپر انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازم کیا اور اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرا کرتے تھے۔

(۳) امام تاج الدین السبکی نے "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں ان کی سوانح میں کہا کہ وہ الامام الجلیل' حافظ الامۃ' ابو القاسم بن عساکر تھے' ان کے اجداد میں کسی کا نام عساکر نہ تھا۔

انہوں نے اس لقب سے شہرت اس وجہ سے حاصل کی کہ وہ سنت کے خادم وناصر اپنے زمانہ میں آئمہ حدیث کے امام' دانا حفاظ کے مُہر اور سفر کرنے والے طلباء کے مرکز تھے۔

انہوں نے مختلف علوم اپنے اندر جمع کر رکھے تھے' علم وعمل کے علاوہ ان کا کوئی ساتھی نہ تھا' اور ان کا منتہیٰ مقصد یہی دو چیزیں تھیں۔ ان کا ایسا حافظہ تھا کہ کوئی چیز ان کے ذہن سے نکلتی نہ تھی اور ایسا ضبط ان کے ہاں ابتدائی اور انتہائی حصے برابر تھے اور ایسا اتقان کہ اسلاف سے اگر وہ فائق نہ تھے تو مساوی ضرور تھے اور ایسا وسیع علم کہ یہ اس سے سیراب ہوئے اور لوگوں کو فاقہ زد چھوڑا' خلق کثیر سے سماع کیا' ان کے شیوخ کی تعداد تیرہ سو مرد اور اسی ۸۰ عورتیں ہیں۔

انہوں نے عراق' مکہ' مدینہ کا سفر کیا اور بلاد عجم میں اصفہان' نیشاپور' مَرْ وْ' تبریز' مھینہ' بیھق' خسرو' جرد' بسطام' دامغان' ریؔ' ھمذان' اسداباذ' وجی' ھراۃ' بون' وبغ' بوشنگ' سرخس' نوقان' سمنان' زبیر' مرند' خوی' جرباذقان' مشکان' روذ اور آرجیش کا سفر کیا اور سماع کیا۔

ابنار' رافقہ' رحبہ' ماردین' ماکسین وغیرہ مشہور شہروں اور مختلف اقلیموں میں بھی سماع کیا' کسی جگہ کی دوری ان کے لئے کوئی معنی نہ رکھتی تھی' دور کے صحراو جنگلات میں سفر کرتے وقت سوائے تقویٰ کے ان کا کوئی ساتھی نہ ہوتا تھا۔ یہی ان کا انیس تھا۔ ان کا عزم ایسا تھا کہ اپنے مقصد کے حصول کے علاوہ کوئی چیز ان کی نظر میں اچھا درجہ نہ رکھتی تھی۔

ان کے شیخ ابو الفضل طوسی نے کہا کہ ہم نہیں سمجھتے کہ آج "حافظ" لقب کا ان سے زیادہ کوئی مستحق ہو' ابن النجار نے کہا کہ وہ اپنے وقت میں امام المحدثین تھے' حفظ اتقان' علوم حدیث کی معرفت تام' ثقاہت' حسن تجوید' حسن تصنیف کی ریاست ان تک منتہی تھی اور انہی کے ساتھ یہ چیزیں ختم ہو گئیں۔

ابن النجار نے کہا کہ میں نے اپنے شیخ عبد الوھاب بن الامین کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن میں اور حافظ ابو القاسم بن عساکر اور ابو سعد بن السمعانی کے ساتھ طلب حدیث اور لقاء شیوخ کے لئے جا رہے تھے۔ ہم کو ایک شیخ مل گئے۔ تو ابن السمعانی نے ان کو کھڑا کر لیا تاکہ ان سے کچھ پڑھ لیں اور اپنے تھیلے میں اپنی سماع کی کتاب تلاش کرنے لگے' نہ ملنے کی وجہ سے ان کا سینہ تنگ ہو رہا تھا' ابن عساکر نے کہا کہ وہ جزء جس کی تم سماع کرنا چاہتے ہو وہ کیا ہے

انہوں نے کہا کہ ابن ابی داؤد کی ''البعث والنشور'' جس کی سماع انہوں نے ابونصر الزینی سے کی تھی۔ انہوں نے ان کو کہا کہ پریشان نہ ہو اور زبانی ان کو پوری کتاب یا اس کا بعض حصہ سنا دیا' ابن النجار کہتے ہیں کہ شک میرے شیخ کو ہوا۔

شیخ محی الدین النووی نے کہا کہ انہی کا لکھا ہوا میں نے نقل کیا کہ وہ حافظ شام' بلکہ حافظ الدنیاء' امام مطلق' ثقہ اور ثبت تھے۔

ان کے صاحبزادے حافظ ابو محمد القاسم نے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے بہت سی ایسی کتابوں کا سماع بھی کیا کہ اس کا ایک نسخہ بھی انہوں نے حاصل نہیں کیا' حافظ ابو علی الوزیر کے نسخہ پر اعتماد کرتے ہوئے اسلئے کہ جو نسخہ ابن الوزیر حاصل کر لیتے میرے والد وہ حاصل نہ کرتے اور جو میرے والد حاصل کر لیتے وہ ابن الوزیر حاصل نہ کرتے۔

ایک رات چاند کی روشنی میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے میں نے ان کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے کئی سفر کئے لیکن یہ سفر نہ کرنے کے برابر تھے اور میں نے علم حاصل کیا لیکن نہ کرنے کے برابر ہے' میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی ابن الوزیر وہ کتب جن کی میں نے سماع کی مثل صحیح بخاری اور مسلم اور بیہقی کی کتب اور اجزاء عوالی لے آئیں گے میں مَرْوان کی رہائش گاہ پر گیا اور وہیں مقیم ہو گیا' پھر مجھے اپنے ایک دوسرے ساتھی جن کو یوسف بن فارو الجیانی کہا جاتا تھا کا انتظار تھا۔ پھر ابوالحسن المرادی کا انتظار رہا۔ انہوں نے مجھ کو کہا کہ میں کئی مرتبہ دمشق گیا اور پھر اپنے ملک اندلس آ گیا' لیکن ان میں کوئی بھی دمشق نہ آیا' اسلئے اب مجھ کو تیسرا رحلہ کرنا پڑے گا اور مجھ کو بڑی کتب اور اہم اجزاء اور عوالی حاصل کرنا پڑیں گی۔

کچھ دن گذرے تھے کہ ان کے رفقاء میں سے ایک شخص آئے کسی نے کہا کہ یہ ابوالحسن المرادی ہیں' میرے والد نیچے اترے ان کو اپنے گھر لائے ان کو وہاں ٹھہرایا' وہ ہمارے لئے چار بڑے بڑے ٹوکرے کتابوں کے بھرے ہوئے لائے' جن میں میرے والد کی مسموعات تھیں' میرے والد اس پر بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا' اللہ نے اس کی مسموعات بغیر مشکل کے ان کو عطاء کر دیں' وہ ان مسموعات کی طرف متوجہ ہو گئے ان کا لکھنا اور لکھوانا شروع کیا یہاں تک کہ اپنا مقصود حاصل کر لیا اور جب بھی وہ کسی جزء کی طرف متوجہ ہوتے تو ایسا لگتا جیسے

ان کو دنیا و مافیہا کی حکومت حاصل ہو گئی' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورضی عنہ۔

(۳۴۲) یہ صفحات یا اقتسابات علماء کی تاریخ اور تحصیل علم میں شدائد کے بارے میں تھے' انہوں نے تحصیل علم میں سختیاں برداشت کیں اور اپنی روح کو تھکا دیا تھا جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کر لیا' یہاں تک کہ انہوں نے اس چیز کو حاصل کر لیا' جس کی وجہ سے وہ اپنے سے بعد والوں کے لئے آئمہ ھدیٰ بن گئے۔

خاتمہ

علماء سابقین اور آباؤ اجداد متقدمین کی سیرت کا ایک حصہ یہ بھی ہے اس میں ہم یہ بات معلوم کر سکیں گے کہ ان میں سے اکثر کی زندگی کیسی تھی کہ کیسے انہوں نے فقر کو اوڑھنا بچھونا بنایا تھا' بھوک کو لحاف بنایا' ان کی خوراک سادہ خشک ہوتی فاقہ اور عدم دستیابی کی حالت میں اور ظاہر میں ان پر تجمل اور غنا ہوتی' مشکلات اور سختیوں کو روندتے اور صبر کرتے یہاں تک کہ صبر بھی ان کے سامنے ماند پڑ گیا' یہ سب کچھ علم اور تحصیل علم کے لئے تھا' اپنے دل میں انہوں نے ان سب کچھ کا بدلہ صرف اللہ کی رضا مقرر کی تھی۔ اس حالت میں بھی وہ اللہ کا حمد کرتے اور شکر بجا لاتے یہاں تک کہ وہ اپنے بعد والے اھل علم اور طلباء کے لئے نمونہ بن گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے۔ اللہ علم' دین اور اسلام کی طرف سے ان کو بہتر جزاء دے'

وصلی اللہ علی النبی الامی وآلہٖ وسلم تسلیماً

بروز بدھ مورخہ ۲۷/۱۰/۲۰۰۰ مطابق ۲۸ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ بوقت ۱۰-۳۰ صبح

محمد شریف ہزاروی

یادداشت